اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

176

تذکرہ

شیخ الاسلام والمسلمین، امام الاولیاء، عمدۃ الاصفیاء، سلطان السالکین

حضرت

صدر الدین عارف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جلد اوّل

از

مولانا نور احمد خان فریدی

ناشر

قصر الادب جگو والہ، براہ لودھراں ضلع ملتان

ہدیہ فی نسخہ دس روپے

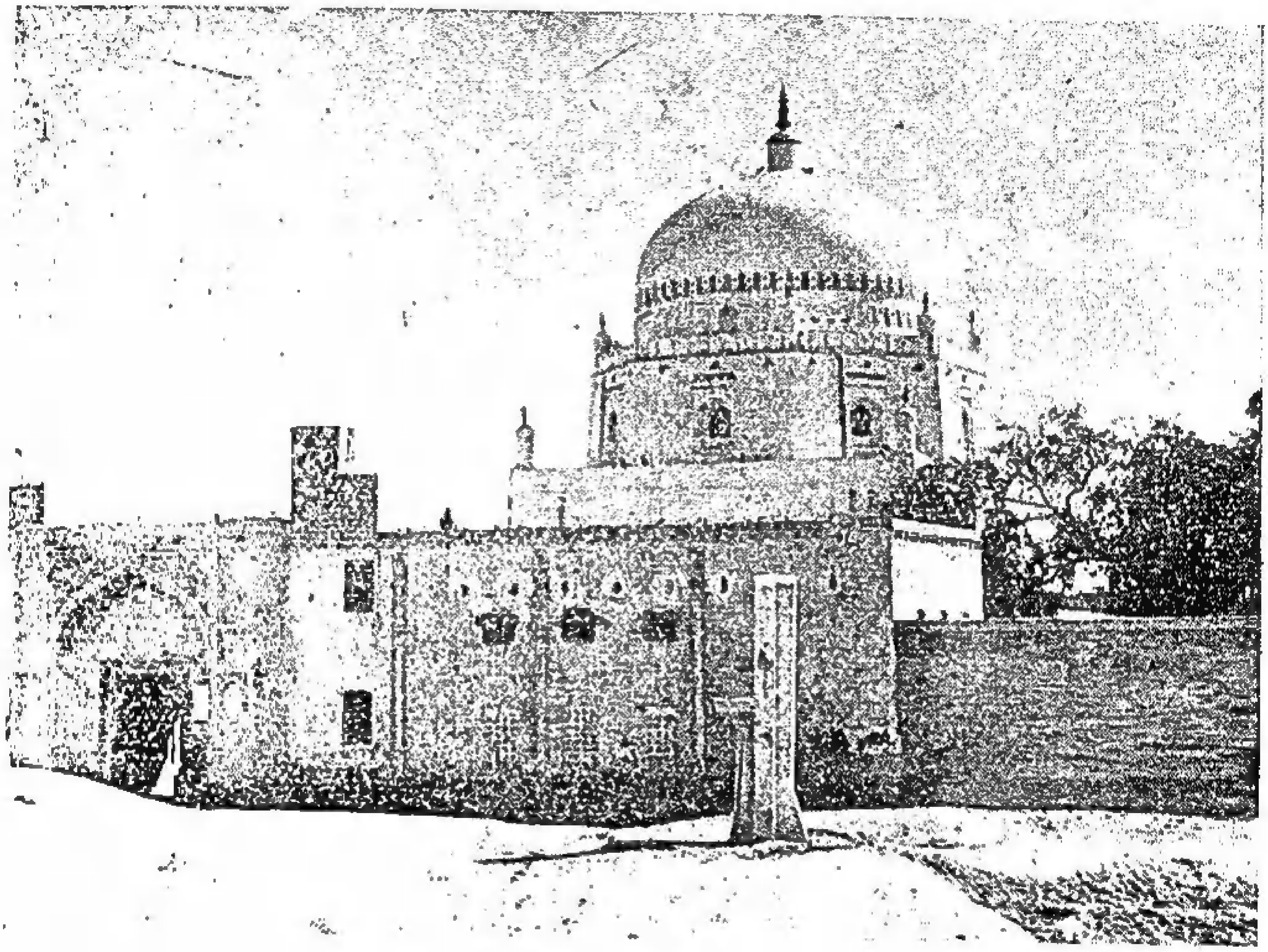

مقبرہ حضرت شیخ الاسلام بہاء الحق والدین ابو محمد زکریا ملتانی جس میں
الشیخ العارف صدرالدین محمد رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد کے پہلو میں
آرام فرما ہیں

Marfat.com

Marfat.com

۲۹۷۶۹۹۴
ص ۳ م
11168
V.1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریب

از خطیبِ اعظم امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مدّظلّہ العالی

حکایت از قد آن یار دلنواز کنیم
بایں فسانہ مگر عمرِ خود دراز کنیم

مولانا نور احمد خان فریدی کو پہلی بار میں نے ۱۹۳۱ء میں ملتان آ کر دیکھا جبکہ مرحوم و مغفور مولانا ظفر علی خان کے ہمراہ ایک اجلاس کے سلسلے میں یہاں آنے کا اتفاق ہوا تھا ۔ یہ ان دنوں سر رشتہ تعلیم کی ایک تربیتی درس گہ میں داخل تھے ۔ لیکن جونہی انہیں آدھر سے فرصت ملتی وطن دوستی کا ذوق انہیں سیاسی پنڈال میں کھینچ لے آتا ۔ یہ نہ صرف ملک کے سیاسئین کے خیالات سے استفادہ کرتے ۔ بلکہ جب تک ان کا ملتان میں قیام رہتا ۔ یہ انکی پیشی میں حاضر رہتے ۔ اور انکی خدمت بجا لاتے ۔ اس شغف و انہاک میں انہیں یہ احساس تک نہ رہتا ۔ کہ یہ کسی سرکاری ادارے سے وابستہ ہیں ۔ اور انہیں اس قسم کی تحریکات میں حصہ لینے اور پولیٹیکل لیڈروں سے میل جول رکھنے کی قطعی ممانعت ہے ۔ چنانچہ بالعموم ان کی جواب طلبی ہوتی رہتی ۔ اور یہ عذر گناہ میں ایسے شگفتہ فقرات لکھتے ۔ کہ یاران بزم کے لئے ''تفنّنِ طبع'' کا سامان پیدا ہو جاتا ۔ محکمہ کے امتناعی احکام کے باوجود فریدی صاحب نے سٹیج پر آنا شروع کیا ۔ عام طور پر انکی تقریریں جلسوں کے افتتاح کا

Marfat.com

موجب بنا کرتی تھیں۔ لیکن چونکہ خداوند کریم نے انکی زبان کے مقابلے میں قلم سے زیادہ کام لینا تھا۔ اس لئے محکمہ کی آھنی گرفت نے ''ترا برائے ایں کار نہ آفریدہ اند'' کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں اس طرح جکڑا۔ کہ یہ دنیائے سیاست سے کٹ گئے۔ لیکن ان کی بلند ھمتی نے انہیں نچلّا نہ بیٹھنے دیا۔ تقریر کے ساتھ ساتھ انکی طبیعت میں تحریر کا بھی کافی جوھر موجود تھا۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی متعدد اخبارات اور رسائل میں ان کے مضامین چھپا کرتے تھے۔ جو بالعموم تاریخی اور اصلاحی نوعیّت کے ھوتے تھے۔ چنانچہ اب ان کے اشھبِ قلم نے دنیائے صحافت میں داخل ھو کر تاریخ و تحقیق کی پر پیچ وادیوں میں جولانیاں دکھانی شروع کیں۔ اور اس میں انہیں زیادہ کامیابی ھوئی۔ پہلے انہوں نے طلباء کے لئے درسی کتابیں لکھیں۔ اس کے بعد ان نوجوان خوش فکروں کے لئے جو طبعزاد افسانوں اور ڈراموں سے دل بہلایا کرتے ھیں۔ اسلامی افسانے لکھے۔ جو بقول علامہ عبدالرشید صاحب نسیم ''اصل میں افسانے کم ھیں اور حقیقت زیادہ''۔ بایں ھمہ طبعزاد اور دور از کار افسانوں سے زیادہ دلچسپ ھیں۔ یعنی انہوں نے تاریخ اسلام کے حقائق کو اس رنگ میں لکھا ھے کہ افسانویّت کا شائبہ تک نہ ھونے کے باوجود وہ اس قدر رقّت انگیز ھیں۔ کہ قاری بار بار پڑھتا ھے مگر سیر نہیں ھوتا۔ یہ سلسلہ ھر طبقے میں مقبول ھو چکا ھے۔ اور سر رشتہ تعلیم نے اسے سکول لائبریریوں کے لئے منظور کر لیا ھے۔ اسی دوران میں انہوں نے ''سر زمین ملتان'' کے نام سے ملتان کی مختصر مگر جامع تاریخ مرتب کی اور اس کے بعد آپ نے جنوبی ایشیا کے مبلّغِ اعظم امام اھلسنت والجماعت حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی قدّس سرہ کی سیرت پر قلم اٹھایا۔ اور اسے نئے اسلوب اور اردو ادب کی جدید طرز میں اس طرح لکھا۔ کہ نہ صرف عوام نے اسے پسند کیا بلکہ

Marfat.com

پاکستان کے سر رشتہ تعلیم نے بھی اسے تمام مدارس کی لائبریریوں کے لئے منظور کر لیا۔ مجھے میرے فرزند جگر بند سیّد ابوذر بخاری طال عمرہ نے یہ کتاب لا کر دی میں نے اس کے چند ایک مقامات دیکھے اور مجھے اسکی افادیت کا بے اختیار معترف ہونا پڑا۔ اب تک حضرت شیخ الاسلام پر اس قدر مفصل اور شاندار تصنیف میری نظر سے نہیں گذری تھی۔ یوں تو اولیائے کرام کے ہر تذکرہ میں حضرت کا ذکر جمیل موجود تھا۔ مگر مختصر یعنی تین چار صفحات اور بعض میں اس سے بھی کم۔ آج جبکہ تہذیب نو نے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم جیسی مہلک ایجادات سے خلق خدا کو جہنم کے کنارے لا کھڑا کیا ہے۔ ارباب قدس و طہارت کی سیرتوں کو زیادہ سے زیادہ منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ صرف یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں۔ جن کی زندگیوں میں ہمیں اُسوۂ رسول کی جھلک نظر آتی ہے۔ مولانا نور احمد خان صاحب فریدی نے شیخ الاسلام کی سیرت لکھ کر نہ صرف ملک و ملّت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ بلکہ ایسے وقت میں جبکہ لوگ شیخ الاسلام کی تعلیمات اور انکی روحانی عظمت و شوکت کو بھول چکے ہیں۔ مولانا نے ان کے سامنے جنوبی ایشیاء کے اس ''رجل عظیم'' کی صحیح تصویر رکھ کر غور و فکر کا دروازہ کھول دیا ہے۔ میں دوسروں کی کیفیت کیا بیان کروں۔ اس کتاب قیّم کے مطالعہ سے ہی حضرت شیخ الاسلام کا صحیح مقام میرے سامنے آیا ہے۔

ایکدفعہ مولانائے محترم مجھے ملنے آئے۔ ان کا فرزند ارکبر علی خان بھی ان کے ہمراہ تھا۔ میں نے انہیں کلیجے سے لگا کر اس کامیاب کوشش پر مبارک باد دی۔ انہوں نے بتایا کہ اس سلسلے کی دوسری تصنیف ''صدر الدین عارف'' طبع ہو کر بازار میں آ رہی ہے۔ اس کے لئے ''تقریب'' آپ سے لکھواؤنگا۔ ان دنوں مجھے ذیابیطس کی تکلیف تھی۔

اضطرار و اضطراب کے عالم میں خدا معلوم میں نے کیا کہہ دیا ۔ کہ دو ماہ بعد نئی کتاب کے مطبوعہ اجزا لے کر تشریف لے آئے۔ کہ لیجئے وعدہ پورا فرمائیے ۔ اب میں اس شریف آدمی کو کیا جواب دوں حقیقةً میں اس کا اھل نہیں ہوں ۔ اور خصوصاً ان اکابر اُمت کی سیرت سے متعلق میری کیا مجال ہے کہ میں ایک حرف بھی لکھ سکوں۔ میں تو صرف ان لوگوں کے وسیلے سے اپنی نجات کا طالب ہوں ۔ تاہم اس یقین کی بنا پر کہ مولانا فریدی اپنی اس محبّت کی وجہ سے جو وہ از راہ سعادت مجھ سے رکھتے ہیں۔ کسی نہ کسی بہانے مجھے صوفیاء اور مشائخ کرام کی اس بزم میں لانا چاہتے ہیں۔ جو انہوں نے سالہا سال کی جگر کاوی کے بعد بڑے اہتمام سے مرتب کی ہے ۔ میں فریدی صاحب کا احسان مند ہوں۔ کہ انہوں نے مجھے یہ موقع دیا ۔ لیکن حیران ہوں کہ لکھوں تو کیا لکھوں۔ میری تقریب کا نہ صاحبِ کتاب محتاج ہے اور نہ ہی وہ ذات گرامی جسکی یہ سیرت ہے۔ مولانا فریدی کی انشائے لطیف ایک دنیا سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہے ۔ اور ان کا شمار پاکستان کے بہترین مؤرخوں اور ادیبوں میں ہوتا ہے۔ نیز صاحبِ سیرت بھی وہ بلند شخصیت ہے کہ باپ زمانے کا غوث الاغواث اور فرزند جگر بند قطب الاقطاب ہے ۔ خود صدرالملت صدر دیں ۔ کہ شیخ جمال خنداں رُوؒ ، شیخ احمد معشوقؒ اور مولانا حسام الدینؒ جیسے اھل کمال بھی ان کی کفش برداری پر ناز کریں ۔ آخر یہی سمجھا ہوں ۔ کہ جو کچھ سمجھ میں آئے لکھ دوں تا کہ جب تک یہ صحیفۂ صدق متداول بین الناس رہے میں بھی اھل نظر کی دعاؤں میں یاد کیا جاتا رہوں ۔ اگر کوئی کام کی بات قلم سے نکل جائے تو اسے شیخ کا روحانی تصرف سمجھئے ۔ ع

وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

Marfat.com

صوفیائے کرام کی سیرتیں مرتب کرنا غیر صوفی کا کام نہیں۔ ایک ''تصوف نا آشنا'' مشائخ کرام کے ملفوظات کو جب کبھی اپنی عبارت میں ادا کرے گا۔ تو مفہوم اور معنی کے کچھ نہ کچھ پہلو ضرور نظر انداز ہو جائینگے۔ مولانا فریدی صاحب نہ صرف صوفی ہیں بلکہ چشت اہل بہشت کے اس خدا یاد بزرگ سے نسبت روحانی رکھتے ہیں۔ جن کا نام سنتے ہی صاحب حال درویشوں پر کیف و وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے یعنی شہباز معرفت حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ ہی ہمارے فریدی صاحب کے پیر طریقت ہیں۔ اور ہمارا یقین ہے کہ مرید نے اپنے شیخ کے سوز و گداز اور جذب و اثر سے بہرہ وافر پایا ہے۔ اور خداوند کریم نے تصوّف کے اسرار و رموز سمجھنے کے لئے ان کے سینہ کو کھول دیا ہے۔ جس سے یہ خدا کے پیاروں کے حالات کچھ ایسے رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ قارئین ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ چنانچہ الشیخ العارف کی سیرت میں مولانا فریدی کی یہ تمام صلاحیتیں نمایاں نظر آتی ہیں۔ یوں تو الشیخ العارف اور انکی اولاد امجاد کی سیرت کے ایک ایک حرف میں بصیرت اور موعظت کے ہزار در ہزار سامان موجود ہیں۔ لیکن پھر بھی ان میں کئی مقام ایسے آتے ہیں۔ جہاں انسانی نگاہیں بے اختیار رک جاتی ہیں۔ دل کی دنیا میں ایک تہلکہ سا برپا ہو جاتا ہے۔ اور خون جگر اشک ہائے ندامت کی صورت میں آنکھوں سے ٹپکنا شروع کر دیتا ہے۔ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے زمانہ کا نقشہ مولانا نے اس عمدگی سے کھینچا ہے کہ قاری یہ محسوس کرتا ہے گویا وہ اسی ماحول میں پھر رہا ہے۔ الشیخ العارفؒ نے بحیثیت سعادتمند فرزند کیا کردار انجام دیا۔ ان کا خلفائے غوثیہ اور اپنے بلند اقبال فرزند سے کیا برتاؤ تھا۔ رابعہ زمانی حضرت بی بی پاک دامن رحمۃ اللہ علیہا کے حقوق کا انہوں نے

Marfat.com

کہاں تک پاس کیا - بی بی صاحبہ نے اپنے خسر، شوہر اور محلسرائے کی دیگر قابل احترام شخصیتوں سے کیونکر نباہ کیا - حضرت قطب الاقطابؒ کی تربیت کیسے ہوئی - لنگر خانے کا انتظام کیا تھا - حضرت الشیخ العارف سہانوں اور درویشوں سے کیونکر ملتے تھے - آپ کے دستر خوان کی کیا کیفیت تھی - آپ کے تصرفات اور ملفوظات، شاہی جاہ و جلال پر فقر کا غلبہ، سلہٹ کی پکار - سات سو درویشوں کی مجاہدانہ یلغار - بنگال میں اذان کی گونج - شیخ صدر الدین ثانیؒ کا شاہی دربار میں خطبہ - فقیرے در لباس پادشاہے - رئیس العقلاء والمجانین کی عارفانہ زندگی - سید جمال الدین بخاریؒ کا تبلیغی دورہ - کشمیر کے سہروردی فقراء، مولانا جمالیؒ اور شیخ شہر اللہؒ کی عارفانہ ملاقات، شاہ حسین ارغون کا حملہ - لنگاھوں کے عروج و زوال کی دردناک داستان ان عنوانات کے ضمن میں ہر شخص کے لئے عبرت و بصیرت کا بیش بہا خزینہ موجود ہے - کتاب چار سو سے زیادہ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے - اس کے متن اور حواشی میں جگہ جگہ ماخذ اور ان کے اقتباسات نظر آتے ہیں - کہیں کہیں دوسرے تذکروں کے بیانات پر جرح و محاکمہ بھی ملتا ہے - جس سے صحت روایت اور بیان کی متانت کا پورے طور پر اندازہ ہو سکتا ہے - میرے نزدیک مولانا کی ''نثر'' کا وہی مقام ہے جو انیس کی نظم کا - وہ سہل ممتنع لکھتے ہیں - اور انہیں روزمرہ پر پوری قدرت حاصل ہے - وہ پینتیس (۳۵) سال سے اپنا خونِ جگر، دماغی قوتیں اور ادبی صلاحیتیں علم و عرفان اور تاریخ و تصوّف کی قلمی خدمت میں صرف کر رہے ہیں - ان کا قلم آبِ حیات کے قطرات سے تشنگان علم و مذہب کی پیاس بجھانے میں مصروف ہے - انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ علم و عرفان، تحقیق و تدقیق اور اردو ادب کی خدمت میں صرف کر دیا ہے - جب تک

Marfat.com

یہ زبان زندہ ہے۔ ان کا نام نامی بھی اس کے عظیم محسنوں کی فہرست میں ہمیشہ ممتاز رہے گا۔

مولانا فریدی لالۂ صحرا کی طرح ملتان کے ایک ایسے کور دیہ میں بسر اوقات کر رہے ہیں۔ جہاں انہیں سمجھنے والا کوئی نہیں۔ وہ ایسے ماحول میں سانس لے رہے ہیں۔ جہاں انسان کی عظمت کو جاگیر اور ثروت کے پیمانہ سے جانچا جاتا ہے۔ لیکن ان کی اراضی صرف اتنی ہے جس میں انہوں نے اپنے بال بچوں کے سر چھپانے کا انتظام کر رکھا ہے۔ کبھی کبھار اگر کوئی با ذوق ان کے دولتکدہ پر جا نکلتا ہے۔ تو ناموافق ماحول میں ان کے کامیاب علمی مشاغل دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ عام ادباء کی طرح مولانا فریدی بھی معاشی مشکلات کا شکار رہتے ہیں۔ انہوں نے بحیثیت مؤرخ اور ادیب اپنے وطن عزیز اور خاندان غوثیہ کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ لیکن ملک کی اتنی بڑی آبادی میں سے نہ تو کسی ''صاحب نعمت'' نے قدردانی کا ثبوت بہم پہنچایا ہے اور نہ ہی حضرت کی اولادِ کرام نے اپنے فرض کو محسوس کیا ہے۔

میں دعا کرتا ہوں۔ کہ ربّ ذوالجلال مولانا فریدی کو اپنے پیاروں کے صدقے دین و دنیا کی تمام سعادتوں سے بہرۂ وافر عطا کرے۔ اور اتنی توفیق بخشے کہ وہ مالی تفکرات سے بے نیاز ہو کر اپنی تصانیف کو خود طبع کرا سکیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

فقیر
سید عطاء اللہ شاہ بخاری

۱۹ دسمبر ۱۹۵۷ء
۲۶ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

Marfat.com

تقریظ

از ترجمانِ فطرت جناب محمد اسد خان صاحب ملتانی اسسٹنٹ سیکرٹری
وزارت ریاستہائے و سرحدات حکومت پاکستان

چیست دانی آنچه او در بزم شوق آورده است ؟
یک چمن گل ، یک نیستان ناله ، یک خمخانه مے

میرے مکرم اور محترم دوست مولانا نور احمد خان صاحب فریدی محتاج تعارف نہیں۔ انہوں نے تاریخ اور سیر کے عنوان پر متعدد کتابیں لکھ کر ادبی دنیا میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا ہے۔ کچھ عرصہ گذرا۔ میں اپنے دونوں بھائیوں کی رفاقت میں عزیزوں کو ملنے کے لئے شجاع آباد جا رہا تھا۔ جب ہم ٹانگے پر سوار ہونے لگے۔ تو دفعۃً مولانا فریدی نظر آئے۔ جو مراکو لیدر کی ایک خوبصورت مجلد بغل میں دبائے ہماری طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔ میں نے انہیں اپنے ساتھ ٹانگے پر بٹھا لیا۔ اور علیک سلیک کے بعد ان کے ہاتھ سے کتاب لیکر پڑھنا شروع کی یہ حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانی قدس سرہ کی سیرت تھی جو انہوں نے حال ہی میں طبع کرائی تھی۔ میں نے جستہ جستہ کئی مقامات دیکھے۔ جنہیں پڑھ کر دل کو بڑی خوشی ہوئی۔ حضرت غوث العلمین کے چند علیحدہ سوانح حیات بھی نظر سے گذر چکے تھے۔ مگر وہ معدودے چند صفحات پر محیط تھے۔ اس سلسلے کی آخری تالیف ”انوار غوثیہ“ تھی لیکن اس کا انداز قدیم اور سیرت و سوانح پر اظہار عقیدت کا رنگ غالب تھا۔ شیخ الاسلام کے بکھرے ہوئے حالات کو مختلف کتابوں سے اخذ کر کے یکجا اور پھر موجودہ طرز میں پیش کرنے کی اشد

ضرورت تھی ۔ اور وہ اس وقت میرے سامنے تھی جسے مولانا همت مردانہ سے کام لے کر منظر عام پر لے آئے تھے ۔ اس کا اسلوب بیان اس قدر دلکش اور انداز تحریر اتنا شگفتہ تھا ۔ کہ جس پیرے پر نظر پڑی نگاهیں وهیں مرکوز ہو کر رہ گئیں ۔ ؎

ز فرق تا بقدم هر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامنِ دل مے کشد کہ جا اینجاست

میں کتاب کی ورق گردانی میں مصروف تھا کہ ٹانگہ سٹینڈ آگیا ۔ مولانا اتر کر چلے گئے ۔ لیکن میری استدعا پر کتاب چھوڑ گئے ۔ جسے میں نے خان محمد انور خان مرحوم کے مکان پر پہنچ کر از سر نو دیکھا ، پڑھا اور شاد کام ہؤا ۔

اس کے دو سال بعد ۔ اگست ۱۹۵۰ء کو مولانا پھر مجھے کراچی میں اپنے دفتر میں ملے ۔ اس دفعہ اسی سلسلے کی ایک اور کتاب "صدر الدین عارفؒ" ان کے هاتھ میں تھی ۔ جس کے چند اوراق ابھی چھپنا باقی تھے ۔ انہوں نے مجھ سے اس پر تقریظ لکھنے کی فرمائش کی ۔ جسے میں نے اپنے اس رابطہ کی بنا پر جو مجھے حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانی اور انکی اولاد کرام سے حاصل تھا منظور کر لیا ۔

میں نے اس کتاب کو شروع سے آخر تک غور سے پڑھا ھے مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ھوئی ھے کہ مولانا فریدی حضرت زکریا ملتانیؒ کے خاندان کو اکبر اعظم کے دور تک بڑی جامعیت کے ساتھ لے آئے ھیں ۔ اور انہوں نے ان کے روحانی کمالات ، علم و حکمت اور سیاسی اثر و نفوذ کے کسی گوشہ کو بھی نظر انداز نہیں ھونے دیا ۔ یہ صرف صوفیاء اور مشائخ کی تاریخ ھی نہیں بلکہ اس میں آپ نے ان کے معاصر سلاطین کے حالات پر بھی بڑی تفصیل سے بحث کی ھے ۔ کتاب کے آغاز میں حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانیؒ اور ان کے

فیوض و برکات کا اجمالی ذکر ہے۔اس کے بعد حضرت الشیخ العارفؒ کی ولادت سے وفات تک کے حالات نہایت دلنشین پیرائے میں درج ہیں۔ ”میاں دیس چلے“ کے عنوان سے خلفائے غوثیہ کا منزلوں کی طرف روانگی کا نقشہ عجیب انداز میں پیش کیا گیا ہے اور اس ضمن میں خواجہ فخر الدین عراقی، سید جلال بخاری، شیخ موسیٰ نواب، لال شہباز قلندر، سید جلال سلہٹی، شیخ اسمعیل قریشی اور خواجہ حسن افغان کی زندگی کے ایسے واقعات منظر عام پر آگئے ہیں۔ جو سیرت کی عام کتابوں میں نہیں ملتے۔ ان حضرات کے بعد شیخ الاسلام صدر الدین محمد حاجی، شیخ رکن الدین اسماعیل۔ شیخ عماد الدین کہی پھوڑ، شیخ صدر الدین حلیم، شیخ محمد یوسف، شیخ شہر اللہ اور شیخ بہاء الدین ثانی رحمہم اللہ علیہم اجمعین اور ان کے خلفاء کا تفصیلی حال پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب تقریباً چار سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور فن سیرت نگاری کا نادر نمونہ ہے۔ انہوں نے اپنی اس تصنیف میں جس جدّت خیال اور رفعت انشاء سے کام لیا ہے۔ اس کی نظیر اولیائے کرام کے اردو تذکروں میں نہیں ملتی۔ فریدی صاحب کا یہ انتہائی کمال ہے کہ انہوں نے ”سیرت عارف“ کے تمام بکھرے ہوئے ”نقوش جمیل“ کو یکجا کر کے ان سے ایک دلآویز مرقع تیار کر دیا ہے۔ انکی سیرت نگاری میں عالمانہ تحقیق، شاعرانہ بصیرت اور مصوّرانہ تخئیل تینوں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ مولانا نے زبان و بیان کی شگفتگی کے ساتھ ساتھ روایت و درایت کے اصولوں کو بھی مد نظر رکھا ہے۔ عبارت آرائی اور شاعرانہ رنگین بیانی کے باوجود حقیقت اور صحت میں فرق نہیں آنے دیا۔ کتاب کے ابواب اور عنوانات میں اس قدر طرفگی ہے کہ کوئی صاحب ذوق لطف اٹھائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مثال کے طور پر بیا بیا عراق! عراق بعراق رفت، غوث کی نگری۔ سیّاں دیس چلے۔ عراقی مے گوید۔ پہنچی وہاں پہ خاک!۔ نواب الاولیا

Marfat.com

بسندھ مے رود ۔ سلہٹ کی پکار ۔ فقر و شاہی کا تصادم ۔ قال و حال کی مجلسیں ۔ واللہ یعصمک من الناس ۔ مرگ عدو ۔ ارجعی الی ربک ۔ فاذکرونی اذکرکم ۔ واذکر ربک اذانسیت ، بہلول درویشوں کے سایہ میں ، دلی نے انگڑائی لی ۔ کتنے دل آویز اور خیال انگیز عنوانات ہیں۔

المختصر یہ کتاب سہروردی مشائخ کی ایک انسائیکلوپیڈیا (دائرۃالمعارف) ہے ۔ جس میں ساتویں ، آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے تمام مشائخ سہروردیہ کا ذکر دل نشین انداز میں پیش کیا گیا ہے ۔ بلا شبہ فریدی صاحب نے ایک نہایت ہی اہم اور مفید خدمت انجام دی ہے ۔ حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانی قدس سرہ اور حضرت شیخ العارف اور انکی اولاد کا ایسا تذکرہ آجتک کبھی زبان میں طبع نہیں ہوا اس وقت حضرت کے لاکھوں فرزند موجود ہیں اور ان میں اکثر صاحب دولت و ثروت ہیں ۔ مگر افسوس ہے کسی نے مصنف کی حوصلہ افزائی کی ضرورت محسوس نہیں کی ۔ پہلی جلد ایسے حالات میں طبع کرائی گئی تھی۔ جبکہ کاغذ اس ملک میں قطعاً نایاب تھا ۔ ماخذات کا حصول بجائے خود رہا یہ علم تک نہ تھا کہ کن کتابوں سے اس سیرت کو مرتب کیا جا سکتا ہے ۔ مصنف نے کم و بیش پاکستان کے تمام شہروں کی خاک چھانی ۔ حجاز ، ایران اور ہند کے کتب خانوں کی طرف رجوع کیا ۔ کتابت ، طباعت کے سلسلے میں کئی بار لاہور اور ملتان کے چکر کاٹے ۔ تب جا کر یہ کتاب مکمل ہوئی ۔ اس قدر مشکلات کے باوجود فاضل مصنف برابر مصروف کار رہا ۔ یہاں تک کہ تین سال کے بعد وہ ایک اور کتاب کو منظر عام پر لانے میں کامیاب ہو گیا ۔ جو سیرت [شیخ الاسلام] ''صدرالدین عارف'' ؒ کے نام سے آپ کے سامنے ہے ۔ اسکی ترتیب و تدوین اور طباعت و جلد بندی پر مصنف کے تقریباً چھ ہزار روپے صرف ہوئے ۔ اور مصنف نے یہ تمام مصارف قرض اٹھا کر پورے کئے ۔ سنا

Marfat.com

ہے کہ اس دل شکستگی کے باوجود فریدی صاحب نے ہمت نہیں ہاری۔ اور وہ اس خاندان کے حالات کو تکمیل تک پہنچانے کا پروگرام بنا چکے ہیں۔ حضرت قطب الاقطاب شیخ رکن الدین ملتانی کا تذکرہ بھی زیر ترتیب ہے۔ اگر حضرت غوث العلمینؒ کی اولاد امجاد اپنے فرض کو محسوس کرتی۔ اور ان کتابوں کی طباعت کے سلسلہ میں فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے مصنف کو مصارف کے فکر سے بے نیاز کر دیتی۔ تو یہ تاریخ ملتان کے زرین عہد اور قریشی خاندان کے بہترین افراد کا تذکرہ زیادہ شاندار پیمانے پر مرتب کر سکتے تھے۔ بہر حال فریدی صاحب ایک فرد کی حیثیت سے وہ کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ جو ایک ادارے کے کرنے کا تھا۔ ان کی تصانیف موضوع کی اہمیت اور ادبی خوبیوں کے باعث یقیناً زندہ جاوید ثابت ہونگی۔ ابنائے وطن کی قدر ناشناسی کا المیہ بھی نہ صرف محمود اور فردوسی کے افسانے کی طرح اس سلسلۂ تصانیف کے ساتھ وابستہ ہو کر رہ جائے گا بلکہ اس کے نقوش روز بروز زیادہ اُجاگر ہوتے چلے جائینگے۔

میری دعا ہے کہ خداوند کریم مصنف کے ذہن کو جلا، ان کے بیان کو زیادہ پختگی اور قلم کو زیادہ روانی عطا فرمائے۔ نیز ان کی تصانیف کو قبول خاص و عام بخش کر انہیں اتنی توفیق ارزانی کرے کہ یہ اپنی کتابوں کی اشاعت کے لئے کسی کے دست نگر نہ رہیں آمین ؎

گماں مبر کہ بپایاں رسید کار مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگ تاک است

اسد ملتانی

کراچی
۲۵ دسمبر ۱۹۵۷ء

بنامِ شاہدِ نازک خیالاں
عزیزِ خاطرِ آشفتہ حالاں

ہدیۂ درویشِ بینوا

بارواحِ طیباتِ مشائخِ سہروردیہ

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے با کنند

Marfat.com

فہرست

عنوان	صفحہ
احوال واقعی	۵
شیخ العارف	۹
غوث کی نگری	۱۰
شیخ صدرالدین کا مقام	۲۱
شیخ عارف قدس سرہ	۲۳
کتخدائی	۲۵
رموز الواصلین کی تصریحات	۲۷
فرغانہ کا شاہی خاندان	۳۱
عقد نکاح	۳۴
بی بی راستی کا ایثار	۳۷
شیخ العارف مسند سجادگی پر	۴۱
حضرت غوث العالمین کا سفر آخرت	۴۲
سارا اثاثہ خدا کی راہ میں لٹا دیا	۴۶
آپ کا دسترخوان	۴۷
شغل درس	۴۹
بیا جمال !	۵۰
شاہ جمال لاہوری	۵۵
خانقاہ ہفت منازل	۵۷
یک ہندو یک مسلمان	۵۸
اے فخرالدین !	۶۰
ترا ازیں جا کفن میسرخواہد شد !	۶۱
شیخ حسن کنجدگر	۶۲
تصرفات	۶۶
مردے کو زندہ کر دیا	۶۷
شرابی کو ولی بنا دیا	۶۸
شیخا باش !	۷۴
خاک بدایوں انتظار می کند	۷۶
محبوب اللہ شدۂ دیگر چہ می‌خواہی ؟	۷۷
سیف زباں بے نیام دار !	۸۰
سیاں دیس چلے	۸۵
عراقی بعراق رفت	۸۶
غوث العالمین کا مرثیہ	۸۸
عراقی مے گوید	۸۹
ایک غلط فہمی کا ازالہ	۱۰۳
سیرالعارفین کے اقتباسات	۱۰۶
شیخ العارف اور عراق کے تعلقات	۱۰۸
حرف آخر	۱۱۰
عراق کا عزم حجاز	۱۱۲
عراقی کا حج	۱۱۳
عراقی مدینہ منورہ میں	۱۱۴
لمعات کی تدوین	۱۱۵
مولانا جامی کا خواب	۱۱۶
روم کے حکمران کی عقیدت	۱۱۸
طبیعت کی وارفتگی	۱۲۰
خواجہ شمس الدین سے ملاقات	۱۲۱
مولانا عراقی مصر میں	۱۲۳
پہنچی وہاں پہ خاک !	۱۲۸
تصانیف	۱۳۱
دیوان	۱۳۲
رباعیات	۱۳۵
شیخ کبیرالدین عراقی قدس سرہ	۱۳۶
نواب الاولیاء رح بسندھ می رود	۱۳۹
سندھ کی نوابی	۱۴۱
غوث العالمین کی آمد	۱۴۳
ڈاکو مسلمان ہو گئے	۱۴۶
شاہ خراسان کی عقیدت	۱۴۷
نواب الاولیاء کا سفر جیسلمیر	۱۴۷
میاں محمد جیا انڈھر	۱۴۸
نواب الاولیاء سندھ میں	۱۵۲
نواب الاولیاء کا وصال	۱۵۵
نواب الاولیاء کے خلفاء	۱۵۶
مصنف کتاب ہذا نواب الاولیاء کے آستان پر	۱۵۹
رئیس سردار غازی محمدخان صاحب انڈھر	۱۶۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ
سیدالسادات اُچ کو چلے	.. ۱۶۳
سید جلال کا عتاب	.. ۱۶۹
چٹن پیر	.. ۱۷۰
خلفائے جلالیہ	.. ۱۷۲
سید احمد کبیر سہروردی	.. ۱۷۲
شیخ جلال مجرد سلہٹی	.. ۱۷۳
سلہٹ کی پکار	.. ۱۷۶
سہروردی درویشوں کی آبادیاں	.. ۱۸۱
سر جادو ناتھ سرکار کا بیان	.. ۱۸۶
لال شہباز قلندر پھر ملتان میں	.. ۱۹۰
لال شہباز کا مقبرہ	.. ۱۹۲
مقبرہ کے کتابے	.. ۱۹۳
پرانا قلعہ	.. ۱۹۸
غار اعتکاف	.. ۱۹۹
چشمہ واہی	.. ۲۰۱
امیر حسینی بہرات رسید	.. ۲۰۲
نمونہ کلام	.. ۲۰۵
شیخ اسماعیل قریشی عمرپوری	.. ۲۰۷
پیر عمر سہروردی	.. ۲۱۱
بانگا بلال فوت شد	.. ۲۱۲
خواجہ حسن افغان	.. ۲۱۳
بیائید ہر کرا خدا بدهد	.. ۲۱۴
فقر و شاہی کا تصادم	.. ۲۲۰
ملتان کا نیا گورنر	.. ۲۲۲
قال و حال کی مجلسیں	.. ۲۲۴
واللہ یعصمک من الناس	.. ۲۲۷
سلطان محمد کا قتل	.. ۲۲۹
مرگ عدو جائے شادمانی نیست	.. ۲۳۴
ارجعی الی ربک	.. ۲۴۷
ضریح مقدس	.. ۲۵۳
تبرکات عارف	.. ۲۵۵
حصن اللہی	.. ۲۵۶
حصن اللہی میں داخلہ	.. ۲۵۷
ظاہری راستہ	.. ۲۵۸
باطنی راستہ	.. ۲۵۹
حقیقی راستہ	.. ۲۶۰
معرفت اللہی	.. ۲۶۱

عنوان	صفحہ
مقام رسالت	.. ۲۶۴
فاذکرونی اذکرکم	.. ۲۶۶
واذکر ربک اذانسیت	.. ۲۶۸
شیخ العارف کا عربی قصیدہ	.. ۲۷۰
قطب الاقطاب رکن عالم قدس سرہ	.. ۲۷۴
شیخ الاسلام صدرالدین محمد حاجی	.. ۲۷۵
شیخ الاسلام لشکر شاہی میں	.. ۲۸۸
فیروز شاہ ملتان میں	.. ۲۸۶
شیخ الاسلام رکن الدین اسماعیل	.. ۲۹۲
شیخ عماد الدین کہی پھوڑ	.. ۲۹۳
شیخ صدر الدین حلیم	.. ۲۹۴
بہلول درویشوں کے سایہ میں	.. ۲۹۶
حلیم کی وجہ تسمیہ	.. ۲۹۷
شیخ الاسلام محمد یوسف قریشی	.. ۲۹۹
دلی نے انگڑائی لی	.. ۳۰۶
شیخ محمد یوسف دلی میں	.. ۳۰۸
سلطان سکندر سے معاہدہ	.. ۳۱۱
ملتان کی مردم خیزی	.. ۳۱۲
شیخ محمد یوسف کا انتقال	.. ۳۱۵
شیخ عبداللہ قریشی	.. ۳۱۶
سید جمال الدین سہروردی	.. ۳۲۰
کشمیر میں سہروردی فقراء	.. ۳۲۱
شیخ شہراللہ	.. ۳۲۳
خاندان غوثیہ کے معمولات	.. ۳۲۶
شیخ شہراللہ کا مقام	.. ۳۲۷
وفات	.. ۳۲۸
شیخ اسماعیل قریشی	.. ۳۲۹
شیخ سسی پنوں کے مزار پر	.. ۳۳۰
پیر سخی عثمان علی شاہ	.. ۳۳۲
شیخ عالی	.. ۳۳۴
شاہ ابن ٹکر والا	.. ۳۳۷
پیر محمد باقر شاہ قلندر	.. ۳۳۸
پیر علی محمد شاہ قریشی	.. ۳۴۳
شیخ محمد صدرالدین	.. ۳۴۴
پیر علی قتال	.. ۳۴۵
کرولی	.. ۳۴۶

Marfat.com

عنوان	صفحہ
شاہ جمال	۳۴۸
پیر رکن الدین	۳۴۹
شاخ پھاگلہ علاقہ سوھرن	۳۵۰
پیران اوچھالا و گاھنی	۳۵۱
پیر رکن الدین قریشی	۳۵۲
پیر شیخ کبیر محمد	۳۵۵
پیر محمد فاروق	۳۵۶
پیر ابن شاہ بن مخدوم الملک خواجہ نوری	۳۵۶
شیخ شمس الدّین لاھوری	۳۵۷
پیر کرم شاہ صاحب قریشی المعروف شاہ کھارا	۳۵۹
پیر امیر شاہ صاحب قریشی	۳۶۱
غوث زمان شیخ بہاءالدین ثانی	۳۶۳
شاہ حسن ارغون کا حملہ	۳۶۸
لنگاھوں کا زوال	۳۷۱
ارغون کا دوسرا حملہ	۳۷۴
لنگاھوں کے عہد پر اک نظر	۳۷۹
بارش کے لئے دعا	۳۸۰
انتقال	۳۸۱
صحت نامہ	۳۸۲

قطعۂ تاریخ

از امیرالبیان میر حسان‌الحیدری خان صاحب چانڈیو

(مدیر آستانۂ زکریا ملتان شہر)

صدرِ عارف رح کا چھپا ہے تذکرہ دھوم تھی مدت سے جس کی کُو بکُو

کون عارف ؟ قدوۂ اربابِ صدق غرقِ بحرِ الفتِ "اللہ ھو"

ہے مؤلف اس کا اک اھل کمال ملک میں ذوقِ ادب کی آبرو

خوش صفات و خوش مزاج و خوش خصال نیک ذات و نیک خُلق و نیک خو

ہے یقیں اس تذکرے کو دیکھ کر شاد ھونگے دوست اور محزوں عدو

مجھ کو بھی حسّان سن کر یہ خبر اس کے سالِ طبع کی تھی جستجو

بے سرِ ابہام ھاتف نے کہا

"ہے یہ ذکرِ عارفِ اللہ ھو"

۱۳۷۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احوالِ واقعی

میں ربّ لا یزال کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس پاک ذات نے اس ناچیز بندے کو یہ توفیق عطا فرمائی ۔ کہ اس سے حضرت غوث العٰلمین قدس سرہ العزیز کی سیرت ترتیب پاگئی ۔ ورنہ میری مثال تو مصر کی اس روایتی بڑھیا کی سی تھی جو سوت کی انٹی ھاتھ میں لئے خریداران یوسفؑ سے جا ملی تھی ''اعترافِ عظمت'' کے لئے بھی باعظمت انسان ہونا ضروری ہے لیکن یہاں تو ذرّہ اور آفتاب کی نسبت بھی نہ تھی ۔

میں اس غوث الاغواث اور نائب رسول کا تذکرہ لکھنے کا ارادہ کر چکا تھا جس کی چوکھٹ پر شہنشاھان عالم جبّہ سا ھوتے رہے جس کی دھلیز پر بڑے بڑے مشائخ نے سر رکھے ۔ جس نے جنوبی ایشیا کے قریہ قریہ میں اسلام کے گل بوٹے لگائے ۔ اور چمنِ محمدیؐ کو سرسبز و شاداب کیا ۔ یہ خدمت تو جمالیؒ جیسے صاحب دل مؤرخ کو ھی زیب دیتی تھی ۔ اسلئے اگرچہ شوق محبت نے کئی بار قلم اٹھانے کی جرأت دلائی ۔ مگر احساس کمتری نے ایک نہ چلنے دی میں اس حیص بیص میں مبتلا تھا ۔ کہ دفعۃً چند ایسے اسباب پیدا ھو گئے کہ ان سے میری شکستہ روح میں یکسر خوشگوار انقلاب پیدا ھوگیا ۔ میں نے یوں محسوس کیا ۔ گویا خود حضرت غوث العلمین قدّس سرّہ العزیز

مبلغ سات روپے ھدیہ کے طور پر ارسال فرماتے ۔ اور ساتھ ھی ایک محبت بھرا کرم نامہ لکھا جو درحقیقت قدر شناس دوست کی تحسین و آفرین کا حسین مرقع تھا ۔ چند دنوں کے بعد ایک خوبصورت گائے بھجوادی اور لکھا کہ ”آپ نے حضرت غوث العلمین قدس سرہ العزیز کی سیرت لکھ کر صوفیاء کی تاریخ میں جو بیش بہا اضافہ فرمایا ھے ۔ یہ اسی سلسلے میں ایک ناچیز پیشکش ھے اور آپ کی قلمی خدمات کا درویشانہ اعتراف ھے مجھے امید ھے کہ اس گائے کا دودھ آپ کے دماغی اعصاب کی تقویت کا موجب بنے گا ۔ اور جب آپ پھر کوئی اور شاھکار منظر عام پر لائیں گے تو اس کے ثواب میں یہ فقیر بھی برابر کا حصہ دار ھوگا“۔

در اصل یہ پیر بخش الٰہی شاہ جیسے قدر شناس بزرگوں کی ھی عنایت تھی ۔ کہ ”سیرت غوثیہ“ کے بعد بھی میرا قلم برابر اپنے کام میں مصروف رھا ۔ اور تین سال کے قلیل عرصہ میں حضرت غوث الاغوات کے محبوب ترین فرزند الشیخ الامام العارف حضرت مخدوم صدرالدین محمد رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی منظر عام پر لانے میں کامیاب ھوگیا ۔ اگرچہ ماخذات کا فقدان اور تواریخی سوانحات کے متضاد اعداد و شمار سنگ راہ بنتے رھے ۔ اور طباعت کے مصارف بھی میری ھمت سے باھر تھے ۔ لیکن بالآخر بندہ کی صدق نیت کا پودا بارآور ھوا اور یہ خاکسار ان تمام مشکلات پر غالب آ گیا ۔ جو غیرمعمولی دل گردہ رکھنے والے اصحاب کو بھی یاس و قنوط کی دلدل میں پھنسا دیا کرتی ھیں ۔ یعنی میں نے زرعی اراضی اور گھر کے زیورات تک تصدق کر کے کتاب کو طبع کرا لیا ۔ میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری ، ترجمان فطرت سردار محمد اسد خان صاحب اسد ملتانی ، امیر البیان میر حسان الحیدری خان صاحب چانڈیو کا ۔ حد ممنون ھوں کہ انھوں نے شدید مصروفیات کے باوجود میری اس تصنیف پر اپنی قیمتی آراء

Marfat.com

کا اظہار فرمایا ۔ قبلہ شاہ صاحب اُردو زبان کے خطیب اعظم اور آزادیٔ وطن کے سر باز مجاھد ھیں ۔ اگرچہ ھندوستان کی جنگ آزادی میں بے شمار اکابرین نے حصہ لیا ہے ۔ لیکن عوام میں اپنی بے پناہ خطابت سے ولولہ اور جوش پیدا کرنے کا سہرا صرف حضرت شاہ صاحب کے سر رھا ہے ۔ بلا شبہ حضرت اس دوَر میں ساحر پنجاب بن کر بساط سیاست پر چھا گئے تھے ۔ جناب ''اسد'' علاّمہ اقبالؒ کے تلمیذ خاص اوَر ان کے صحیح جانشین ھیں ۔ شاعری میں حالی و اقبال کے بعد جو درجہ اسد کو ملا ہے ۔ وہ کسی دوسرے کے حصہ میں نہیں آیا ۔ میر حسّان الحیدری خان صاحب چانڈیو ضلع رحیم یار خان کے ایک بلند پایہ ادیب اور صاحب فکر شاعر ھیں اور آستانۂ زکریا کے مدیر اعلیٰ ھونے کی حیثیت سے حضرت غوث العلمینؒ اور آپ کے خاندان کی تاریخ پر کافی عبور رکھتے ھیں ۔ میں ان حضرات کی کرم فرمائی کا تہ دل سے شکر گذار ھوں ۔ میں میرزا محمد صادق صاحب اور شیخ محمد دین صاحب بٹ مالکان رہبر پرنٹنگ پریس لاھور کا بھی ممنون ھوں کہ انہوںؒ نے طباعت کے سلسلہ میں مجھے تمام سہولتیں بہم پہنچائیں ۔ یہ کتاب ناموافق ماحول میں اپنے موضوع پر پہلی دفعہ شائع ھو رھی ہے ۔ میں صاحب علم حضرات سے درخواست کرتا ھوں کہ اگر وہ اس میں تاریخی یا ادبی اسقام پائیں ۔ تو مجھے ضرور مطلع فرمائیں ۔ تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اصلاح کی جا سکے اس تذکرے کا دوسرا حصہ زیر ترتیب ہے اگر خدا کا فضل شامل حال رھا ۔ تو سال رواں کے اواخر میں قارئین کی خدمت میں پیش کر سکونگا ۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

قصرالادب جگووالہ — خاکسار

یکم جنوری ۱۹۵۸ء — نور احمد خان فریدی عفی عنہ

Marfat.com

شیخ العارف

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ الاسلام صدرالدین عارف حضرت غوث العلمینؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کے بعد مسند ارشاد کے مالک بنے اور تبلیغ اسلام، اصلاح اعمال اور تزکیہ نفس کے جو خطوط حضرت غوث العلمین قائم کر گئے تھے۔ انہیں اس عمدگی سے قائم رکھا۔ کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ اور آپ کی عظمت و جلالت کا سکہ بیٹھ گیا۔ اس وقت حضرت غوث العلمینؒ کی جس قدر اولاد موجود ہے۔ ان میں سے اکثر کا سلسلہ نسب آپ پر ہی جا کر ختم ہوتا ہے۔ حضرت صدر الدین عارفؒ ۶۲۱ھ میں بی بی رشیدہ بانو کے بطنِ عفت سے پیدا ہوئے جو حضرت شیخ احمد غوثؒ کی معصومہ اور حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی قدس سرہ العزیز کی چھوٹی بہن تھیں۔ اس تقریب سعید پر ارادتمندوں نے بڑی خوشیاں منائیں اور حضرت غوث العلمینؒ نے ملتان کے غربا و مساکین کے دامن زر و جواہر سے بھر دیئے۔

غوث کی نگری غوث کے زمانہ میں

عروس البلاد ملتان نے ہزارہا ادلتے بدلتے سمے دیکھے ہونگے۔ لیکن جو خوشگوار لمحات اسے حضرت غوث العلمینؒ کی زندگی میں میسر آئے ہیں۔ ویسے پھر اسے قیامت تک نصیب نہیں ہو سکتے۔ یہ زمانہ کتنا اچھا تھا۔ جبکہ مطلع ولایت سے اس پر ایک نہ ایک ستارہ ہر روز نئی چمک دمک کے ساتھ طلوع ہوتا۔ اور اس کے عین سمت الراس پہنچتے ہی غوثؒ کے فیضان سے آفتاب عالمتاب بن جاتا۔ عراق اور بخارا سے لکّۂ ابر اٹھ اٹھ کر باد شمالی کی طرح ملتان کو بڑھتے اور کسی کی نگاہِ فیض کے صدقے ابر رحمت بن کر اس مینوسواد

خطہ پر چھا جاتے ۔ اور علم و عرفان کی وہ موسلادھار بارش ہوتی کہ جل تھل میں کوئی تمیز نہ رہتی اور دیکھنے والے دیکھتے کہ پنجاب اور سندھ کے لق و دق صحرا جو صدیوں سے باران رحمت کی ایک ایک بوند کو ترس رہے تھے ۔ خیابان معرفت کی کثرت سے گلشن بداماں نظر آنے لگے ہیں ۔ ان میں رنگا رنگ پھولوں کی اتنی فراوانی ہو گئی تھی کہ اس خطہ ارضی پر بہشت بریں کا دھوکا ہوتا تھا ۔ نہیں نہیں دھوکا کہاں ! یہ تو حقیقت تھی جبھی تو شیخ الاسلام پکار اٹھے تھے ؎

ملتان ما بجنّت اعلیٰ برابر است
آہستہ پا بنہ کہ ملک سجدہ مے کنند

یہ ایک بابرکت دور تھا ۔ ملتان کی سرزمین پر غوث العلمینؒ کی ذات بابرکات سایہ افگن تھی اور سید السادات جلال بخاری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، فریدالدین مسعود شکر گنج، سید جلال تبریزی رحمہم اللہ جیسے اکابر صوفیاء نے اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے تھے ۔ اگرچہ غوث العلمینؒ کو اس شہر میں تشریف لائے پانچ چھ برس ہی ہوئے تھے ۔ لیکن چونکہ مرشد طریقت نے یہ ولایت آپ کے سپرد فرمائی تھی ۔ اس لئے ہر درویش کو یہ علم ہو چکا تھا ۔ کہ شیخ الاسلام زکریاؒ ملتان کے باطنی حاکم ہیں ۔ چنانچہ جب قباچہ نے حضرت بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کو کچھ عرصہ اور ملتان میں ٹھہرانے کی کوشش کی ۔ تو حضرت نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا ۔ کہ ہم لوگ یہاں زیادہ عرصہ تک نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ یہ مقام حضرت شیخ بہاءالدین زکریا کی تحویل میں دیا جا چکا ہے ۔ اور ہمیشہ ان کی پناہ میں رہے گا *

---

* قباچہ بیگ بسیار بعرض رسانید کہ چند گاہ دیگر سایۂ برکت دریں مقام ارزانی فرمایند حضرت شیخ (خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحؒ) ملتفت نگشت ۔ فرمود کہ ایں مقام در ذمہ و حوالہ شیخ بہاءالدین زکریا ست (رحمۃ اللہ علیہ) ہموارہ درپناہ او خواھد بود ۔ (سیر العارفین از مولانا جمالی صفحہ ۸۲)

Marfat.com

مخدوم عبدالرشید حقّانی رحمۃاللہ علیہ حضرت غوث العلمین کے تشریف لاتے ہی ارض پاک کو روانہ ہوگئے تھے۔ جہاں کہیں پہنچے غوث العلمینؒ کی شہرت آپ سے پہلے وہاں پہنچ چکی تھی اور اس دیار کے اولیاء اللہ مخدوم عبدالرشیدؒ سے آپ کی خیر وعافیت* دریافت کرتے تھے۔ الغرض ان دنوں آپ کی قبولیت کا آوازہ ملاء اعلیٰ تک بلند ہو چکا تھا۔ اور ان کا طائرِ ہمّت عرش پر پرواز کر رہا تھا۔ حضرت کے ایک ارادتمند نے آپ کے فضل و کمال کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔ فرماتے ہیں:—

"حضرت غوث العلمین «قلعۂ ولایت» میں متحصن ہو کر مصروف عبادت تھے۔ «خزانۂ کرامت» زانو کے نیچے، «تخت ارشاد» مسندگاہ، قصرِ قطبیت مسکن اور غوثیتِ عظمیٰ کا تاج سر پر جگمگا کر دنیا کو رشد و ہدایت کی دعوت دے رہا تھا"۔

عراقیؒ کہتا ہے۔

شیخِ شیوخِ جہان قطبِ زمین و زمان
غوثِ همه انس و جان مالکِ تتقِ رقاب

* مخدوم عبدالرشید از ملتان در شهر سهر پور رسید آنجا شیخ نصیرالدین صاحبِ مراتب و کشف بود بخدمت ایشان ملاقات فرمودند۔ شیخ فرمود که "شما از کجا مے آیند" مخدوم فرمود که از خطۂ دارالامان ملتان" فرمودند که "شیخ بهاءالدین راسے دانید؟"

ایشان عرض کردند که برادر عمزاده این فقیراست الحال از بیت‌اللہ در ملتان رسیده، بمجرد شنیدن برخاست در کنار گرفت و معذرت بسیار کرد۔

ازانجا به تبریز در خدمت سید حسینی که برادر حضرت جلال‌الدین تبریزی و درشهر تبریز صاحبِ کشف و کرامات و زبدۂ مشائخِ اکبر بود شرف ملاقات حاصل شد۔ شناخته بسیار توجه فرمودند و گفت اے عبداللہ! کیفیت برادرم شیخ بهاء الدین بفرمائی! عرض کردم که اوشان در ملتان جنت المکان جمعیت دارند۔ الی آخره

(منبعِ البرکات از شیخ شرف‌الدین قریشی)

Marfat.com

ناشرِ علم الیقین ، کاشفِ عین الیقین
واجیِ حقّ الیقین ، مہدی ہادی خطاب
در نظرِ همتش هر دو جهان نیم جو
در کفِ دریاء ششِ هفت فلک یک حباب
سالکِ مجذوب را بر در او باز گشت
طالبِ مطلوب را از در او فتح باب
قطرهٔ انعامه ، روح قلوب الصدور
تربتِ اقدامهٗ کحلِ عیون المعاب

محبوب الٰہی نظام الدین اولیا دھلویؒ جو سلسلہ چشتیہ میں بجائے خود شیخ الکل ہیں فرماتے ہیں۔

"شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ نے درویشی کے ستر ہزار علوم طے کر لئے تھے۔ اور ان تمام پر اپنے عمل کو حدّ کمال تک پہنچا دیا تھا۔ انہیں روحانی قوت اتنی حاصل ہوگئی تھی۔ کہ اگر آسمان کی جانب نظر اٹھاتے۔ عظمت عظیم بے حجاب مشاھدہ کرتے اور اگر زمین پر نظر کرتے تحت الثریٰ کی چیزیں دکھائی دینے لگتیں" *

یہ تو حضرت غوث کا روحانی مرتبہ تھا۔ سیاسی اثرونفوذ کی یہ کیفیت تھی۔ کہ سلطان ناصرالدین قباچہ جو سندھ اور ملتان کا مطلق العنان فرمانروا تھا۔ آپ سے خطرہ محسوس کرنے لگا تھا۔ اور آپ کے اثر کو کم کرنے کے لئے ہی اس نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو ملتان میں قیام کرنے کی درخواست کی تھی۔ مولانا قطب الدین کو بھی اسی

* سیر العارفین

غرض کے لئے کاشان سے طلب کر کے ملتان کی سب سے بڑی دینی درسگاہ کا صدرالصدور مقرر کیا تھا۔ لیکن اس کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی شہید محبت خواجہ بختیار کاکئیؒ نے تو یہ کہہ کر قباچہ کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ کہ یہ ولایت غوث العلمین سے متعلق ہے ہمارا یہاں رہنا مناسب نہیں۔ مولانا کاشانی حضرت کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے۔ مرعوب ہو کر دھلی چلے گئے۔ اور جب تک حضرت غوث العلمینؒ کا سایہ ملتان پر قائم رہا۔ انہوں نے بھول کر بھی ادھر کا رخ نہ کیا۔ اور قباچہ بال بچوں سمیت سندھ میں غرق ہو گیا۔ بفحوائے۔

چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد ہرآنکس پُف زند ریشش بسوزد

حضرت غوث العلمین دنیا کے بہت بڑے ولی ہونے کے ساتھ ساتھ اتنے بڑے خزانے کے مالک تھے کہ آپ کا امیری نما فقر ضرب المثل بن کر رہ گیا تھا۔ روزانہ ہزاروں علماء اور مشائخ آپ کے دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے۔ آپ کا لنگر دال چپاتی تک محدود نہیں تھا۔ بلکہ قسم قسم کے پر تکلف کھانے دستر خوان کی زینت* ہوتے تھے۔ جن لوگوں کو حضرت کے ساتھ شریک طعام ہونے کا موقع ملا ہے اُن کا بیان ہے کہ غوث العلمین کا دستر خوان طعام کی فراوانی اور عمدگی کے لحاظ سے سلاطین کے سفرہ پر سبقت لے گیا تھا۔ داد و دہش کا یہ عالم تھا۔ کہ لاکھوں درہم و دینار آتے اور بندگان خدا پر خرچ ہو جاتے ایک دفعہ مغلوں کی فوجیں گھٹا کی طرح شہر پر چھا گئیں آپ کو علم ہوا۔ تو ایک لاکھ اشرفی اپنی جیب سے دے کر ملتان کو تباہی سے بچا لیا۔ فخرالدین

* شیخ نظام الدین اولیا دھلوی فرمود کہ شیخ فریدالدین (رح) را افطار کم بودے گرچہ تپ آمدے یا فصد کردے و شیخ بہاءالدین زکریا راصوم کمتر بودے اما طاعت و عبادت بسیار بودے و ایں آیت فرو خواندے۔ یا ایھا الرّسل کلوا من طیبات و اعملوا صالحا۔ و فرمود آواز آنہا بود کہ ایں آیت در حق او درست آید (اخبار الاخیار)

گیلانی نے خواجہ کمال الدین مسعود شیروانی کی طرف سے ستر لاکھ روپے کا مال و اسباب بطور نذر پیش کیا۔ حضرت نے تین دن میں ھی وہ تمام سامان محتاجوں اور درویشوں میں بانٹ دیا۔ خواجہ آپ کے ایثار کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس پر اس نے لاکھوں روپوں کا ذاتی مال نذر گذارا۔ حضرت نے وہ بھی فقراء میں تقسیم کر دیا* بلا مبالغہ حضرت غوث العلمین ان اکابر اولیاء اللہ سے تھے۔ جن کا دل دنیا کے نفع و نقصان سے اثر قبول نہیں کیا کرتا۔ مولانا جامیؒ لکھتے ھیں۔ ایک مرتبہ حضرت خانقاہ میں تشریف رکھتے تھے۔ دفعتاً ایک خادم کو حکم دیا۔ کہ خزانے سے وہ صندوق اٹھا لا۔ جس میں پانچ ہزار اشرفی رکھی ھیں خادم نے خزانہ کے تمام صندوق دیکھ ڈالے سارا سامان درھم برھم ھوگیا۔ لیکن وہ صندوق نہ ملا۔ انجام کار جب بالکل مایوس ھوگیا۔ تو اس نے حضرت کی خدمت میں حاضر ھو کر صحیح صورت حال عرض کر دی۔

غوث العلمینؒ نے ایک لمحہ توقف کرنے کے بعد فرمایا۔ ''الحمدللہ'' چند ایام بعد آپ کے خادم خاص نے آ کر عرض کی ''حضور! وہ صندوق جو کل نہیں مل رہا تھا۔ آج سامان کے نیچے سے نکل آیا ھے۔ حضرت نے قدرے تامل کے بعد فرمایا۔ ''الحمدللہ'' حاضرین نے عرض کی۔ کہ حضرت نے صندوق گم ھونے پر بھی الحمدللہ فرمایا۔ اور مل جانے پر بھی اس میں کیا حکمت تھی؟

فرمایا۔ ''اھل اللہ کے نزدیک دنیا کا وجود اور عدم دونوں برابر ھیں۔ نہ اس کے جانے پر غم ھوتا ھے اور نہ ملنے پر خوشی!'' پھر فرمایا:—

---

* سے گویند۔ کہ موازنہ ھفتاد لکھہ تنکہ را اسباب و اجناس بود حضرت شیخ الاسلام درسہ روز آں تمام جواھر و نقود را بخلق خدا تعالیٰ ایثار فرمود، چوں خواجہ فخرالدین گیلانی ایں معائنہ دید حیران ماند و از ھراموال و منالے کہ داشت در حضرت شیخ حاضر آورد و یکبارگی از اسباب وجہاتی کہ داشت در گذشت و تمیرے نمود و اسباب خواجہ فخرالدین دو چند از فتوح ما قبل بود و در معدود ایّام حضرت شیخ آں اسباب را نیز بمصرف رسانید۔ (سیر العارفین)

" دوستو ! جس وقت خادم نے آکر صندوق کے گم ہونے کی اطلاع کی ۔ اس وقت میں نے دل پر نگاہ ڈالی ۔ اس پر رتی بھر اثر نہ پایا ۔ اس لئے "الحمدللہ" پڑھا ۔ اس کے بعد جب اس صندوق کے ملنے کی اطلاع ہوئی ۔ میں نے پھر دل پر نظر ڈالی ۔ تو اس میں پانچ ہزار اشرفیوں کے ملنے پر خوشی اور مسرت کی کوئی لہر نظر نہ آئی ۔ اس پر میں نے دوبارہ الحمدللہ پڑھا اس کے بعد وہ پانچ ہزار اشرفیاں محتاجوں اور درویشوں کو بانٹ دیں* ۔

کوئی کتنا سخی کیوں نہ ہو ۔ جب بھی وہ کوئی گراں قدر رقم کسی محتاج یا درویش کو دیتا ہے ۔ اسکی آخر نظر اس رقم پر ضرور پڑتی ہے ۔ لیکن غوث العلمینؒ کی ذات با برکات میں یہ بات بھی نہ تھی ۔ پانچ ہزار اشرفیاں بیک لحظہ خدا کے نام پر لٹا دیں لیکن اس خطیر رقم پر نظر تک نہیں ڈالی صاحب سیرالعارفین لکھتے ہیں ۔

"آں پنج ہزار دینار را ایثار اہل استحقاق ساخت و چشم التفات براں نینداخت" ۔
(ع س ٥١)

ایک دفعہ ملتان میں سخت قحط پڑا ۔ اور گندم نایاب ہو گئی حاکم شہر نے تنگ آکر حضرت کی طرف رجوع کیا غوث العلمین نے ایک انبار

* حضرت شیخ الاسلام روزے در خانقاہ خود نشستہ بودند بخادمے اشارت فرمود کہ برو صندوق حاضر کن آنکہ در وے پنج ہزار دینار سرخ است ۔ خادم بجانب خزانہ دوید و اسباب مخزن درہم پاشید نشانے ازاں صندوق ندید بالآخر چوں صندوق نیافت بحضرت شیخ (رح) رجوع آورد و واقعہ حال باز گفت کہ آں صندوق پیدا نیست حضرت شیخ اندکے تامل نمود و چشم کشودہ فرمودند الحمدللہ و چنیں گویند کہ بعد معدودے ایام خادم خاص شیخ الاسلام اعلام داد ۔ کہ فلاں صندوق کہ پسیں روزہا نایاب بود اکنوں از زیر بعضے اشیا پیدا شدہ است ۔ حضرت مخدوم زکریا در حال بہماں منوال بعد از اندک تامل الحمدللہ بر زبان مبارک راند و خادم مذکور رابطلب صندوق دواند و بحضار مجلس شریف بعبارت لطیف فرمود کہ الحمد للہ گفتن بہر دو حال بنا بر آں بود کہ پیش اہل اللہ عدم و وجود دنیا مساویست ۔ نہ از رفتن او بر نجد و نہ از آمدن او خوش دل شود ۔ (الی آخرہ)

گندم کا اسے مرحمت فرمایا اس زمانے میں یہ بخشش بہت بڑی چیز تھی۔ حاکم شہر نے خود آ کر اس انبار کو کھلوایا۔ گندم نکالی جا رہی تھی۔ کہ روپوں سے بھرے ہوئے سات کوزے پھسل پڑے حاکم نے حضرت کی خدمت میں اطلاع کی۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ہمارے علم میں تھے۔ لیکن ہم نے غلہ کے ساتھ یہ بھی آپ کو عنایت کئے اس موقعہ پر مولانا جالی کا قلم بے اختیار رقص کرنے لگتا ہے۔ لکھتے ہیں ـــ

سبحان اللہ ! چہ دلے داشت کہ ہرگز گو شۂ چشمے بدنیا
نمے گماشت و ہر کرا چیزے انعام فرمودے مبلغے
کلّی بودے

درویشوں کی تربیت

صاحب بزم صوفیہ لکھتے ہیں۔ کہ ملتان کی مدت قیام میں نہ صرف ملتان بلکہ سارا ہندوستان حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃاللہعلیہ کے فیوض و برکات کے انوار سے منوّر ہوگیا تھا اور ان کا عہد خیرالاعصار* کہا جاتا ہے شیخ محمد نور بخش مؤلف سلسلۃ الذہب نے حضرت غوث العلمینؒ کے فیوض و برکات کی تصویر اس طرح کھینچی ہے کہ :ـ

"حضرت بہاؤلدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ العزیز ہندوستان میں رئیس الاولیاء تھے علوم ظاہری کے عالم اور مکاشفات و مشاہدات کے مقامات و احوال میں کامل تھے۔ ان سے اکثر اولیاءاللہ کے سلسلے منشعب ہوئے۔ لوگوں کو رشدوہدایت فرمائی اور ان کو کفر سے ایمان کی طرف معصیت سے اطاعت کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف لائے۔ اور ان کی شان بڑی** تھی۔

---

* بحوالہ فرشتہ ج ا ص ۱۸۳

** سلسلۃالذہب کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

' بہاؤالدین زکریا الملتانی قدس سرہ کان رئیس الاولیاء ببلاد ہند و کان عالماً بعلوم الظاہرہ صاحب الاحوال و المقامات من المکاشفات والمشاہدات مرشداً ینشعب منہ کثیر من الاولیاء لہ فی الارشاد و ہدایۃ الناس من الکفر الی الایمان ومن المعصیۃ الی الطاعۃ ومن النفسانیۃ الی الروحانیۃ شان کبیر '

Marfat.com

خانقاہ مبارک کے قریب ہی ایک بڑی سرائے تھی جس میں مہمان آ کر ٹھہرتے تھے - درویشوں کو الگ الگ حجرے دئے جاتے تھے - جہاں وہ مجاہدات اور ریاضتوں میں مصروف رہتے تھے - حضرت غوث العلمینؒ دوسرے تیسرے حجروں میں پہنچ کر انکی روحانی ترقی کا جائزہ لیتے اور تربیت فرماتے - کرامات کے اظہار کو پسند نہیں کرتے تھے - اگر کوئی درویش اس امر کا مرتکب ہوتا تو اس کا سخت نوٹس لیتے تھے - حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت بخاری فرماتے ہیں - کہ ایک دفعہ حضرت غوث العلمین استراحت فرما تھے - اور علی کھو کھری حضرت کو پنکھا کر رہا تھا - اسی اثنا میں اُسے خیال آیا کہ نفل ادا کروں اس نے پنکھے کی طرف اشارہ کیا وہ چلنے لگا - حضرت غوث العلمینؒ جس وقت بیدار ہوئے دیکھا کہ پنکھا چل رہا ہے اور علی درویش نماز میں مصروف ہے - حضرت کی زبان سے بے اختیار نکلا -

یا غفور ، یا غفور یا غفور !

انبیاء کو معجزات کا اظہار واجب ہے اور اولیاء کو کرامات چھپانا واجب ہے علی کھوکھری* ! تو نے واجب کا ترک کیا** اب ہماری تمہاری دوستی نہیں نبھ سکتی ! ـــ"

غوث العلمینؒ کے فیوضات و برکات سے صرف عراقیؒ حسینیؒ اور حسن افغانؒ جیسے مردان خدا ہی بہرہ مند نہیں ہوتے تھے بلکہ ہر شخص بقدر وسعت ظرف کے مستفیض ہوتا تھا - حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا دہلوی فرماتے ہیں - کہ میرے پاس ملتان سے ایک بزرگ آئے انھوں نے فرمایا - کہ حضرت بہاؤالدین زکریا کی نوکرانیاں چکی پیسنے کے لئے بیٹھتی ہیں تو قرآن ختم کر کے ہی اٹھتی ہیں - آپ کا مؤذن بلال

* بعض نسخوں میں علی کھیری لکھا ہے ' ملتان کے مضافات میں کھیری اور کھوکھر دونو قومیں آباد ہیں خدا معلوم حضرت علی کھیری تھے یا کھوکھر

** ملفوظ المخدوم جلد اول صفحہ ۱۹ -

Marfat.com

فام تھا - حضرت اسے بلال کہ کر ہی پکارتے تھے - خدا کی شان کہ وہ بلال ثانی ہی بن کر رہا اس کا مزار ملتان شہر میں حسین آگاہی سے جنوب کی طرف محلہ بانگا بلیل* میں واقع ہے - بانگا بلیل آپ کا ہی نام ہے ''بانگا'' خالص ملتانی لفظ ہے - جو فارسی کے لفظ ''بانگ'' سے مشتق ہے - بمعنی مؤذن بلیل دراصل ''بلال'' تھا - لوگوں نے بلیل بنا دیا - جس شیخ کے درویشوں اور اس کے گھر کی نوکرانیوں کی یہ کیفیت ہو - اس کے فرزندوں کا کیا کہنا - حضرت صدرالدین عارف کے بعد غوث العلمین کی جو اولاد ہوئی - وہ ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہے -

حضرت غوث العلمین کے دو حرم تھے رشیدہ بانو اور بی بی شہربانو -

رشیدہ بانو کے بطن عفت سے شیخ صدرالدین عارف شیخ علاؤالدین محمد - شیخ شہاب الدین انوری اور شیخ برہان الدین صاحب تولد ہوئے -

اور بی بی شہر بانو سے شیخ قدوۃالدین محمد شیخ شمس الدین محمد محبوب خدا اور شیخ ضیاءالدین پیدا ہوئے - ان کے علاوہ حضرت کی دو صاحبزادیاں بھی تھیں - ایک نور بی بی اور دوسری سلطان بی بی (علیہما الرحمۃ والغفران) اور یہ دونوں رشیدہ بانو کے بطن سے تھیں - نوربی بی مولانا عراق کے حبالۂ نکاح میں آئی سید کبیرالدین عراق اسی مخدومہ کے صاحبزادے تھے - بی بی فاطمہؒ سلطان التارکین حمیدالدین حاکم سے بیاہی گئی تھیں - اس مخدومہ کے بطن سے خاندان جلیلہ کے مورث اعلیٰ شیخ نورالدین پیدا ہوئے مولانا جامیؒ لکھتے ہیں :-

کہ حضرت غوث العلمین نے صاحبزادوں کی تعلیم پر بڑے نامور اساتذہ مقرر کر رکھے تھے - اور انہیں انعام و اکرام سے نوازا کرتے تھے - اور جب حضرت گھر میں ہوتے ان بچوں کو خود بھی تعلیم دیتے تھے -

* سر زمین ملتان صفحہ ۱۷۷ -

Marfat.com

صاحب انوارِ غوثیہ فرماتے ہیں کہ :-

”حضرت صدرالدین عارفؒ کی تعلیم و تربیت اپنے قبلہ گاہ حضرت غوث العلمینؒ کی نگرانی میں ہوئی تھی - اور وہی آپ کے علوم ظاہری و باطنی کے استاد تھے - جب استاد سر بر آوردۂ روزگار ہو اور شاگرد باکمال ہو تو پھر تعلیم و تربیت کا کیا کہنا - چنانچہ تھوڑے سے عرصہ میں ہی شیخ صدرالدینؒ علم و فضل میں یگانۂ روزگار ہو گئے قرآن مجید کے آپ حافظ تھے اور علوم دینیہ میں کوئی شخص آپ کا ہم پلہ نہ تھا - جب علوم ظاہری کی تکمیل سے فارغ ہوئے تو آپ کے والد بزرگوار نے جو آپ کے پیر و مرشد بھی تھے - آپ کو علوم باطنی اور اسرارمعرفت کی تعلیم دینا شروع کی تھوڑے سے عرصہ میں والد بزرگوار کی نگاہ فیض سے وہ مقام حاصل کر لیا - جو دوسروں نے سالہا سال کے مجاہدات اور ریاضتوں کے بعد پایا تھا“ -

بے عمل مصنف کی کتاب کے مطالعہ سے اجتناب

حضرت محبوب الٰہی دہلوی فرماتے ہیں - کہ ایک مرتبہ حضرت صدرالدین عارفؒ کو استحکام نحو کی غرض سے مفصل کے مطالعہ کا خیال پیدا ہؤا - اور ایک موقع پر پدر بزرگوار کی خدمت میں اس کے پڑھنے کی اجازت چاہی* - حضرت غوث العلمینؒ نے فرمایا کہ آج رات صبر کرو تا کہ اس کے مصنف کا حال معلوم ہو جائے چنانچہ جب رات

* حضرت شیخ صدالدین درمبداء حال بحضرت پدر صاحب کمال خودعرض نمود کہ نسخہ مفصل تصنیف صاحب کشاف برائے استحکام نحو مطالعہ نماید- حضرت شیخ بہاءالملتہ والدین فرمود کہ امشب صبر نمائی کہ احوال مصنف او معلوم کنی ہماں شب در واقع دید زمخشری را کہ مصنف آں کتابست درسلاسل و اغلال کشیدہ بدوزخ مے بُرند از معائنہ ترک مفصل نمود -
—”فوائدالفواد“

Marfat.com

ہوئی تو حضرت صدرالدین نے دیکھا کہ ایک شخص کو زنجیروں میں جکڑے لئے جا رہے ہیں۔

پوچھا "یہ کون ہے"؟

کہا یہ مفصل کا مصنف زمخشری ہے اسے دوزخ میں لئے جا رہے ہیں۔

صبح کو جب حضرت غوث العلمینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا۔

"زمخشری کا حشر دیکھ لیا؟ جو کہتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا اسکی یہی سزا ہے"۔

سبحان اللہ! کیا مرتبہ تھا۔ کہ بے عمل مصنف کی کتاب کا مطالعہ بھی گوارا نہ ہوا۔

شیخ صدر الدین کا مقام

صاحب بزم صوفیہ لکھتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ صدرالدین رحمۃاللہ علیہ حضرت شیخ بہاءالدین زکریاؒ نوراللہ مرقدہ کے فرزند ارجمند تھے والد بزرگوار کی صحبت میں ہی عقلی اور روحانی تعلیم پائی تھی۔ اسی تعلیم کی بدولت اپنے زمانہ میں سر حلقۂ اولیاء سمجھے جاتے تھے ان کے والد بزرگوار کے ایک مرید امیر حسینیؒ نے آپ کے روحانی مرتبہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

آن بلند آوازۂ عالم پناہ ۔ سرور دین افتخار صدر گاہ
صدرِ دین و دولت آن مقبول حق ۔ نہ فلک ازخوان جودش یک طبق
آبِ حیوان قطرۂ بحر دلش ۔ چون خضر علم لدنی حاصلش
معتبر چون قول او افعال او ۔ ہم بیان او گواہ حال او
مقتدائے دین قبول خاص و عام ۔ دولتش گفتہ توئی خیرالانام
سلک معنی جملہ در فرمان او ۔ ہم بہ کسب و ہم بمیراث آن او*

---

* بحوالہ اخبارالاخیار، ص ۵۹

Marfat.com

مولانا جامیؒ آپ کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

آں جامعِ آثار انوار جبروت۔ آں سامعِ اخبارِ اسرار لا ہوت
آں شہسوارِ میدان فتوّت۔ آں گلنار بستان مروّت
آں شافیٔ شہود سیراللہ۔ آں نافی وجود ما سوی اللہ
آں مستِ میخانۂ مراد۔ آں گنجِ ویرانۂ ایجاد

وآں عالمِ علمِ اسرارِ معارف حضرت سلطان المشائخ شیخ صدرالدین عارف قدس سرّہ العزیز در مشائخ کبار مستثنا و ممتاز بود در خطائر انوار بوحدت دمساز ذراصل و فرع معمور در زہد و ورع مشہور در سیر وحدت صاحب معراج و در علمِ فتوّت دریائے موّاج۔ ۱۱۶۸

مولانا جامیؒ نے حضرت کی شان میں چند قصائد بھی منظوم کئے ہیں۔ ان میں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

آں گوہرِ معدنِ حق الیقیں تافتہ ...
دادہ ز پاکی بملائک صلا غرقۂ ...
لجّۂ موّاج دل پاک او عقل ...
خاک درش ازرہ عزوجلال سرمۂ چشم ... کمال
نور دلش سوئے یقیں تافتہ قرب مع اللہ زصفا یافتہ
صدرِ نشیں گشتہ بعرشِ بریں گشتہ خطابش زخدا "صدردیں"

یافت جامیؒ خوشی ازیاد او
ذکر جمیلش شدہ اوراد او

Marfat.com

گلزار حاکمی میں حضرت کے روحانی کمالات کی تعریف و توصیف ایک مُشجّر میں اس طرح کی گئی ہے :-

شیخ الاسلام شیخ صدر دین - مقتدا، زمانہ قطب زمین

والا * اسماعیل - آنکہ لفظ وے ست ما معین

فضل فضلا - آنکہ زو شرع احمد است مبین

صاحب صدر آنکہ مشتاق ویست حور العین

شیوخ - زیر اقدام اوست چرخ برین

آنکہ ولفظ اوست در ثمین

شیوخ پیر ازین

شیخ معین

متین

[illegible]

شیخ عارفؒ

مولانا جامیؒ محمد قاسم فرشتہ اور دیگر مورخین، جنھوں نے حضرت کی سیرت پر قلم اٹھایا ہے بالاتفاق لکھتے ہیں - کہ حضرت شیخ صدرالدینؒ جب کلام پاک پڑھتے یا ختم کرتے تو معرفت کے نئے نئے اسرار و رموز ان پر عیاں ہوتے تھے- اسی لئے وہ عارف کے لقب سے مشہور ہو گئے چنانچہ فرشتہ لکھتا ہے -

"وے را عارف ازاں گویند کہ ہر بار کلام اللہ ختم کردے سمند فکرت بیشتر راندے

Marfat.com

و وقتے کہ بتلاوت مشغول بودے اورا فوج فوج معانی رو نمودے‘‘*

حضرت سلطان العارفین با یزید بسطامی فرماتے ہیں۔ کہ ’’عارف باللہ‘‘ وہ شخص ہے کہ کوئی اس کے مشرب کو نہ بگاڑ سکے۔ اور جو شخص گدلا پن لے کر اس کے پاس پہنچے وہ صاف کر دے‘‘۔

نیز فرماتے ہیں۔ ’’کہ عارف اور عاشق الٰہی کا دل اس چراغ کی مانند ہے جو صاف آئینہ کی قندیل میں رکھا ہے۔ اور اسکی روشنی عالمِ ملکوت کو روشن کرتی ہے‘‘۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ جنکو دوست رکھتا ہے۔ انہیں تین خصلتیں عطا فرماتا ہے سخاوت دریا کی مانند، شفقت آفتاب کی طرح اور تواضع زمین کی مانند یہ تمام صفات حضرت صدرالدین عارف کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ لاریب یہی وہ قدسی نفوس ہیں۔ جنکے قلوب کو حق سبحانہ و تعالیٰ کا مقام کہا گیا ہے اور جنکے بارہ میں حضرت رسالت مآب روحی فداہ نے فرمایا ہے کہ ’’ان کی فراست سے ڈرو یہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتے ہیں‘‘ اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت عارف باللہؒ اللہ تعالیٰ کے نور سے ہی دیکھتے تھے**۔

* تاریخ فرشتہ ج ۲ ص ۴۰۸ اور ملفوظ المخدوم کے صفحہ ۵۰۸ پر حضرت مخدوم جہانیاں رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ عارف صدرالحق کو ہر بار کلام اللہ پڑھنے میں دوسرے معانی ظاہر ہوتے تھے۔ سوائے ان معانی کے جو اس سے پہلے ظاہر ہوئے تھے۔ ایک دن انہوں نے شیخ کبیر (حضرت غوث العالمین) سے عرض کی۔ کہ اگر اجازت ہو تو ان معانی کو حیطۂ تحریر میں لے آؤں حضرت نے منع فرمایا۔ کہ لوگ سمجھ نہیں سکینگے۔ اور چونکہ یہ معانی بجائے خود درست ہونگے اگر کسی نے انکار کر دیا تو گناہگار ہوگا۔

** صبح و شام اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہنے کے سبب ان لوگوں کے قلوب آئینہ کی طرح صاف شفاف ہوتے ہیں۔ اور ان میں انوار الٰہی کا عکس پڑتا ہے۔ جنکی بدولت ان میں صفاتِ الٰہیّہ پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس طرح آئینہ سورج کے عکس سے روشن ہو جاتا ہے اسی طرح قلبِ مؤمن بھی ان انوار سے جگمگا اٹھتا ہے۔
(مقدمہ شیر ربانی صفحہ ۹)

کتخدائی

Marfat.com

حضرت غوث العلمین قدس سرہٗ العزیز کے سات صاحبزادے تھے۔ سب متاہل اور کنبہ والے تھے لیکن حضرت صدر الدین عارفؒ کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی تھی۔ حضرت غوث العلمینؒ شفقت پدری اور محبت قلبی کے سبب فرماتے " بابا صدرالدین ! تمہیں نکاح کر لینا چاہئے مگر حضرت عارف مسکرا کر عرض کرتے۔ حضور شادی کے لئے کافی وقت پڑا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ اور بے فکری سے عبادت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت غوث زماں دیکھ رہے تھے کہ عارف باللہ کی جبین اقدس سے رہ رہ کر نور قطبیت منعکس ہوتا ہے وہ آفتاب قطبیت کے طلوع ہونے کے منتظر تھے۔ ادھر عارف دوراں تھے۔ کہ طبیعت شادی کی طرف مائل ہی نہ ہوتی اگرچہ قبلہ گاہ کے ادب و احترام کی وجہ سے علانیہ انکار نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن یہ جواب انکی دلی ناپسندی کا روشن عکس تھا۔ حضرت عارف باللہ اس وقت ستائیس برس کے نوجوان تھے۔ غوث العلمین کی آنکھوں کے نور اور انتہائی حسین و جمیل۔ ملتان شہر کے ہزاروں گھر انہیں دامادی میں لینے کے لئے بیقرار تھے۔ لیکن عارف باللہ تھے۔ کہ شادی کے نام سے ہی کوسوں دور بھاگتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ آپ مقام ناسوت طے کرنے کے بعد " ملکوت " اور " جبروت " کے مقامات تک پہنچ چکے تھے۔ روحانی و ملکی صفات کے مالک تھے۔ اور پانچوں نمازیں خانہ کعبہ میں ادا کرتے تھے۔

مقام ملکوت کی تعریف

صاحب مرأت المناقب لکھتے ہیں۔ کہ جب سالک صدق دل سے شیخ کی راہنمائی میں کثرت مجاہدہ اور ریاضت سے مقام ناسوت طے کر لیتا ہے۔ اور مقام ملکوت میں داخل ہوتا ہے۔ تو اس سے بشری صفات دور ہو جاتی ہیں اور ملکوتی صفات ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ اس مقام پر اسے ایک عجیب سیر حاصل ہوتی ہے جسے سلوک کے لفظ

Marfat.com

سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسکی دو اقسام ہیں ایک سیرالی اللہ:۔یہ مقام ناسوت کی ذیل میں ہے۔ اسکی حدود مقرر اور منضبط ہیں۔ اس میں سالک اس امر کی کوشش کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو پہچانے۔ اور اس ذات پاک کا پہچاننا یہ ہے کہ یقین جانے کہ خدا ایک ہے اور ابتداء و انتہا سے پاک ہے وہ صفتوں کا منتہا ہے۔ بلکہ اس کا درجہ خارج از صفات ممکن البیان ہے۔ جب ان سب باتوں کو یقین کے ساتھ جان لیتا ہے۔ تو اُسے سیرالی اللہ* کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

دوسرا مقام سیر فی اللہ ہے۔ اسکی حدود مقرر نہیں ہیں۔ اور یہ مقام ملکوت سے متعلق ہے۔ جب سالک سیر الی اللہ کے مدارج طے کر کے حق کو پہچان لے۔ اور پھر اس قدر ترقی کرے کہ ذات و صفات اور افعال حق کا مشاہدہ کرے علم و حکمت حاصل کر لے اور کیا ملکوت کیا جبروت کوئی چیز اس پر پوشیدہ نہ رہے۔ اس کا نام سیر فی اللہ ہے۔

رموزالواصلین کی تصریحات

صاحب رموزالواصلین لکھتے ہیں۔ کہ جب سالک مقام ملکوت پر پہنچتا ہے۔ تو اس میں یہ طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ وہ ایک آن واحد میں بلا کسی تکلیف ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر لیتا ہے۔ گویا زمین اسکی محکوم بن جاتی ہے۔ جب وہ کسی مقام پر جانا چاھتا ہے۔ زمین کی طنابیں

* چون سالک صادق و طالب واثق بکثرت ریاضت و مجاهده و عون شیخ کامل اکمل از مقام ناسوت عبور نموده بمقام ملکوت رسد، صفات بشری ازو زائل شود و بصفات ملکی ممتاز گردد پس او را درون مقام سیر حاصل مے شود که سلوک عبارت از واست و آن برد و نوع است

اول سیر الی الله :۔وآن تابع مقام ناسوت است ۔ اورا نهایت (انجام وحدود) باشد یعنی سالک جهد کند تا خدائے تعالیٰ رابشناسد و شناختن حق آنست که یقین داند خدائے تعالی یکیست بدایت و نهایت ندارد بصفات موصوف است چون این بیقین دانست سیرالی الله حاصل شد۔

دوم سیر فی الله :۔ که نهایت ندارد و این متعلق بمقام ملکوت است یعنی سالک بعد از شناخت حق چندان سیر کند که ذات صفات و افعال حق رابشناسد و علم و حکمت دریابد" چنانچه از ملکوت و جبروت بروے هیچ پوشیده نماند۔
(مرأت المناقب)

Marfat.com

کھچ جاتی ھیں - اور وہ طرفۃالعین میں اس مقام سے ھو آتا ھے رموز کے اصل الفاظ یہ ھیں :-

''چون سالک بمقام ملکوت مے رسد میتواند کہ
بمشیٔ اقدام ظاھر یعنی برفتن قدمھائے ظاھری در
زمان واحد زاقلیمے با قلیمے رَود و باز آید و این
از کرامت بود کہ رگھائے زمین در کشد بر
آں مقام. کہ خواھد برسد و باز آید'' ۔

صاحب رموز نے مزید وضاحت کے لئے چند تمثیلات درج کی ھیں - لکھتے ھیں - کہ ایک دفعہ کسی درویش مسافر نے حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر ؒ کی خدمت میں بیان کیا - کہ میں نے فلاں مقام پر ایک درویش بڑا صاحبِ کمال دیکھا ھے - حضرت گنج شکر ؒ نے فرمایا ذرا بیٹھئے، یہ کہ کر اٹھے جوتا پہنا اورباھر نکل گئے - تھوڑی دیر بعد واپس تشریف لائے کفش مبارک گرد آلود ھو رھا تھا - فرمایا - میں نے اس درویش کو دیکھا ھے - نیک آدمی ھے - مگر ایسا نہیں جیسا کہ آپ بیان کرتے ھیں* ۔

سیرِ عارف ھر زماں تا تخت شاہ - سیرِ زاھد بعد ماہ یک روزہ راہ

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری قدس سرہ العزیز فرماتے ھیں - کہ صغرِ سنی کی حالت میں مجھے اپنی دادی کی ھمشیرہ کے گھر جانے کا اتفاق ھؤا - اُس کے میاں حضرت عبدالرحمان ''عالمِ ملکوت'' رکھتے تھے - نیز فرمایا - کہ عالم ملکوت ''عالم سماوی'' کو کہتے ھیں - کہ اس مقام کے سالکین آسمان پر جا سکتے ھیں - میں نے دیکھا کہ وہ میرے سامنے سے

* وقتے مسافرے بخدمت شیخ الاسلام فریدالدین گنج شکر آمدوصفت درویشے بسیارے کرد کہ در فلاں اقلیمے ایں چنیں مردے را دیدہ ام - شیخ الاسلام فرمود بارے بنشیں کفش در پائے مبارک کرد و بروں رفت ھاں زماں کفش گرد آلودہ در آمد و فرمود آں مرد راہ دیدہ ام مردے صالح و مشغول است فاما آنچناں کہ تو مے گوئی نیست ۔
(رموزالواصلین)

Marfat.com

گذرے اور غائب ہو گئے - کچھ دیر بعد دفعۃً آ گئے۔ میں نے معلوم کر لیا کہ عالمِ ملکوت رکھتے ہیں -

انکی بی بی نے کہا - ''دروازہ مکان کا بند ہے- لیکن آپ تھوڑی دیر پہلے یہاں موجود نہیں تھے سچ بتائیے کہ آپ کہاں چلے گئے تھے ؟''

حضرت نے فرمایا - ''مجھے آسمان میں لے گئے تھے - پھر میں بہشت میں گیا - اپنے محل میں تخت پر بیٹھا مجھے وہیں یہ خوشخبری دی گئی۔ کہ تو مع اپنی بی بی کے اس محل میں رہے گا '' -

مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں- کہ یہ تقریر دعا گو کے روبرو ہوئی کیونکہ میں بچہ تھا۔ اس لئے مجھ سے نہ چھپایا*اس کے بعد فرمایا کہ ''ملک'' روئے زمین کے تصرف کو کہتے ہیں - اور ''ملکوت'' تصرف آسانی ہے -

اسی کتاب کے ایک اور مقام پر شیخ جلال الدین خندان روؒ کا اسی قسم کا تذکرہ ملتا ہے - مخدوم جہانیاںؒ نے فرمایا - کہ شیخ جلالؒ ہر وقت باوضو رہتے تھے - ایک دن گھر میں پانی نہ تھا - شیخ نیند سے بیدار ہوئے تو نماز میں مصروف ہوگئے - ایک مرید نے عرض کی - ''حضور نے وضو تو نہیں کیا'' !

نزدیک بلا کر فرمایا - '' گھر میں پانی نہیں تھا - میں دریا سے وضو کر آیا ہوں'' -

مخدوم جہانیاںؒ فرماتے ہیں - اس وقت دریا دور تھا - اب نزدیک بہتا ہے ایک عقیدتمند نے عرض کی کہ ''حضور ! جو اهل الله عالم ملکوت میں ہونے کے باعث کسی دوسرے مقام کی طرف چلے جاتے ہیں انکی جگہ تو خالی رہتی ہوگی !''

فرمایا - ''الله ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اسکی جگہ موجود رہتا ہے اگر کوئی بولے تو وہ اس کی زبان سے جواب دیتا ہے''** -

* ملفوظ المخدوم صفحہ ۶۱۸
** ملفوظ المخدوم صفحہ ۶۰۹

Marfat.com

عالم ملکوت کی دوسعید روحیں

الغرض حضرت صدر الدین عارفؒ کو یہ مقام حاصل تھا ۔ اور وہ بالالتزام خانہ کعبہ میں حاضر ہو کر طواف کرتے اور جماعت کے ساتھ نمازیں ادا کرتے تھے ۔ ان دنوں فرغانہ کی ایک شہزادی بی بی راستی بھی مقام ناسوت طے کرکے عالمِ ملکوت میں داخل ہو چکی تھی ۔ اور وہ بھی ہر روز خانہ کعبہ میں حاضر ہو کر نماز ادا کرتی اور باقی وقت طواف میں مصروف رہتی تھی ۔ شہزادی کے والد سلطان جمال الدین خود ایک صاحبِ کمال عالم تھے انہوں نے شہزادی کا نکاح کرنا چاہا تھا ۔ مگر معصومہ نے یہ کہہ کر ٹال دیا ۔ کہ یہ کام آپ تقدیر الہٰی پر چھوڑ دیں ۔ اتفاق سے ایک مرتبہ طواف کی حالت میں شہزادی نے ایک جوان کو دیکھا کہ اسکی پشت سے رہ رہ کر نور کی شعاع منعکس ہوتی تھی ۔ شہزادی نے خدا داد فراست سے معلوم کر لیا ۔ کہ یہ ’’شعاع نور‘‘ کسی قطب وقت کی علامت ہے جو اس باکمال انسان کی صُلب میں جلوہ افروز ہے چنانچہ جب حضرتؒ صدر الدین طواف سے فارغ ہوئے تو شہزادی صاحبہ نے نقابِ عصمتِ الہٰی اور حجابِ عفتِ نامتناہی میں آپ سے پوچھا ۔

کہ آپ کون ہیں ۔ اور آپ کا وطن شریف کہاں ہے ؟

حضرت نے فرمایا ۔ یہ فقیر اسدی القریشی ہے اور وطن دارالامان ملتان ہے ۔

شہزادی نے عرض کی ۔ وہی ملتان ! جہاں زبدۃ الکاملین، قدوۃ الواصلین شیخ بہاء الدین زکریا سکونت رکھتے ہیں ؟

آپ نے فرمایا ۔ جی ہاں ! یہ نیاز مند حضرت شیخ الاسلام کا ہی فرزند ہے ۔‘‘

پوچھا ۔ آپ کا اسم شریف ؟

فرمایا ۔ صدر الدین محمد !

Marfat.com

شہزادی نے کچھ دیر سکوت کے بعد پھر عرض کی۔ کہ کیا آپ کی شادی ہو چکی ہے ؟

فرمایا۔ نہیں — !

عرض کی

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ

حدیث پاک ہے اس کے مطابق ”اگر آپ شادی کرنا چاھیں تو ایک موزوں رشتہ آپ کو مل سکتا ہے۔“

حضرت عارف با اللہ بخوبی سمجھ رہے تھے کہ ”موزوں رشتہ“ سے شہزادی کا مطلب کیا ہے۔ انہوں نے مسکرا کر فرمایا کہ ”یہ معاملہ حضرت مخدوم العالم سے متعلق ہے۔ وہ جب فرمائینگے اور جس کے لئے فرمائینگے میں بلا تامل قبول کر لونگا۔“ شہزادی جب زیارت و طواف سے فارغ ہو کر فرغانہ واپس پہنچی تو اس نے یہ تمام کیفیت اپنے والد ماجد سے بیان کر دی وہ اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور ایک دن ریاست کا انتظام وزیروں امیروں کے سپرد کرکے ملتان کو چل دیئے۔

فرغانہ کا شاھی خاندان ملتان میں

صاحب مرأت المناقب کا بیان ہے کہ ہر منزل پر جہاں نزول اجلال ہوتا۔ کنواں احداث کرکے خدا کی راہ میں وقف کر دیا جاتا*۔ اسی طرح منزل بمنزل کوچ کرتا جب یہ شاھی قافلہ ملتان کے قریب پہنچا۔ تو حضرتِ غوث العلمین مع صاحبزادگان و اکابر خلفا استقبال کے لئے شہر سے باھر نکلے۔ جہاں اس وقت اُمّ المریدین بی بی پاک دامنؒ کا مزار ہے۔ ان دنوں اس جگہ عالیشان محل اور خوشنما باغ تھا۔ یہاں حضرت غوث کی طرف سے سلطان کی رھائش کا انتظام کیا گیا۔

* در ہر منزل و مقام کہ در راہ وارد مے شد چاہ نو احداث نمودہ وقف مے فرمودند۔ (مرأت المناقب)

Marfat.com

کچھ عرصہ بعد سلطان نے اس کی ملحقہ اراضی کو خرید کر چاہ احداث* کرایا - اور رھائش کے لئے مکانات تعمیر کرائے حضرت غوث العلمین کے امیری نما فقر کی شہرت اگرچہ وہ فرغانہ سے سن کر آئے تھے - پھر بھی کسی خیال کے پیش نظر ایک تھال زر و جواھر سے بھروا کر ھمراہ لے گئے - اس وقت حضرت غوث العلمین حجرہ شریف میں مصروف عبادت تھے - جب خدام نے یہ خزانہ نظر اشرف سے گذارا - تو حضور نے مطلقاً التفات نہ فرمائی - اپنے مصلی کا کنارہ اٹھا کر سلطان سے کہا - ذرا ادھر توجہ کیجئے - فرغانہ کے تاجدار نے نظر اٹھائی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے - کہ مصلی کے نیچے جواھرت کا ایک بحر عمیق موجیں لے رھا ھے - سلطان بے حد نادم ھوا اور ملازمین سے اشارہ کیا - کہ تھال واپس لے جاؤ** دوسرے دن پھر ملاقات ھوئی - اور گفتگو کے دوران میں اس قدر اسرار و معارف بیان ھوئے - کہ سلطان حضرتؒ کا عاشق زار ھو گیا - عشاء کی نماز کا وقت ھو چکا تھا - حضرت غوث العلیں بالا خانے سے اتر کر مسجد میں تشریف لائے اور نماز کی امامت فرمائی - اوراد اذکار کے بعد حسب معمول تخلیہ*** ھوا - اور حضرت کے اکابر خلفاء اور تمام فرزند حلقہ بنا کر دوزانو ھو بیٹھے - سلطان نے عرض کی - کہ حضور

* آجتک یہ معمول چلا آتا ھے کہ جو مرید کالے کوسوں کا سفر طے کرکے زیارت کو حاضر ھوتے ھیں پہلے اس کنویں سے غسل کرتے ھیں - پھر ام المریدین کے روضہ مبارک پرحاضری دیتے ھیں - بی بی صاحبہ کا ارشاد ھے کہ جو کوئی اس کنوئیں سے غسل کرتا ھے - اور اپنے کپڑے دھوتا ھے - اسکے گناہ ساقط ھو جاتے ھیں - اور دل صاف اور منور ھو کر خناس کے وسوسہ سے پاک ھو جاتا ھے -

(مرآت المناقب)

** طبقے پراز زروجواھر و یاقوت و زمرد غیر آں آورد و بخدمت شیخ الاسلام گذرائید - شیخ ھیچ التفات نہ کرد گوشہ مصلی کہ بر آں نشستہ بودند برداشتند و فرمودند کہ سلطان جمال الدین نظر کن - چوں سلطان فرود مصلیٰ نظر کرد دید کہ بحریست عمیق و عظیم پراز مروارید مکنوں و لعل و جواھر و یاقوت و زر سرخ آمیختہ جاریست، سلطان از مشاھدۂ ایں حال در حیرت شد، شرمسار گردیدوآں طبق را باز حوالہ خازنانِ خود نمود -
(مرآت المناقب)

*** بعد از فراغ نماز و مراقبہ و اوراد معمولہ صحبت شد جملہ فرزندان و خلفائے نامدار حاضر بزانوئے ادب نشستہ الخ -
(مرآت المناقب)

Marfat.com

اس خادم کی ایک عاجزہ ہے - اپنی اولاد میں سے کوئی مخدوم زادہ مرحمت فرمائیے - تاکہ اسکی غلامی میں دے ڈالوں -

حضرت نے فرمایا - میرے تمام لڑکے اس وقت حاضر ہیں جسکو اپنی فرزندی میں لینا چاہیں آپ مختار ہیں - سلطان نے حضرت صدر الدین عارف کی طرف اشارہ کیا - غوث العلمین تو نور باطن سے سب کچھ معلوم کر ہی چکے تھے - مسکرا کر عارف باللہ کی طرف توجہ فرمائی گویا معلوم کرنا چاہتے تھے - کہ کیا یہ رشتہ تجھے منظور ہے ؟

عقدِ نکاح

شرم و حیا نے اس عمر میں بھی زبان پر قفل لگا رکھا تھا۔ جواب میں ادب و احترام سے اٹھ کر پدر بزرگوار کے قدم شریف پر بوسہ دے دیا* - دونوں طرف مسرت و انبساط کی ایک لہر دوڑ گئی حضرت نے سلطان کی طرف متبسم ہو کر دیکھا اور فرمایا مبارک ! ساتھ ہی خدام کو اشارہ کیا کہ مٹھائی اور تل لے آئیں - اسی مجلس میں ایجاب و قبول کی رسم ادا ہوئی اور حضرت نے اپنی زبان مبارک سے نور العین صدر الدین عارف کا سلطان کی صاحبزادی بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا سے نکاح پڑھا - اور مسنون خطبہ تلاوت فرمایا - اسی وقت ظاہر اور باطن کی دنیا سے تہنیت اور مبارک باد کی صدا بلند ہوئی** - اس کے بعد سلطان جمال الدین نے شہزادی کا ھاتھ حضرت شیخ الاسلام کے دست مبارک میں دے کر فرمایا ”من ایں عاجزہ را مسلمان زفاف نمودم روزِ قیامت مسلمان سے خواهم“

* پس آنگاہ نظر مبارک بجانب شیخ صدرالدین نمود شیخ صدرالدین(رح) برخاست و تسلیمات بتقدیم رسانید و قدم مبارک بوسید -

** شیخ الاسلام بخدام اشارہ فرمود تا قند و شیرینی و کنجد رسمیات شرعیہ عقد حاضر آورند۔ همدراں مجلس شیخ الاسلام بزبان مبارک عقد نکاح شیخ صدرالدین محمد وسلطانتہ المشائخ حضرت بی‌بی راستی پاک دامن بنت سلطان جمال الدین بستند و خطبہ مسنون بخواندند - همیں وقت از عالم ظاهر و باطن آوازۂ تہنیت و مبارک باد برآمد - (مرأت المناقب)

حضرت غوث العلمین نے بی بی صاحبہ کے سر پر ھاتھ رکھ کر فرمایا۔ ''این فرزند من است، انشاءاللہ مسلمان خواھد بود'' اس کے بعد سلطان نے اجازت چاھی اور اپنے وطن کو روانہ ہو گئے۔

شہزادی کا ذکر تصوّف اور سیرت کی کتابوں میں بار بار آتا ھے مولانا جمالی لکھتے ھیں۔

'' والدہ مبارکِ او (قطب الاقطاب رکن الدین قدس سرہ)
بی بی راستی نام داشت، اُو نیز در راستی و درستیِ دین
رابعۂ عصر بودہ وحفظ قران بتمام و کمال داشت
وھرروز یک ختم کلام اللہ و ظیفہ داشت وارادت بُخسرِ
خود شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ مے داشت''*

المختصر جو خاتون عالم ملکوت طے کر چکی ہو۔ اس کے روحانی مراتب کا کیا کہنا۔ لیکن بایں ھمہ اسکی خانگی مصروفیات پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔

محلسرائے غوثیہ میں یتیم بچیوں، بیوہ اور بے کس عورتوں کے علاوہ بڑے بڑے امراء کی بہو بیٹیاں بھی دینی مسائل سمجھنے کے لئے آمد و شُد رکھتی تھیں۔ ان سب کے قیام و طعام کا انتظام شہزادی کے سپرد تھا۔ محل میں جس قدر لونڈیاں اور خادمائیں تھیں ان میں اکثر عارفۂ روزگار تھیں صبح کو جب چکی پیسنے بیٹھتیں تو قرآن ختم کرکے اٹھتی تھیں۔ ان سب پر بی بی کی کڑی نظر رھتی تھی۔ ان مصروفیات کے باوجود اپنے باکمال خسر اور نامور شوھر کے لئے کھانا خود تیار کرتیں۔ میاں نوافل و اوراد سے فارغ ھو کر محل میں تشریف لاتے تو انہیں مُٹھیاں بھرتیں۔ اور اگر سردی کا موسم ھوتا تو تہجد کے لئے وضو کا پانی بھی خود گرم کرتی تھیں۔

* سیر العارفین

Marfat.com

قطب الاقطاب کی ولادت

حضرت غوث العلمین کے گھرانے میں یہ رسم چلی آتی تھی کہ ہر قمری مہینے کی پہلی رات کو حرم غوثیہ کی تمام مخدرات عصمت حضرت کی زیارت کو حاضر ہوا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ جب تمام بہو بیٹیاں حاضر ہوئیں۔ تو حضرت معمول کے مطابق بیٹھے رہے۔ لیکن جب بی بی راستی شرف پابوسی حاصل کرنے کی غرض سے آگے بڑھیں۔ تو حضرت سروقد کھڑے ہوگئے۔ بی بی صاحبہ کو تعجب ہوا کہ حضرت نے خلاف معمول یہ تکلف کیوں فرمایا۔ غوث العلمینؒ نے کشف کے ذریعے شہزادی کے اس دغدغہ کو محسوس کرلیا ارشاد ہوا:۔

"بیٹی! یہ تعظیم اس شخص کے لئے ہے جو اس وقت تیرے بطن عفت میں مستور ہے۔ وہ جہان کا قطب الاقطاب اور ہمارے خاندان کا چشم و چراغ ہوگا"

شہزادی نے جب یہ مژدۂ حیات بخش سنا تو اس نے خوشی میں گھر کا سارا اثاثہ خیرات کر دیا۔ ۹ رمضان المبارک ۶۴۹ھ بروز جمعہ شیخ العارف کے مشکوئے معلی میں وہ آفتاب ولایت طلوع ہوا جس کی خاطر بی بی راستیؒ نے اپنا وطن عزیز اور خویش و اقارب چھوڑ کر ملتان کا سفر اختیار کیا تھا۔ ہر طرف سے مبارک سلامت کی صدا بلند ہوئی اور خادمائیں مولود مسعود کو نہلا دھلا کر حضرت غوث العلمینؒ کی خدمت میں لے آئیں۔ آپ نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہی اور رکن الدین نام رکھا۔ صاحب مرأت المناقب لکھتے ہیں۔ کہ قطب الاقطاب رکن الدینؒ قدس سرہ العزیز کو بی بی راستی جب

دودھ پلاناچاہتیں۔ تو وضو کرکے قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دیتیں قطب الاقطاب کلام ربانی سن کر بے حد مسرور ہوتے نیز اگر مؤذن کی آواز کانوں میں پڑ جاتی تو دودھ پینا چھوڑ دیتے اور نہایت توجہ سے پوری اذان سماعت فرماتے۔ آپ نے بولنا سیکھا تو سب سے پہلے لفظ ''اللہ'' زبان مبارک سے ادا ہوا۔ جب عمر شریف چار سال چار ماہ اور چار دن کی ہوئی۔ تو شیخ صدرالدین عارف باللہ نے اپنے جگر گوشہ کو قرآن مجید حفظ کرانا شروع کیا۔ چنانچہ بارہ سال کی عمر میں آپ نے اس صحیفۂ ربانی کو تجوید، ترتیل اور علم قرآت کے جملہ قواعد وضوابط کے ساتھ حفظ فرمالیا۔ اور مجاہدہ و مراقبہ میں اس قدر جوش اور جفا کشی آپ سے ظہور میں آئی۔ کہ کشف قلوب، کشف قبور، طے لسان، طے ارض کے رموز و نکات آپ پر منکشف ہوگئے۔ صاحب بزم صوفیہ بحوالہ مراۃ الاسرار لکھتے ہیں۔ کہ حضرت قطب الاقطاب حضرت غوث العلمینؒ اور شیخ العارفؒ کا اس قدر ادب کرتے تھے۔ کہ شرم و حیا سے نہ سراونچا کرتے اور نہ آنکھیں چار ہوتیں۔ اور نہ ہی ان کے سامنے بلند آواز سے کلام کرتے۔ ہروقت دو زانو رہتے۔ چنانچہ خواجہ شمس الدین سبزواری نے اسی ادب سے اثر اندوز ہوکر آپ کو رکن الدین عالم کا لقب عطا فرمایا تھا۔ جو مختصر ہوکر رکن عالمؒ رہ گیا۔ *

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ :۔

''انہی دونو بزرگوں (حضرت غوث العلمینؒ اور شیخ صدرالدین عارفؒ) کے فیض صحبت سے انہوں نے صوری اور معنوی کمالات حاصل کر لئے تھے۔ حلم، تواضع، شفقت، علم، موافقت۔

* بزم صوفیہ صفحہ ۲۶۳

بشاشت، مروت، عفو، حیا، وقار، حسن ظن اور تصغیر نفس جملہ صفات ان میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ اور انہوں نے مکاشفہ و محاسبہ سے اتنے مدارج طے کر لئے تھے۔ کہ ان کو مخزن مشہود الٰہی منبعِ جودِ لامتناھی۔ ادریسِ خلوتِ وحدت، برجیسِ برجِ معرفت، گوھرِ معدنِ صفات لا ریب، لولوئے سبحۂ دریائے غیب، زبدۃ المشائخ، مفتاحِ قفلِ حق الیقیں کے القاب سے یاد کیا جانے لگا*۔

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ برادرم شیخ الاسلام شیخ رکن الدین ابوالفتح فیض اللہ تمام نعمت و کمالیت میں مرد کامل اور جہاد مراتب و مقامات میں حق کو پہنچے ہوئے تھے۔ اور یہ تمام برکت آن کے جدِّ امجد شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا کبیرؒ کی توجہ اور فیض صحبت کا نتیجہ تھی۔ اور خداوند تبارک و تعالیٰ نے انہیں غوثیت اور قطبیت کے مراتب بطنِ مادر میں ھی عطا کر دئیے تھے۔**

بی بی راستیؒ کا حیرت انگیز ایثار

حضرت قطب الاقطاب جب چار سال کے ہوئے۔ تو ایک دن شیخ العارفؒ نے بی بی راستیؒ سے فرمایا کہ "اے نیک بخت!

---

* بزم صوفیہ بحوالہ سیرالعارفین۔

** شیخ نظام الدین فرمود کہ برادرم شیخ الاسلام رکن الدین درتمام نعمت و کمالیت مردِ کامل ودر جہادِ مراتب و مقامات بحق رسیدہ وآن جملہ از نظر کیمیا اثر جدِّ خود شیخ الاسلام شیخ بہاءالدین زکریا کبیر حاصل کردہ و خداوند تبارک و تعالیٰ او را مراتبِ غوثیت و قطبیت ہم در بطنِ مادرِ محترمہ عطا فرمودہ بودند۔ (فوائد الفواد)

Marfat.com

ابھی فیاضِ ازل نے مجھے اوز اولاد عنایت کرنا ہے ۔ مگر وہ تیرے شکم سے پیدا نہیں ہوگی'' ۔ اس سے بی بی کو فکر لاحق ہؤا ۔ اور اس نے فیصلہ کر لیا ۔ کہ میں اپنے میاں کی دوسری شادی کر دوں !''

اس زمانے میں شہر کے قاضی القضاۃ کا گھرانہ زھد و ورع میں خاص شہرت رکھتا تھا ۔ اسکی ایک لڑکی تھی ۔ جو شکل و صورت اور علم و فضل میں یگانۂ روزگار تھی ۔ بی بی راستیؒ نے قاضی صاحب کے گھر میں پیغام بھیجا کہ ''یہ بچی آپ میری تولیت میں دے دیں ۔ تا کہ میں اسے تربیت کروں اور علم و دانش سکھاؤں'' قاضی صاحب بڑے خوش ہوئے ۔ اور سرِ شام بچی کو پالکی میں ڈال مخدومۂ مومنات کی خدمت میں لے آئے ۔ اور عرض کی کہ ''یہ آپ کی خادمہ ہے ۔ اسے علم پڑھائیے ۔ اور جہاں جی چاہے شادی کر دیجئے ۔ لیکن زندگی بھر اپنے قدموں سے دور نہ فرمائیے ۔ اور جو مناسب نظر آئے کیجئے میں راضی خدا راضی !''۔ چنانچہ بی بی نے اس مستورہ کو اپنی آغوش شفقت میں لے کر ایسی تربیت کی کہ اسے راستیِ ثانی بنا دیا ۔ جب اس مریم صفات بی بی کی تعلیم و تربیت سے کامل طور پر اطمینان ہو گیا ۔ تو ایک دن جب شیخ العارف آرام فرمانے کے لئے خلوت خانے میں تشریف لائے ۔ بی بی نے یہ تمام معاملہ اُن کے سامنے رکھ دیا ۔ حضرت عارف باللہؒ بی بی پاکدامنہ کے اس ایثار پر حیران رہ گئے ۔ اور اُن کے اس اقدام پر بڑی تحسین و آفرین کی ۔ بچی قاضی صاحب کے

Marfat.com

گھر پہنچا دی گئی ۔ اور پھر حضرت عارف باللہؒ نکاح پڑھوا کر اپنی محلسرا میں لے آئے ۔ اس خاتون سے حضرت شیخ العارفؒ کے دوسرے صاحبزادے شیخ عماد الدین اسمعیلؒ پیدا ہوئے* ۔ جن سے حضرت کی اولاد کا سلسلہ اکناف عالم میں پھیلا ۔ ان کے بعد ایک اور صاحبزادے شہاب الدین تولّد ہوئے ۔ مگر وہ عالم طفلی میں ہی فوت ہو گئے ۔ شیخ عماد الدین اسمعیلؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی ۔ جب شیخ العارف کا وصال ہوگیا تو قطب الاقطاب نے انہیں اعلیٰ تعلیم دلانے کے لئے تبریز کی طرف بھجوا دیا ۔ دنیائے اسلام کا مشہور سیاح ابن بطوطہ جب ملک ملک کا دورہ کرتا خلیج فارس کے کنارے دارھرمز میں پہنچا ۔ تو یہاں قاضی حسام الدین کے دولتکدہ پر اسکی ملاقات شیخ اسمعیل سے ہوئی ۔ وہ آپ کا ذکر کرتا ہؤا لکھتا ہے :

> ” قاضی حسام الدین کے ہاں مجھے ایک ہندی الاصل بزرگ سے ملنے کا اتفاق ہؤا ہے ۔ ان کا نام اسمعیل ہے ۔ اور حضرت زکریاؒ ملتانی کی اولاد سے ہیں ۔ مشائخ تبریز وغیرہ سے پڑھ کر آئے ہیں اور بلاشبہ اہل العلم والدّین والورع میں سے ہیں “ **

* ان کا مفصل تذکرہ قطب الاقطاب کے حالات میں چھپ رہا ہے ۔

** نُزہَۃُ الخواطر ۲ : ۱۳ و اذکارِ ابرار — ص ۶۱

دو لاجواب تاریخی شاہکار

منظور شدہ سر رشتہ تعلیمات پنجاب بموجب سرکار نمبر
۱۶۸۷۳ جی/۵۲-۶-۴ و ۲۰۸۹۹ جی/۵۳-۷-۱۳

اسلامی افسانے

پاکستان کے نامور مؤرخ مولانا فریدی کے قلم سے

جلد اول ضخامت ۲۴۴ صفحات قیمت دو روپے (اعلیٰ ایڈیشن)

جلد دوم ضخامت ۳۸۸ صفحات قیمت چار روپے (،،)

ملنے کا پتہ - مینیجر قصرالادب جگو والہ براہ لودھراں ضلع ملتان

مولانا عبدالماجد دریا بادی کی رائے :- مولانا نور احمد خان فریدی نے بجائے ناول کے مختصر افسانوں کے ذریعے تاریخ اسلام پر قلم اٹھایا ہے جو خاصہ مقبول ہوچکا ہے - ہر افسانے کے شروع میں اس کا تاریخی ماخذ درج ہے - اور عبارت سلیس ہونے کے ساتھ ساتھ مؤثر بھی ہے - اس وقت جبکہ ''ترقی پسند ادب'' پاکستان کے نوجوانوں کو ادب و تہذیب اور اخلاق و مذہب سے بیگانہ بنانے میں سرگرم نظر آرہا ہے - اس قسم کے اصلاحی اور ایک حد تک تبلیغی افسانے خاص قدر و قیمت رکھتے ہیں -
(صدق جدید ۲۷ اگست ۱۹۵۴ء)

اسلامی افسانے شبلی بی کام کی نظروں میں : مولانا فریدی نے اپنی قوتِ بیان اور شگفتگیٔ زبان سے ان افسانوں میں ایسا اثر پیدا کیا ہے - کہ بار بار پڑھنے کے باوجود طبیعت سیر نہیں ہوتی - مغل شہنشاہوں کے عدل و انصاف، افغان نوجوانوں کی سخاوت و مروّت، دکنی و بہمنی سپہ سالاروں کے عزم و استقلال کی داستانیں نہایت سادہ و پرکار زبان میں ادا کی گئی ہیں - اور لطف یہ ہے کہ ان میں حقیقت کی چاشنی اپنا اثر چھوڑتی جاتی ہے -

بھارت کے ادیب شہیر سید حشمت علی کاظمی کی رائے : ان افسانوں میں شاہانِ اسلام کے عادات و اخلاق، عدل و انصاف، حلم وعفو، صداقت و جرأت، حریّت و مساوات اور محبت و شجاعت کے بصیرت افروز کارناموں کو نہایت مؤثر اور دلکش انداز میں اجاگر کیا گیا ہے - یہ بھولے ہوئے افسانے مایوس اور مردہ دلوں کے لئے پیغامِ حیات ہیں -

مولانا حامد حسن صاحب قادری (آگرہ) کا پیغام -

رہے تاریخ کے میدان میں گردش سمندِ کلک کو ہر گز نہ ٹھیرا
سئے اسلام کے سب جام و خم ہیں تری ایک ایک سطر ایک ایک پیرا
بیا اے ساقیِ تاریخ اسلام بگردش آر این مینا و مے را

حماک اللہ عن شر النوائب
جزاک اللہ فی الدارین خیرا

Marfat.com

شیخ العارف مسندِ سجّادگی پر

حضرت غوث العلمینؒ کا سفرِ آخرت

حضرت غوث العلمین قدس سرہٗ العزیز نے ۷ صفر ۶۶۱ ھ کو دارِ فانی سے عالمِ باقی کو انتقال فرمایا ۔ اس وقت قطب الاقطاب رکن الدین فیض اللہؒ بارہ برس کے تھے ۔ اُن کے آٹھوں پہر دادا بزرگوار کی آغوشِ شفقت میں گزرتے تھے ۔ ان کے لئے یہ صدمہ سخت نا قابل برداشت تھا ۔ شیخ صدرالدین عارفؒ کی عمر شریف چالیس برس کی ہو چکی تھی ۔ اگرچہ ان کے علاوہ غوث العلمینؒ کے چھ اور صاحبزادے بھی تھے ۔ جن میں شیخ شمس الدّینؒ اور شیخ شہاب الدّینؒ کا علمی پایہ بہت بلند تھا ۔ اور شیخ علاؤ الدینؒ تو طبّی دنیا کے بو علی سینا تھے ۔ پوتوں میں مولانا نُورالدّین، مولانا عبدالغفار، مولانا قطب الدّین اور شیخ جلال الدّین بھی علم و فضل اور زہد و ورع کے اعتبار سے خاص مقام رکھتے تھے ۔ بایں ہمہ شیخ العارفؒ اپنے والد ماجد کی ساری اولاد میں ممتاز اور افضل تھے ۔ مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام ان سے متعلق تھا ۔ اور گھر کا کوئی معاملہ ان کی مرضی کے خلاف طے نہیں پاتا تھا ۔ چنانچہ جب غوث العلمینؒ نے مولانا عراقیؒ کو دوسرا رشتہ دینا چاہا ۔ تو شیخ عارفؒ نے حضرت کو منع کیا اور عرض کی کہ :۔

”میں نے شیخ فخرالدین کو ایک دن خانقاہ کی سرائے پر کھڑا دیکھا کہ پیراھن سے ہوا لے رہا تھا ۔ اور نسیمِ صبا سے محظوظ ہو رہا تھا ۔ جس شخص میں کہ حظِ نفس کا مادہ اس قدر موجود ہو ۔ حضرت کا

Marfat.com

اس کے نکاح میں اپنی صاحبزادی کا دے دینا
قطعی نا مناسب ہے"۔ *

چنانچہ یہ رشتہ قائم نہ ہو سکا۔ اور یہ پاکدامنہ سلطان التارکین حمیدالدین حاکمؒ کے حبالۂ نکاح میں دے دی گئی۔ حضرت غوث العلمینؒ سے عارف باللہ کے روحانی جسمانی کئی رشتے تھے۔ یعنی حضرت عارف باللہ غوث العلمین کے فرزند ارجمند بھی تھے۔ مرید اور شاگرد بھی۔ اس لئے ان کی آپس میں بے پایاں محبت تھی۔ دونوں کی روحیں ایک دوسرے سے اس قدر مربوط ہو چکی تھیں۔ کہ ایک لحظہ کی جدائی بھی گوارا نہ تھی۔ ہر وقت عارف باللہؒ سایہ کی طرح پدر بزرگوار کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ چالیس برس کا طویل عرصہ اس طرح بہم بسر ہوا۔ چنانچہ جس روز حضرت نے اس دارِ ناپائیدار سے سفر اختیار کیا۔ حضرت عارف باللہؒ حجرہ شریف کے باہر موجود تھے۔ ملک الموت انسانی لباس میں حاضر ہوا۔ اور ایک لفافہ دے کر عرض کی۔ کہ اسے شیخ الاسلام کی خدمت میں پہنچا دیجئے۔ خط کا ملاحظہ کرنا تھا۔ کہ حضرت غوث العلمین نے سر مبارک سجدے میں رکھ دیا۔ اور روحِ صادقہ اعلیٰ علیین کو پرواز کر گئی۔ حجرے کے چاروں کونوں سے آواز آئی "دوست بدوست رسید" **

---

* اصل عبارت کے لئے صفحہ ۹۱ ملاحظہ فرمائیں۔

** در جامع العلوم مذکور است۔ کہ خانقاہ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا کبیر رضی اللہ عنہ از دولتِ ملک شیخ الاسلام بنا نہادہ در حین حیات شیخ الاسلام — و چہل سال شیخ الاسلام درون درس حدیث شریف فرمودہ۔ [مم]

Marfat.com

حضرت عارف باللہؒ کے لئے یہ کوئی معمولی صدمہ نہیں تھا۔ آن کے دل پر جو گذری اِسے ان کا قلبِ صافی ھی بہتر جانتا ہوگا۔ لیکن توفیقِ ایزدی سے آپ نے بڑے صبر اور ضبط کا نمونہ پیش کیا۔ ملتان اور اس کے مضافات سے ہزاروں آدمی شیخ کے انتقال کی خبر سن کر جمع ہو گئے تھے۔ شیخ عمر عمودیؒ جو اس زمانہ کے صالحین میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت کے جسدِ اطہر کو غسل دیا۔ ایک روایت کے بموجب شیخ سعدیؒ نے اور خلاصة العارفین کے نزدیک حضرت شیخ الاسلام صدرالدین عارف باللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے بعد نائب رسول کے جسدِ اطہر کو اس خانقاہ میں دفن کر دیا گیا۔ جسے حضرت اقدس نے اپنے طیّب اور طاھر مال سے اپنی زندگی میں ھی تعمیر کرایا تھا۔ اور جس میں کامل چالیس برس حضرت نے حدیث کا درس دیا تھا *۔ صاحب مراۃالمناقب لکھتے ھیں۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جہاں حدیث کا درس دیا جائے وھاں میری اُمت میں سے جو بھی داخل ھوگا۔ آتشِ دوزخ سے نجات پائے گا۔ حدیث پاک میں اُمت کی تصریح موجود ھے۔ آگے چل کر صاحب مرأۃالمناقب لکھتا ھے کہ اندازہ کیا جا سکتا ھے۔ کہ جس مکان میں شیخ الاسلام زکریا ملتانیؒ جیسے صاحب کمال نے چالیس سال حدیث کا درس دیا ھو اور مصروف عبادت رھے

* درمکانے کہ مثل شیخ الاسلام زکریا ملتانی مردے صاحبِ کمال چھل سال ذکر حدیث فرمودہ وبحق مشغول شدہ آن مکان چہ قدر شرافت داشتہ باشد (م م)

ہوں۔ وہ مقام کس قدر خیر و برکت کا حامل ہوگا ۔ نیز لکھتے ہیں۔ کہ خانقاہ شیخ الاسلام کی تعمیر بیت المال سے نہیں ہوئی ۔ بلکہ شیخ کے اپنے طیّب مال سے انکی اپنی نگرانی میں تکمیل کو پہنچی اور خانقاہ مبارک کے لئے بہت سے دیہات حضرت غوث العلمین کی ذاتی ملکیت کے وقف ہیں * ۔ صاحب مرأۃ المناقب کے اصل الفاظ یہ ہیں :

''خانقاہ شیخ الاسلام از بیت المال بنا نیست و در تصرّف خانقاہ دیہا از ملک شیخ الاسلام وقف است'' ۔

صاحب خلاصۃ العارفین فرماتے ہیں۔ کہ حضرت غوث العلمین ؒ کے وصال کی خبر وحشت اثر سنتے ہی اکناف واطرافِ عالم سے ارادت مندوں کے قافلے در قافلے آنے شروع ہوئے ۔ مہمان خانہ کی عمومی تعداد حجرہ نشین درویشوں اور خدّام درگاہ کے علاوہ پانچ سو، سات سو اور کبھی کبھی ہزار تک پہنچ جاتی تھی ۔ تعزیت کے لئے آنے والوں کا یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا** ۔

---

* مفصل حال کے لئے حضرت غوث العلمین کی سیرت ملاحظہ فرمائیے
قیمت بے جلد پانچ روپے—پتہ مینیجر قصرالادب جگووالہ براہ لودھراں ضلع ملتان ۔

** وَجَآءَ النَّاسُ مِنْ بِلَادٍ شَتّٰی اَفْوَاجًا وَ اَفْزَاعًا کُلُّهُمْ اَضْیَافٌ فَهُمْ وَ بَلَغَ جَمَاعَةُ الْاَضْیَافِ فِیْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ مِنْ خَمْسِ مِائَةٍ اِلٰی سَبْعِ مِائَةٍ وَ اِلٰی اَلْفٍ سِوٰی سَکَنَةِ الرِّبَاطِ وَالْحُجُرَاتِ وَالْعَمَلَةِ ۔

(خلاصۃ العارفین)

سارا اثاثہ خدا کی راہ میں لٹا دیا

قبلہ گاہ کے وصال کے بعد جب خاندان سہروردیہ کے جلیل القدر بزرگوں اور اپنے خانوادہ کے اکابرین نے دستار غوثیت آپ کو بندھوا کر رشد و ہدایت کی مسند پر لا بٹھایا تو آپ نے والد بزرگوار کا تمام ترکہ بموجب شرع شریف جملہ مستحقین میں تقسیم کر دیا - خزینۃالاصفیاء* کی روایت کے بموجب (۷۰) ستر لاکھ اشرفی نقد ما سوائے دیگر اسباب از قسم ظروف، پارچات و مکانات وغیرہ حضرت غوث العلمینؒ کے ہر صاحبزادے کے حصہ میں آئے تھے - مگر شیخ الاسلام صدرالدین عارفؒ نے یہ بہت بڑا خزانہ ایک ہی دن میں فقراء اور مساکین میں لُٹا دیا - اور اپنے لئے ایک درم بھی نہ رکھا - کسی نے عرض کی کہ آپ کے والد بزرگوار

* حضرت شیخ بہاؤالدین هفت پسر نیک اختر داشت بعد وفات شیخ بزرگ چوں ترکہ آنجناب باهم بتقسیم شرعی تقسیم نمودند- هفتاد لکھ تنکہ سرخ نقد سوائے دیگر اسباب از قسم ظروف و پارچات و مکانات وغیرہ بحصہ شیخ صدرالدین عارف رسید چون برآں قابض شد هماں روز براه خدا بخلق خدا تقسیم کرد - درهمے ودینارے نزد خود نگذاشت و سوائے پارچات پوشیدنی خویش و اهل خویش از همہ نقد و جنس دست برداشت - شخصے در آن حال بخدمت عرض کرد-- کہ پدر بزرگوار شما چندان نقد و جنس جمع کردہ خزانہ ها پر کرد و براه خدا نیز صرف نمود حالاکہ ایں قدر زرخطیر از میراث پدر بدست آمد - دریک روز برباد دادی - و برائے خود یک خر سہره هم توشہ نہ نهادی - خوب نہ کردی - باستماع ایں سخن شیخ بخندید و فرمود کہ پدر عالی گهر من بر دنیا غالب بود و دنیا او را نمے توانست فریفت و من هنوز بآں درجہ نرسیده ام اگرچہ گاهے گاهے غالب مے آیم اما ترسیدم کہ مبادا دنیا برمن غالب آید و مرا از یاد مولیٰ بربایند بدیں سبب دنیارا از خود جدا ساختم کہ بہ تسلّی دل بیادِ حق مشغول باشم- (خزینۃالاصفیاء صفحہ ۲۹)

کا خزانہ نقد و جنس سے معمور رہتا تھا ۔ اور اس کو تھوڑا تھوڑا خرچ کرنا پسند کرتے تھے آپ کو بھی اسی طرح ہی کرنا چاہئے تھا ۔ حضرت عارف ربّانیؒ نے جواب دیا ۔ کہ :۔

''حضرت بابا، دنیا پر غالب تھے ۔ اِس لئے دولت ان کے پاس جمع ہو جاتی، تو انہیں علائق دنیا کا کوئی خطرہ لاحق نہ ہوتا ۔ اور وہ دولت کو تھوڑا تھوڑا صرف فرماتے تھے ۔ اگرچہ میں بھی بالعموم دنیا پر غالب آتا ہوں ۔ اور کبھی برابر رہتا ہوں ۔ غالب نہ مغلوب اور نہیں چاہتا کہ کبھی غالب آجائے اس لئے مُردار کو اپنے سے دور ہٹا دیا ہے اور دل کو بے اطمینانی کے فتنہ سے بچا لیا ہے'' ۔ (سیرالعارفین)

صاحب خزینۃالاصفیاء نے اس روایت پر ایک فقرے کا اور اضافہ کیا ہے ۔ کہ :۔

''ابا کے خزانہ کی حفاظت کے لئے میرے دوسرے بھائی کافی ہیں ۔ اگر ساتواں حصہ نہیں رہتا تو نہ رہے !''

آپ کا دستر خوان

جُود و سخا کی جب یہ کیفیت ہو ۔ تو پھر روپیہ پیسہ کیوں کر ٹِکے ۔ اس لئے ہزاروں کی روزانہ فتوحات کے باوجود آپ اکثر مقروض رہتے تھے ۔ اس زمانہ میں آپ کا دسترخوان سلاطین کے سفرہ پر بھی سبقت لے گیا تھا ۔ شیخ رکن الدّین

Marfat.com

فردوسی جو بجائے خود شیخ الکل اور مخدوم شرف‌الدین یحیٰ منیریؒ کے دادا پیر تھے ایک بار خراسان سے دہلی جاتے ملتان سے گزرے۔ تو حضرت عارف باللہ کا نیاز حاصل کرنے کے لئے خانقاہ غوثیہ پر بھی حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ کے ہاں علماء اور مشائخ کی بڑی تعداد جمع تھی۔ شیخ رکن‌الدین فردوسی* فرماتے ہیں کہ جب کھانے کا وقت آیا۔ تو ایسا پرتکلّف دسترخوان بچھایا گیا۔ کہ بادشاہوں کے ہاں کیا ہوگا خود شیخ الاسلام کے سامنے قسم قسم کے طعام رکھے تھے۔ شیخ رکن‌الدّین ایام بیض کے روزہ سے تھے۔ مگر تبرکاً و تیمّناً کھانے میں شریک ہو گئے۔ اور حضرت عارف باللہ کے قریب ہی دسترخوان

---

* شیخ رکن‌الدین فردوسی قدّس سرہٗ پیر شیخ المشائخ شرف الدین منیری باشد کہ در بہار آسودہ است۔ روایت مے کنند کہ درایّامے کہ من از خراسان عزیمت شہر دہلی نمودم چوں بملتان رسیدم شیخ الاسلام صدرالملّۃ والدّین رادریافتم ایام بیض بود من صائم بودم حضرت شیخ طعام خواستند و غلبہ مردم بخدمت ایشان بود چہ از علما و چہ از فقرا چوں خوان گستردند و طعام حاضر آوردند دیدم کہ طعام بسیار بود بتکلّف چنانکہ در سفرہ سلاطین باشد و من بحضرت شیخ نزدیکتر از درویشان دیگر بودم۔ پیش حضرت شیخ طبقے کلاں پر از مزعفر آوردہ نہادند و طبقے دیگر پراز حلوائے صابونی حضرت شیخ بجانب من اِشارت نمودند، "بسم اللہ! درویشان خوش باشد" من اگرچہ صوم داشتم بحکم مَنْ اَکَلَ مَعَ الْمَغْفُوْرِ فَھُوَ مَغْفُوْرٌ نتوانستم کہ ازیں سعادت مقصرر گردم تسمیہ گفتم ودرشان طعام شروع نمودم دیدم کہ حضرت شیخ برغبتے طعام مے خورد و بہر جنسے از طعام میل مے نماید در خاطر گذشت کہ اگر افطار صوم بیض از جہت رعایت خاطرِ میزبان باشد، بارے تقلیل طعام بہتر است بمجرد ایں خطرہ کہ دردلم گذشت برفور روئے مبارک بسوئے من آورد فرمود درویش رکن‌الدین! ہر کہ بتواند کہ طعام را از حرارتِ باطن نورگرداند وبحق رساند لازم نیست کہ مقیّد بتقلیلِ طعام باشد۔ (سیرالعارفین)

Marfat.com

پر بیٹھے۔ شیخ رکن الدین نے اپنے محترم میزبان کی خاطر روزہ تو افطار کر لیا مگر سوچنے لگے۔ کہ صرف افطار پر ہی اکتفا کی جائے۔ یا کچھ اور کھا لیا جائے حضرت عارف باللہ نے انکی ذہنی کشمکش کو نورِ باطن سے معلوم کر لیا۔ مسکرا کر فرمایا۔ کہ

"درویش رکن الدین! جو شخص حرارت باطن سے طعام
کو نور بنا کرحق تک پہنچا سکتا ہے۔ اس کے لئے
تقلیلِ غذا کی پابندی ضروری نہیں!"

چونکہ لقمہ مے شود در تو گہر - بالیقیں چندانکہ بتوانی بخور!
جبکہ موتی بن جائے تجھ میں طعام - جتنا جی چاہے تو کھا سالا کلام

اگرچہ شیخ الاسلام خود کم غذا لیتے تھے۔ لیکن دستر خواب سے اس لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے کہ ان کو دیکھ کر کہیں مہمان نہ ہاتھ روک لیں۔ اور کوئی بھوکا نہ رہ جائے*

شغلِ درس

حضرت شیخ العالم صدرالدین عارفؒ کا یومیہ انضباط اوقات تقریباً وہی کچھ تھا۔ جس پر حضرت غوث العلمینؒ زندگی بھر عمل پیرا رہے تھے اوراد و اذکار کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے۔ بقول مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاریؒ شیخ العارفؒ ہر مبتدی اور منتہی کو بلا کسی امتیاز کے تعلیم دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی نحو یا صرف پڑھتا تو پڑھاتے۔ تصریف جدولی انکی ہی تصنیف ہے**۔

* بزم صوفیہ۔
** الدرالمنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم صفحہ ۲۸

Marfat.com

بیاجمال ! نصیبِ خویش بگیر !!

سیاحت کے دوران میں جب حضرت غوث العلمین اُچ تشریف لے گئے - تو وھاں آپ نے ایک بچّے کو لڑکوں میں کھیلتے دیکھا اُسکی پیشانی سے سعادت اور خوش بختی کے آثار نمایاں تھے اسکا نام اور حال دریافت فرمایا لوگ جو اسوقت حاضر خدمت تھے لپک کر گئے - اور اس بخت بیدار کو پکڑ کر لے آئے - شیخ الاسلام نے اسکے سر پر ھاتھ پھیرا - اور اسکے حق میں دعا فرمائی - سالہاسال کے بعد جب حضرت کا سفرآخرت قریب آیا تو حضور نے اپنے فرزند جگر بند الشیخ الامام العارف حضرت صدرالدین محمد کو طلب کر کے فرمایا - کہ :-

"بابا صدرالدّین ! میرے بعد جمالؒ نام ایک شخص تیرے پاس آئے گا - اور ھمارے حلقۂ ارادت میں داخل ھونے کی خواھش کریگا - اُسے مرید کر لینا - صادق الاعتقاد اور صاحب کمال مرد بنیگا - لیکن بیعت سے پہلے اُسے حجرہ میں تین دن بٹھا کر قران مجید کی تلاوت کرانا - تاکہ اسکے عشق و محبت اور ذوق وشوق کا بحرِ موّاج سکون میں آجائے - اور وہ شعور کے ساتھ آدابِ صحبت بجالانے کے قابل ھوسکے - اسکے بعد اُسے طلب کرکے اپنی ارادت میں داخل کر لینا اور اُسے چار چیزوں سے منع کر نا - کیونکہ اللہ جل شانہ کی حکمت اسی میں ھے -

شیخ العارف نے دست بستہ عرض کی ۔ حضور وہ چار چیزیں کونسی ہیں ۔ حضرت غوث العلمین نے فرمایا ۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ کسی کو اپنا مرید نہ کرے اور اپنا دست ارادت کسی کی طرف نہ بڑھائے۔ اس میں حکمت یہ ہے۔ کہ جو بھی اس کا مرید ہوگا* ۔ صاحب سلطنت اور بادشاہ بنے گا۔ زمین میں اس قدر وسعت کہاں ہے ۔ کہ اسکے مریدوں کیلئے ولایتیں اور سلطنتیں مہیا کرسکے اس لئے اس کا مرید کرنا جہان کے لئے خلل وفساد کا موجب ہے لہذا اسکا کسی کو اپنے حلقۂ ارادت میں نہ لینا ہی بہتر ہے ۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسکی خانقاہ گنبد دار تعمیر نہ کی جائے۔ اور اگر بنائی گئی ۔ تو یہ سونے چاندی کی اینٹوں اور صدھا تکلفات سے تعمیر ہوگی تیسری یہ کہ اسکی خانقاہ میں لنگرجاری نہ کیا جائے۔ اور اگر جاری کیا

---

* یہ بزرگ شیخ جمال خنداں رو تھے ۔ انہوں نے ساری زندگی میں صرف دو آدمیوں کو اپنی مریدی میں لیا تھا ۔ ایک غیاث الدین تغلق تھا ۔ جو آگے چل کر ہندوستان کا شہنشاہ بنا۔ اور دوسرے شیخ فہیم الدّین(رح) جن کے لئے اقلیم معرفت کی شہر یاری مقدّر ہو چکی تھی ۔ شیخ کا حال نہیں مل سکا ۔ لیکن تغلق شاہ کا ذکر مرأت المناقب میں اس طرح درج ہے کہ " او امیرے از ملازمان سلطان مبارک شاہ والئے دھلی بودہ است ۔ تسلط گرفت و لفظ اولیاء بکار آمد و صاحب سلطنت و والی دھلی گردید چنانچہ در کتب تواریخ و شاھنامہ ھائے سلاطین ھند بالتفصیل و شرح مرقوم است"۔

دوم آنکہ خانقاہ او راگنبد دار بنا نکنید و اگر مے بود خانقاہ او را بخشت زرّین و نقرہ و بتکلّفات دیگر بنا مے نہادند ۔ سیوم آنکہ در خانقاہ اولنگر نباشد اگر مے بود لنگر خانقاہ او را طعام ھائے گونا گون و برنج و حلوہ مے پختند ۔ دریں امر حکمت اللہ آں است کہ از مشاھدہ تکلّفات خانقاہ و طعا ھائے گونا گون لنگر او عقائد مریدان مبتدی از دیگر اولیاءُ اللہ فاسد مے شوند ۔ خواھش نفس وسوسہ شیطان بر ایشاں مستولی مے گردد ۔ لذّات نفسانی را عزیز خواھند داشت و از زھد و تقویٰ و ریاضت و مخالفت نفس باز خواھند ماند ۔ سبیل طریقت بر ایشان مسدود مے شود و در ضلالت خواھند افتاد ۔ لہذا عدم ایں آمور اَولیٰ تر است ۔

(مرأت المناقب)

گیا ۔ تو اس میں قسم قسم کے طعام پلاؤ اور حلوہ پکینگے اسکی خانقاہ کے تکلّفات اور لنگر خانہ کے مُکلّف کھانے دیکھ کر مبتدی مریدوں پر خواہشِ نفسانی اور وسوسۂ شیطانی غالب آجائیگا ۔ نفس کی لذّتوں کو عزیز رکھینگے زہد و تقویٰ اور ریاضت ومخالفت نفس کو چھوڑ بیٹھینگے ۔ طریقت کا راستہ آن پر بند ہو جائیگا ۔ اور گمراھی کی فجِ عمیق میں جا پڑینگے ۔ مزید برآن جب دوسرے اھل اللہ کی خانقاھوں پر ایسے اھتمامات نہیں دیکھینگے توآن کا دل آن مشائخ سے منحرف ہوجائیگا ۔ اسلئے حکمتِ الہی اسی میں ھے کہ اِن اُمور سے پرھیز کیا جائے۔

چوتھی * یہ کہ اپنی اولاد کو وصیت کر جائے ۔ کہ اسکے انتقال کے بعد کسی کو اس کا صاحب سجّادہ نہ بنائیں ۔ اس سے غرض یہ ھے کہ اگر کسی کو اس کا قائم مقام یعنی سجّادہ مقرر کیا گیا ۔ تو تمام برکات اور فیوض اسی ایک شخصیت میں سمٹ کر جمع ہو جائینگی ۔ اور اس کی دوسری اولاد اپنے جدّ اعلیٰ کی برکات اور فیوض سے محروم اور بے بہرہ رھیگی ۔ اور جب ان کا کوئی سجّادہ مقرر نہیں ہوگا ۔ تو یہ برکات اور فیوض اسکی جملہ

* چہارم آنکہ باولادِ خود وصیت کند کہ بعد از نقل او سجّادہ نشین قائم مقام او نکنند ۔ غرض آنست کہ اگر کسے را کہ قائم مقامِ او خواھند نمود تمام برکات و فیوضات در ذات ھمان یک کس قرار خواھد گرفت ۔ دیگر اولاد او از برکات و فیوضات جدّ خود محروم و بے بہرہ خواھند ماند ۔ و چون قائم مقام ھیچکس نباشد برکات و فیوضات او در ھر مُتنفّس از اولادِ او برابر خواھد رسید وھمہ عالم و عاملِ زاھد و عابد و دانشمند خواھند بود ۔ تا قیام قیامت اثر ولایت او منفی نخواھد گردید ۔ (مرأت المناقب)

Marfat.com

اولاد کو برابر پہنچینگی اور تمام فرزند عالم، عامل، زاھد، عابد، دانشمند اور با اثر درویش ثابت ہونگے ۔ قیامت تک ان کے خاندان سے اثر ولایت ختم نہیں ہوگا ۔ حضرت شیخ الاسام العارف نے غوث العلمینؒ کی وصیت کے ایک ایک حرف کو سن کر قبول کیا ۔ مولانا جمالیؒ نے ان چار وصیتوں کا ذکر تو نہیں کیا ۔ لیکن ان کے بیان میں سہروردیہ تبرکات کا تفصیلی ذکر موجود ہے ۔ جسے صاحب مرأت المناقب نظر انداز کر گیا ہے ۔ فرماتے ھیں :—

"بعد ازاں پیش خود بخوانی و ہر چیزے کہ ازجنس لباس مابتو رسیدہ باشد غیر از خرقہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الملة والدّین قدّس سرہٗ، کہ بتو ارزانی باشد نصفے ازاں لباس بدو برسانی و بگوئی نصفُ لِی وَ نصفُ لکَ"

بھلا وہ شہباز طریقت جس نے لاکھوں کا ترکہ ایک دن میں خدا کے نام پر لٹا دیا تھا ۔ پرائی امانت کو کیسے سنبھالے رکھتا ۔ والد بزرگوار کے یہ الفاظ ہر وقت انکے ذہن و دماغ پر مستولی رہتے کہ "وقتے جمال نام شخصے خواھد آمد و بشما پیوند خواھد کرد" ۔ کئی سال انتظار میں کٹ گئے ۔ انجام کار ایک دن اطلاع ملی ۔ کہ آج سے مولانا جمال الدین بغرض بیعت حاضر ہوئے ھیں ۔ آپ بڑے خوش ہوئے ۔ اور خدّام کو حکم دیا ۔ کہ انہیں ایک حجرہ دے دو تا کہ یکسوئی سے قرآن مجید کی تلاوت کر سکیں ۔ تین دن کے بعد حضرت آنکے حجرے میں تشریف لے گئے ۔ اور

Marfat.com

انہیں اپنے حلقۂ ارادت میں داخل کر کے وہ تمام تبرکات اور نعمتیں عطا کیں - جن کا حضرت غوث العلمینؒ حکم دے گئے تھے- صاحب مرأت المناقب لکھتے ہیں -

"شیخ صدر الدین محمد وصیت شیخ الاسلام به شیخ جمال الدین تلقین کردند، در عمل آورد وکار به بست در اندک فرصت بکمال صوری و معنوی رسید" -

الغرض ظاهری اور باطنی نعمتوں سے مالا مال ہو کر بحکم شیخِ طریقت واپس اُچ تشریف لے گئے - اور وهاں ایک عظیم الشان مدرسہ کی بنیاد ڈالی - جس کے حضرت خود شیخ الدرس بنے - مخدوم جهانیاں جهاں گشت بخاری قدس سرہ نے ابتدائی تعلیم آپ سے ہی حاصل کی تھی - چنانچہ لکھتے ہیں :-

"چند کتب علم فقه و تفسیر و حدیث از خدمت شیخ جمال الدین ملاحظه کردم و سند بر گرفتم برکت انفاس شریفه حضرت شیخ جمیع علوم ظاهری بسهولیت دراندک زمان منکشف واشارات و معانی لطیفه و ارادت عجیبه روے نمود"-

حضرت مخدوم جهانیاں قدس سرہ کے زمانہ میں اُچ میں تین* خانقاهیں مشهور تھیں - ایک حضرت کے والد کی، دوسری شیخ جمالؒ کی - اور تیسری گازرونیوں کی -

* ملفوظ المخدوم صفحه ۳۱۰

شیخ جمالؒ کی وفات ۲۰ محرم ۷۰۰ھ کو مدرسۃ کی چھت گرنے سے واقع ہوئی ۔ اور وہیں دفن ہوئے ۔ آپ کی اولاد نرینہ میں شیخ رضی الدین گنجِ علم بڑے پایہ کے درویش گذرے ہیں ۔ والد ماجد کے بعد انہوں نے مدرسہ کے نظام کو سنبھالا ۔ اور بقول ذکرِ کرام بڑی عمر پا کر ۷۷۰ھ* میں فوت ہوئے ۔ مزار نوربار والدِ ماجد کے پہلو میں واقع ہے ۔

شاہ جمالؒ لاہوری

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں شیخ جمالؒ نے زندگی بھر میں صرف دو مرید کئے تھے ۔ سلطان تغلق جس نے ماہ ربیع الاول ۷۲۰ھ میں بمقام دھلی مکان کے گرنے سے انتقال کیا ۔ اور دوسرے شیخ فہیم الدینؒ جن سے جمالی سلسلہ چل نکلا ۔ خزینۃ الاصفیاء کے مؤلف مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں ۔ کہ شیخ فہیم الدینؒ کے ایک مرید تھے شیخ خفیف الدینؒ اُن کے شاہ معروفؒ اُن کے شاہ شرفؒ اُن کے ککرا بیگؒ اور اُن کے شاہ جمالؒ جن کی خانقاہ لاہور سے ماڈل ٹاؤن کو جاتے ہوئے بائیں جانب آتی ہے ۔ اور اُن کا پر شوکت مقبرہ درختوں کے جھنڈ سے سر نکالے اپنے ارادتمندوں کو خوش آمدید کہتا دکھائی دیتا ہے ۔ ان کے پیران عظام کا حال نہیں مل سکا ۔ لیکن ان کا اپنا تذکرہ مفتی صاحب نے تفصیل سے کیا ہے ۔ لکھتے ہیں ۔

" شاہ جمال سہروردی شیخے بود جامعِ کمالات

---

* ذکرِ کرام صفحہ ۶۸ ۔

Marfat.com

ظاهری و باطنی و جمالِ صوری و معنوی، مظهر جلال و مصدرِ کمال مرید شیخ ککرا بود و سلسلهٔ عالیه وے بچند واسطه بشیخ الاسلام صدرالدین عارفؒ مے رسد و حضرت وے از سادات کرام حسینی بود که تا حال اولاد و اجداد وے در سیالکوٹ سکونت مے دارد* ''۔

مولانا کمالؒ کاشمیری سے ایک دنیا واقف ہے۔ جن کی شاگردی پر قطبِ ربانی مجددِ الف ثانی شیخ احمدؒ سرہندی، مولانا عبد الحکیمؒ سیالکوٹی اور نواب سعد اللہ خاں (وزیر اعظم شہاب الدین شاہجہاں غازی شہنشاہِ ہند) جیسی عظیم شخصیتیں فخر کیا کرتی تھیں۔ آپ حضرت شاہ جمالؒ سہروردی کے برادرِ بزرگ ہیں۔ دونو نامور بھائی تاج البلاد لاہور میں محوِ خواب ہیں**۔ اور چار سو سال سے اُن آنکھوں سے جن سے ہم محروم ہیں دنیا کے انقلابات دیکھ رہے ہیں۔

---

* خزینۃ الاصفیاء جلد دوم

** شاہ کمال کا مقبرہ اچھرہ (لاہور) کے قریب بستی راواں میں واقع ہے۔ عوام بجائے خود رہے لاہور کا علمی حلقہ بھی مولانا کے مدفن سے لاعلم ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا۔ کہ اچھرہ کی خاکِ پاک میں کس مرتبہ کی شخصیت آرام فرما ہے۔ مقبرہ حسرت و بیکسی کی زندہ تصویر نظر آتا ہے۔ گویا ؎

بر مزارِ ما غریباں نے چراغ و نے گلے
نے پرِ پروانه سوزد نے صدائے بلبلے

خانقاہ ہفت منازل

جب آپ نے اپنے مرشد سے خرقۂ خلافت حاصل کر لیا۔ تو لاہور میں جہاں اب حضرت کا مقبرہ ہے۔ تشریف لا کر مقیم ہوئے۔ اور اپنے لئے دمدمہ کے طور پر سات منزلوں کی ایک خانقاہ تعمیر کرائی۔ کہتے ہیں ان ایام میں شاہی عمارتیں دھڑا دھڑ بن رہی تھیں۔ اور راج مزدور ملتے نہیں تھے آپ نے اسی مزدوری پر مشعلوں کی روشنی میں رات کو کام شروع کرا دیا۔ ایک دن خانقاہ میں تیل موجود نہیں تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ بجائے تیل کے تالاب کا پانی استعمال کرو۔ قدرت الٰہی سے تمام رات وہ پانی تیل کی طرح جلتا رہا۔

شہزادی کا اعتراض

جب سات منزلوں کی رفیع القدر عمارت بن کر تیار ہو گئی۔ تو اس کا ہر طرف چرچا ہونے لگا۔ اتفاق سے اکبرِ اعظم کی صاحبزادی سلطان بیگم کا باغ قریب پڑتا تھا۔ اس میں تالاب، بارہ دری اور محلات سب کچھ بنے ہوئے تھے۔ قیام لاہور کے دوران میں جب شہزادی اس باغ مین آئی۔ تو اس نے شیخ کی ہفت منزلہ عمارت پر اعتراض کیا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ آپ سے دولت شاہی کے دعا گو کو زیب نہیں دیتا کہ ہمارے محلات کے مقابلے میں بلند مکان کھڑا کرکے ہماری بے پردگی کا موجب بنیں۔ مناسب ہے کہ اس دمدمہ کو آپ خود ہی چھوٹا کرا دیں ورنہ آپ سے باز پرس ہوگی اور یہ دمدمہ مسمار کرا دیا

Marfat.com

جائے گا*۔ شاہ جمالؒ اس پیغام کو سن کر ہنس پڑے اور فرمایا کہ میں آج رات کو ہی یہ دمدمہ پست کر دونگا۔ لیکن واضح رہے کہ فقیر کا یہ کاشانہ قیامت تک آباد رہے گا۔ لیکن آپ کا باغ اور یہ محلات چند دنوں کے بعد ویران ہو جائینگے** جب رات ہوئی۔ آپ نے صاحب حال قوالوں کو بلا بھیجا چنانچہ عشاء کے بعد مجلس سماع منعقد ہوئی۔ قوالوں نے ساز کے تاروں کو چھیڑا اور ابھی مضراب کی بے قاعدہ چوٹ باقاعدہ نغمے میں تبدیل نہیں ہوئی تھی۔ کہ قوالوں کی سحر انگیز لَے نے شاہ صاحب کے دل کی کائینات میں تلاطم پیدا کر دیا۔ وہ کیف اور سکر کے عالم میں کھڑے ہو کر وجد کرنے لگے۔ اسی حالت میں خانقاہ کی پانچ منزلیں زمین میں دب گئیں۔ اور دو رہ گئیں جو اب تک زبانِ بے زبانی سے شاہ جمالؒ کے جذب و جلال کی داستان دوہراتی دکھائی دیتی ہیں:

یک ہندو یک مسلمان
پیدا خواہد شد

شاہ جمالؒ نہایت مرنجان مرنج بزرگ تھے۔ ان سے ہندوؤں کو بھی بڑی عقیدت تھی۔ ایک بنیا دود مل المعروف بہل کھتری

---

* شایان ادب نیست که شما فقراء که دعا گو دولتِ شاهی اند محلِّ خود از محلِّ ما بلند تر تعمیر سازند و بے ستری ماروا دارند۔ پس اگر بطور خود این دمدمه راپست کنید بهتر ورنه ماخوذ قهرِ سلطانی خواهند شد و دمدمه نیز مسمار کرده خواهد شد۔

** ما دمدمه خود را ام شب پست خواهیم کرد، اما این خانۂ فقیر تا روزِ قیامت برپاست و باغِ شاهی تا چند روز رُو بویرانی خواهد آورد۔

خزینة الاصفیاء حصه دوم صفحه ۹۸

Marfat.com

جو کہ لاولد تھا اکثر اوقات آپ کی خدمت میں دعا طلبی کے لئے حاضر ہو جایا کرتا تھا ۔ ایک دن وہ خربوزوں کا ٹوکرہ لے کر حاضر ہوا ۔ آپ نے قبول فرما لئے ۔ ان میں سے دو خربوزے اُٹھا کر اس کے حوالے کئے اور خود عصر کی نماز پڑھنے لگے ۔ دود مل نے خیال کیا ۔ کہ شاید یہ خربوزے حضرت نے چھلکے اُتارنے کے لئے دیئے ہیں اور نماز کے بعد شوق فرمائینگے چُھری اُٹھا کر چھلکا اُتارنے لگا جب وہ ایک خربوزے کو چھیل چکا ۔ تو حضرت نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا ۔ ''ارے یہ کیا غضب کیا ! میں نے تو دو خربوزے اس نیت سے دیئے تھے کہ تو بیوی کے ساتھ مل کر کھائے تاکہ واہب العطایا تجھے دو فرزند عطا کرے تو نے ایک خربوزہ چھیل دیا ہے ۔ خیر اچھا ہوا ۔ اب دو لڑکوں میں سے ایک مختون پیدا ہوگا ۔ اور وہ مسلمان ہو کر میرا مرید بنے گا !''۔

دودمل حیرت و استعجاب کے ملے جلے جذبات میں دونو خربوزے اُٹھا گھر کو روانہ ہو گیا ۔ بیوی کے ساتھ مل کر وہ خربوزے کھائے ۔ قدرت الٰہی سے رات کو اس کی بیوی حاملہ ہو گئی ۔ نو ماہ کے بعد توام لڑکے پیدا ہوئے ۔ ان میں سے ایک مختون تھا اور ایک غیر مختون ۔ دود مل مختون لڑکے کو حضرت کی خدمت میں لے آیا ۔ آپ نے اسے گود میں لے لیا ۔ اور فخرالدین نام رکھا ۔ یہ لڑکا جوان ہو کر حضرت کے فیض صحبت سے درجۂ کمال کو پہنچا ۔ مفتی غلام سرور لاھوری کے زمانہ میں شیخ

Marfat.com

سلام الدّین اور شیخ نبی بخش نام کے دو آدمی اپنے آپ کو حضرت شیخ فخرالدینؒ کی اولاد سے ظاہر کرتے تھے - شاہ جمالؒ نے فخرالدّین کی سکونت کے لئے محلہ جوڑی موری میں ایک مکان خرید کیا تھا - وہ بھی مفتی صاحب کے زمانے تک موجود اور شاہ جمالؒ کے نام سے موسوم تھا*

اے فخرالدّین ! مکان سے باہر نکل !!

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ فخرالدّین اپنے مکان میں بیٹھے تھے کہ دفعۃً شاہ جمال آ پہنچے اور بلند آواز سے پکار کر فرمایا اے فخر الدّین ! اپنے بال بچوں اور سامان کو لے کر باہر نکل آ ! فخرالدّین گھبرا کر اٹھا - اور بال بچّوں و سامان کو باہر نکال لایا - مکان خالی ہوا ہی تھا کہ دھڑام سے نیچے آ گرا - فرمایا مجھے کشف سے معلوم ہؤا کہ یہ مکان گرا چاہتا ہے - میں فوراً تمہاری جان و مال کی حفاظت کے لئے دوڑا - الحمدللہ کہ محنت راس آئی اور تم بچ گئے -

وفات

حضرت کا معمول تھا کہ کبھی کبھی اپنے حجرہ میں چلّہ کشی کے لئے معتکف ہو جایا کرتے تھے - اور چالیس دن تک دروازہ بند رہتا تھا - ایک مرتبہ آپ معمول کے مطابق اعتکاف میں ہو بیٹھے - اور دروازہ بند کرا دیا - ۳ ربیع الثانی ۱۰۳۹ھ کو زور کی بارش ہوئی - اور حجرہ کی ایک دیوار گر پڑی - خدّام درگاہ

* خزینۃ الاصفیاء جلد دوم صفحہ ۹۹

نے چاہا کہ اندر داخل ہو کر شیخ کو نکالیں - کہ دفعةً حجرہ سے آواز آئی -

" جو ہونا تھا ہو چکا - اس حجرہ کو میرا مدفن تصّور کرو - اور اس پر قبر کا نشان بنا دو* -"

چنانچہ حجرہ کو پھر کسی نے نہ چھیڑا - اور اس کے اوپر قبر کا نشان بنا دیا گیا -

تُرا ازیں جا کفن میسّر خواھد شد

حضرت کے وصال کے تیس سال بعد عرس کے موقع پر ایک گستاخ گدا حاضر ہؤا - فاتحہ کے وقت سجّادہ نشین صاحب نے دو روٹیاں اسے عنایت کیں - وہ دریدہ دھن بول اٹھا - کہ " شاہ جمال کے مزار کا عجب حال ہے - کہ روٹیاں بے کفن ملتی ہیں ! -"**

"سجّادہ نشین صاحب نے جواب دیا - کہ اگر تیری رضا یہی ہے کہ تجھے یہاں کفن دیا جائے - تو اسی طرح ہوگا "***

آپ کا یہ کہنا تھا - کہ اس شخص کے اعضاء میں لرزہ سا پیدا ہوا - اسی وقت زمین پر آ گرا اور مر گیا چنانچہ اس

* حالا ہر چہ شدنی بود شُد قبرِ ما بالائے ایں حجرہ تعمیز کنید و ایں حجرہ را مدفن تصوّر سازید - خزینة الاصفیاء جلد دوم صفحہ ١٠٠

** مزار شاہ جمال را عجب حالتے است کہ نان بے کفن میسّر گردد (یعنی بے لازمہ بدست مے آید) -

*** اگر رضائے تو درھمین است کہ ترا ازینجا کفن دھند ھمچنیں خواھد شد - خزینة الاصفیاء صفحہ ١٠٠

کی قبر شاہ جمال کے احاطہ میں موجود ہے لوگ دیکھتے ہیں اور عبرت پکڑتے ہیں ۔

شیخ حسن کنجدگرؒ

شیخ جمالؒ کے خلفاء میں صرف شیخ حسنؒ کا تذکرہ ملتا ہے

مؤلّف تحقیقات چشتی لکھتے ہیں کہ شیخ حسنؒ ابتداء میں چوک جھنڈہ میں بقالی کیا کرتے تھے ۔ اس چوک کے خوجہ ہائے گندم فروش سے متعلق مشہور ہے کہ کم تولتے ہیں ۔ اسی طرح ابتداء میں شیخ حسنؒ بھی کم تولا کرتے تھے ایک دفعہ آپ گندم تول رہے تھے ۔ اور دھروائی گن رہے تھے ۔ جب بارہ دھارنی تول چکے تو کسی نے آپ کو آواز دی ۔ شیخ نے ترازو رکھ دی اور اس آدمی سے ملنے چلے گئے ۔ دھروانیوں کا دستور ہے کہ تولتے ہوئے اگر کسی سے بات بھی کرتے ہیں تو اس خدشہ کے پیش نظر کہ دھارنیوں کا شمار بھول نہ جائے بار بار گنتی کو دوہراتے رہتے ہیں ۔ انہوں نے شیخ حسن کے آنے تک ”تیراں میں تیراں“ کی رٹ لگائے رکھی ۔ شیخ کا ذہن فوراً دوسری طرف منتقل ہوا ۔ انہیں ایسا سنائی دیا جیسے کوئی کہہ رہا ہو ۔ ”اے خدایا میں تیرا ہوں ۔“ ان کی حالت متغیر ہو گئی ۔ اور گندم فروشی چھوڑ دی ۔ ان دنوں شیخ جمالؒ کے فضل و کمال کا بڑا چرچا تھا ۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ”دل گھٹا گھٹا سا رہتا ہے مجھے خدا کا راستہ بتائیے !۔“ انہوں نے فرمایا میاں حسّو ! خدا کام چھوڑنے سے نہیں ملتا ۔ کام برابر جاری رکھو لیکن کم مت تولو، تیرے خدا کا

Marfat.com

ہی فرمان ہے ۔ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ (پورا تولو) چنانچہ آپ نے آ کر پھر اپنا کاروبار شروع کر دیا ۔ اور اپنا یہ معمول بنا لیا ۔ کہ ترازو اور باٹ خریدار کے حوالے کر دیتے ۔ کہ یہ نرخ ہے گندم تول کر لے جا ۔ جو خریدار طمع کر کے زیادہ تولتا ۔ اس کے گھر میں گندم وزن سے کم اترتی اور جو پورا تول کر لے جاتا اسکی گندم بڑھ جاتی ۔ یہ طریقہ آپ نے مدت تک جاری رکھا ۔ پھر تو خدا کے فضل سے اتنی برکت ہوئی ۔ کہ ترازو اور باٹ سونے کے بنوا لئے ۔ ایک دن طلائی ترازو اور باٹ لے کر شاہ جمالؒ کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ اور عرض کی کہ حضرت کی توجہ سے کشاد کارِ دُنیا اس قدر ہو گئی ہے کہ ترازو اور باٹ سونے کے بنوا لئے ہیں ۔"

فرمایا "ان سب کو دریا میں ڈال دو !"

شیخ حسنؒ اسی وقت اٹھ کر چلے گئے اور ترازو و باٹ وغیرہ دریا میں پھینک دیئے !

اتفاقاً دو روز کے بعد دیہاتی غلہ فروش شہر کو آنے کے لئے اس گھاٹ سے گذرے ۔ کسی کے پاؤں کو ٹھوکر لگی ۔ اس نے نکال کر دیکھا تو سونے کے باٹ تھے ۔ وہ پہچان کر شیخ حسنؒ کے پاس لے آئے ۔ اور وہ انہیں لے کر شاہ جمالؒ کے پاس پہنچے اور تمام واقعہ کہہ سنایا ۔

آپ نے فرمایا :۔

"اے حسن ! یہ سچائی کا امتحان تھا جونہی

تو نے کم تولنا چھوڑ کر سچائی کو اختیار کیا - تیرے مال میں برکت ہوئی اور تو نے جو کچھ کسب حلال سے پیدا کیا دریا میں پھینکا تو بھی ضائع نہ ہؤا اور دوبارہ تیرے ہاتھوں میں آ گیا* -"

شاہ جمالؒ سے یہ ارشادات سنتے ہی شیخ حسنؒ کی کایا پلٹ گئی - اٹھ کر دکان پر آئے - سب مال خدا کی راہ میں لٹا دیا - اور پھر حضرت کی خدمت میں آ کر مرید ہو گئے - چند سال کی ریاضت کے بعد فقرو ولایت کے آسمان پر آفتاب بن کر چمکے - سبحان اللہ ! صوفیاء کس خوبصورتی سے تزکیہ نفس کرتے تھے - اگر شاہ جمالؒ شیخ حسنؒ کو شروع شروع میں مرید کر لیتے تو وہ منازلِ سلوک کو اس سرعت سے طے نہ کر سکتا - اور اگر حضرت اس راز کو راز نہ رکھتے - تو شیخ حسنؒ کے لئے امتحان میں پورا اترنا مشکل ہو جاتا عارفؒ رومی فرماتے ہیں ؎

عارفاں کہ جام حق نوشیدہ اند
راز ہا دانستۂ و پوشیدہ اند

ہر کرا اسرار حق آموختند
مہر کردند و دہانش دوختند

* اے حسن! ایں امتحان راستی بود چوں کم وزنی گذاشتی و راستی بیا راستی صاحبِ برکت شدی - و آنچہ از کسبِ حلال پیدا کردی و بدریا انداختی ضائع نہ شد و باز بدست تو آمد - خزینۃالاصفیاء جلد دوم صفحہ ٩١

مفتی غلام سرور لاھوری شیخ حسنؒ کا ذکر کرتے ھوئے لکھتے ھیں کہ :-

"با استماعِ سخنِ شیخ حسن فی الحال تارک دنیا شد و دوکان خود را براہِ خدا بتا راج داد و دستِ ارادت بداسان شاہ جمالؒ زدہ، بزھد و ریاضت پرداخت در چند سال بکمال رسیدہ از اولیائے وقت شد" *

شیخ حسن نے ۱۰۱۲ھ میں انتقال کیا۔ مزار پُر انوار لاھور میں ھے رحمۃ اللہ علیہ۔

*خزینۃالاصفیاء جلد دوم صفحہ ۶۱ -

Marfat.com

تصرّفات

مولانا محمد امین صاحب شرق پوری مؤلّفؔ ”تذکرہ اولیائے نقشبند“ تصرّفات کے ضمن میں تحریر فرماتے ھیں ۔ کہ :۔

”تصرف کے لغوی معنی ھیر پھیر کے ھیں ۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کے ارشاد اور اذن کے مطابق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے اولیائے کرام شریعت مطہرّہ کی حدود میں رھتے ھوئے کائنات اور مخلوق خدا تعالیٰ میں جو تبدیلی رو نما کرتے ھیں ۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں آسے تصرّف کہتے ھیں ۔ اور یہ در حقیقت کرامت ھی کا ایک جزو ھے ۔ نفسی، حالی، وجدانی، القائی اور ھیئاتی تصرف کی یہ چند بڑی قسمیں ھیں ۔

نفسی ۔ فطری حالت کے بدل جانے کو کہتے ھیں ۔

حالی ۔ جس سے حال بدل جائے ۔

وجدانی۔ جس سے جذب وسکر طاری ھو جائے۔

القائی ۔ جس سے اپنی کیفیات دوسرے پر واضح کی جائیں ۔ اور ھیئاتی ۔ جس سے وضع قطع بدل جائے ۔ تصرّفات کا ظہور ”قوت ارادی“ پر منحصر ھے ۔ جسقدر قوت ارادی کسی ولی اللہ میں زیادہ ھوگی ۔ اسی قدر وہ زیادہ تصرّفات کا مالک ھوگا“۔

حضرت عارف باللہ بے پناہ قوتِ ارادی رکھنے کے علاوہ ایسے

Marfat.com

آئینۂ جہاں نما قلب کے مالک تھے - جس میں نور ہی نور تھا - اور وہ اس نور کی بدولت دوسرے قلوب کی کیفیات سے پوری طرح آگاہ ہو جاتے تھے - اسی قلبی معرفت کے سبب ہی وہ 'عارف' کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے -

ان کا با برکت دور سراپا کشف و کرامات کا حامل تھا - مگر چونکہ ایک ایک لمحہ میں آن سے لا تعداد تصرّفات ظہور میں آتے تھے - اس لئے اُنکا با برکت وجود سر تا سر ''کرامت'' بن کر رہ گیا تھا - لوگ ان اعجازوں کے عادی بن گئے تھے - اس لئے کسی کو انہیں حیطۂ تحریر میں لانے کا خیال نہ آیا - تا ہم چند ایک روایتیں جو میسّر آسکی ہیں - ہدیۂ ناظرینِ کرام ہیں -

مردے کو زندہ کر دیا

حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت بخاری قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں - کہ ایک دفعہ شیخ عارف باللہ صدر الحق والدّینؒ اوراد و اذکار میں مصروف تھے - کہ پڑوس سے رونے پیٹنے کی آواز آئی - آپ نے پوچھا '' یہ کیا معاملہ ہے ؟'' -

لوگوں نے عرض کی کہ '' ایک بڑھیا کا اکلوتا بیٹا مر گیا ہے اور وہ زار زار رو رہی ہے '' - آواز میں اسقدر درد تھا - کہ حضرت آبدیدہ ہو گئے - بے اختیار اٹھے - اور جوتا پہن کر اس بڑھیا کے گھر تشریف لے گئے -

جوان کی لاش ایک چار پائی پر رکھی تھی - بڑھیا اور دوسرے متعلّقین کے شور و شیون سے ایک قیامت برپا تھی - حضرت اس نوجوان کے قریب پہنچے - اور بے تحاشا فرمایا -

Marfat.com

"یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ ! قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ !"

جوان اٹھ بیٹھا - حیرت سے اِدھر اُدھر نظر دوڑا کر بولا - یہ کیا اسرار ہے ! میں تو مر چکا تھا - اور میں نے سکرات کی تلخی بھی چکھی ہے - زندہ کیسے ہو گیا ؟

جوان کی بوڑھی ماں نے یہ اعجاز دیکھا - تو مبہوت ہو کر رہ گئی - اسے یقین نہیں آتا تھا - روتی بھی تھی - اور ہنستی بھی تھی آنکھوں سے خوشی کے آنسو رواں تھے - اور چہرہ مسرت و شادمانی سے کھلا جا رہا تھا - بچے کے سر آنکھوں پر بوسہ دیا - پھر اسے شیخ کے قدموں میں لا ڈالا - اور خود بھی بار بار حضرت کی خاک پاء کو سرمہ بناتی اور نعلین مبارک کو پیار دیتی تھی - شیخ العارف نے جوان سے مخاطب ہو کر فرمایا - ارے تو تو بیہوش ہو گیا تھا - چپ رہ - کچھ مت کہ !!

حضرت مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں - کہ شیخ العارف کا یہ اعجاز "سرِ قدر" اور اس کا تصرف ہے - ارشاد کرتے ہیں - کہ وہ جوان بوڑھا ہؤا - اور ابھی مرا ہے - جب وہ یاروں میں ہوتا - تو اُن سے کہتا - کہ میں مر گیا تھا - اور میں نے سکرات کی تلخی بھی چکھی ہے - شیخ کی ولایت سے زندہ ہؤا *-

شرابی کو ولی بنا دیا

صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں- کہ شیخ احمد نام ایک سوداگر قندھار میں رہتا تھا بہت خوبصورت نوجوان تھا - اسے شراب کی

* ملفوظ المخدوم صفحہ ۲۹۷

Marfat.com

اتنی لتّ پڑ چکی تھی۔ کہ بے پئے ایک لحظہ زندگی بسر کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔

اتفاق سے شیخ احمد اپنا اسبابِ تجارت ملتان لے آیا۔ اور بازار میں ایک شاندار دوکان کرایہ پر لے کر کاروبار شروع کر دیا۔ کام خوب چل نکلا۔ شہر بھر میں اسکی شہرت ہو گئی۔ خوب کمایا۔ اور خوب کھایا اسکی مے خوارگی کا کسی نے حضرت شیخ العارف‌ؒ سے بھی ذکر کردیا۔ اور عرض کی۔ حضور! شہر کے تمام بے فکرے اسکے ھاں جمع رہتے ھیں۔ اور دن بھر شراب کا دور چلتا رہتا ہے۔

آپ نے کچھ دیر تامل کے بعد فرمایا۔ "جب میں بازار سے گذروں۔ مجھے وہ نوجوان دکھانا۔ بہر حال میرے شہر میں وہ پردیسی ہے۔ اس سے الجھنا اور بگڑنا بھی تو مناسب نہیں!"۔

بات رفت گذشت ہو گئی۔ ایک دن اتفاق سے حضور حضرت غوث‌العلمین قدس سرّہ العزیز کے مقبرہ کی زیارت* کو تشریف لئے جاتے تھے۔ جب اسکی دوکان سے گذرے۔ تو غلام نے عرض کی۔ حضور یہی وہ سوداگر ہے جسکی مے خوارگی کا چرچا حضرت تک پہنچا تھا۔ شیخ نے مڑ کر دیکھا۔ تو ایک بانکا، رنگیلا، سجیلا، نوجوان مسند پر بیٹھا پایا۔

* صاحب سیرالعارفین کے الفاظ یہ ھیں: شیخ احمد در رستہ بازار بہ دوکانے نشستہ بود کہ حضرت سلطان‌العارفین صدرالملۃ والدّین بقصد زیارت مقبرہ حضرت ملک‌المشائخ بہاؤالملّۃ والدّین افاض اللہ فی العالمین سے رفتند کہ گوشۂ چشمِ مبارک‌ایشان بر شیخ احمد مذکور افتاد، اس عبارت سے اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ حضرت صدرالدین عارف کی اھلیہ محترمہ بی بی پاک دامن کی رھائش اسی جگہ تھی۔ جہاں اب ان کا مقبرہ ہے۔ حضرت عارف باللہ اس لئے شہر سے گذر کر حضرت غوث‌العلمین کے مقبرہ کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔

Marfat.com

اسکی جبین سے سعادت کے آثار ظاہر تھے۔ آپ نے خادم سے فرمایا۔ جس طرح بھی ممکن ہو اس نوجوان کو میرے پاس لے آ۔ حضرت زیارت سے فارغ ہی ہوئے تھے۔ کہ خادم نے شیخ احمد کو لا کر پیش کر دیا۔ حضرت اُسے اپنے ہمراہ حجرہ شریفہ میں لے آئے گرمی کا موسم تھا خدّام نے شربت کا پیالہ پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے ایک دو گھونٹ نوش فرمائے اور پھر وہ پیالہ شیخ احمد کی طرف بڑھایا اور فرمایا۔

"بنوش"!

اسکے پیتے ہی نوجوان کا باطن انوارِ الٰہی سے جگمگا اُٹھا۔ غفلت و بد مستی سے آنکھیں کُھل گئیں۔ شیخ کے سراپا پر نظر ڈالی۔ تو کچھ اور ہی کیفیت نظر آئی وھاں شیخ عارف کہاں تھے۔ معرفت الٰہی کا ایک نور تھا۔ جو زمین سے اُٹھ اُٹھ کر آسمان تک باتیں کر رھا تھا۔ شیخ احمد وحدت کے نشہ سے مخمور ہو کر شیخ کے قدموں میں گرے اور بیعت کی التماس کی حضرت نے اُسے اٹھا کر گلے سے لگایا۔ اور سہروردیہ طریقہ کے مطابق اپنے حلقۂ بیعت میں شامل کرلیا۔ شیخ احمد خانقاہ غوثیہ سے واپس روانہ ہؤا مگر اِس حال میں کہ آنکھیں پُرآب تھیں اور نظر قدموں سے اُٹھنے کا نام نہ لیتی تھی بازار سے گزرے دوکان پر پہنچے۔ تو یاروں کا جمگھٹا لگ رھا تھا۔ انہوں نے ھاتھوں ھاتھ لیا۔ قسم قسم کے چٹکلے پھینکے۔ گدگدیاں نکالیں شراب کا پیالہ پیش کیا۔ لیکن یہاں تو کایا ہی پلٹ چکی تھی۔ شیخ احمد نے تحسّر انگیز نظر سے اس مجمع کو دیکھا۔ اور فرمایا

Marfat.com

''دوستو ! معاف کیجئے - میں اب ایسی شراب پی کر آ رہا ہوں - جسکا ایک گھونٹ ہمیشہ کے لئے مست بنا دیتا ہے - اگر تم بھی ایسے کیف و سرور سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہو - تو حضرت شیخ العارفؒ کے قدموں کی خاک پاک کو سُرمۂ بصیرت بناؤ - اس میخانہ سے کوئی رند بادۂ الست شاکی نہیں - جب مجھ غریب الوطن پر یہ عنایت ہوئی ہے - تو تم جو اس ذات مقدّس کے ہم وطن ہو - محروم کیسے رہ سکتے ہو ! ''

مفتی غلام سرور لاھوری مؤلّف خزینۃ الاصفیاء فرماتے ہیں - کہ شیخ احمدؒ اسی وقت دوکان کا تمام سامان و اسباب گاڑیوں پر لدوا کر خانقاہ معلّٰی پر لے آیا - اور فقرا و مساکین میں بانٹ اس طریق سے تجرید اور تفرید کی زندگی شروع کی - کہ سات سال صرف ایک تہمد میں گذار دئے - جس مست شباب کی پہر پہر کے بعد پوشاک بدلتی تھی - اب اس تن نازنین پر سوائے ایک کہنہ چادر کے اور کوئی پارچہ نظر نہیں آتا تھا - سات سردیاں اور گرمیاں اسی ایک تہمد میں گذر گئیں -

حضرت محبوب الٰہی دھلویؒ فرماتے ہیں - کہ شیخ احمدؒ پر ہر وقت جذب و سکر کا عالم طاری رہتا تھا - اور کمال استغراق کے سبب مشغولی سے آنکھ نہیں کھولتے تھے - ایک دفعہ سردی کے موسم میں سخت سرد ہوا چل رہی تھی - اور پانی جم کر یخ ہو رہا تھا - اسی عالم میں آپ غسل کے لئے دریا پر آئے - اور کافی دیر تک پانی میں کھڑے رہے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ :-

Marfat.com

"اے پروردگار عالم! تو بادشاہ ہے اور اپنے بندوں کی اطاعت سے قطعاً بے نیاز ہے۔ محض اپنی عنایت بے غایت سے بے بضاعت بندوں کو سر فراز کرتا ہے۔ میں اس محبّت کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں ۔ جو اس ذرّۂ بے مقدار کو تیری ذات بے ہمتا سے ہے ۔ کہ جب تک یہ معلوم نہ کر لوں کہ تیری بارگاہ میں کتنا قرب اور مرتبہ حاصل ہے اس دریا سے قدم باہر نہیں رکھونگا" *

ندا آئی ۔ کہ

"تیرا مرتبہ ہماری درگاہ میں اتنا ہے کہ قیامت کے دن ایک بڑی مخلوق جو گناہوں سے آلودہ ہوگی تری سفارش سے آتش دوزخ سے نکال کر بہشت بریں میں داخل کر ونگا" **

شیخ احمدؒ مچل گئے اور بولے۔

"اے پروردگار! تیری رحمت کا کوئی شمار نہیں اور تیری نعمتوں کا کوئی حساب نہیں ۔ میں اس پر اکتفا

---

* الٰہی تو بادشاہی و از طاعتِ بندگاں خود بے نیازی و محض بعنایت بے غایت خود بندگان بے بضاعت را بے نوازی بحقِ محبّت تو کہ تا از قرب و مرتبۂ خود کہ مرا بجانبِ تست آگاہ نہ شوم ۔ قدم از آب بیرون ندارم ۔ (خ ا) صفحہ ۴۵

** مرتبہ تو بدرگاہ ما آنست کہ بسیارے از خلائق گنہگار بوسیلہ جمیلہ تو بروز محشر از آتشِ دوزخ آزاد کنم ودر بہشت رسانم ۔ (خ ا)

Marfat.com

نہیں کرونگا'' *

جواب ملا -

''اے شیخ احمد ! تمام طالبان حقیقی نے اپنے آپ کو میرا عاشق بنایا ہے - لیکن میں تجھے سرفراز کرتا ہوں اور اپنا معشوق بناتا ہوں **

شیخ احمد ؒ نے جب یہ مژدۂ فرحت اثر سنا - تو فوراً دریا سے باھر نکل آئے - اپنا لباس پہنا - اور پیر و مرشد کی طرف روانہ ہوئے - جہاں جہاں سے گذرتے - لوگوں کی زبانی یہ آواز سنائی دیتی - کہ شیخ احمد معشوق ؒ تشریف لا رہے ہیں -

محمد قاسم مؤلف تاریخ فرشتہ لکھتا ہے کہ شیخ احمد ؒ کا جذبۂ عشق یہاں تک پہنچا - کہ انہیں جہان اور اہل جہان کی خبر تک نہ رہی سدھوشی کے عالم میں انہیں ادائیگی فرائض کا احساس تک بھی نہ ہوتا - ملتان کے علمائے ظاہر نے انہیں مجبور کیا کہ نماز ادا کریں کیونکہ اگر وہ نماز نہیں پڑھینگے - آن پر لفظ مسلمان کا اطلاق نہیں ہو سکے گا - آپ نے فرمایا صاحبو ! میں معذور ہوں - نماز ادا کرنے کی قدرت مجھ میں نہیں ہے - لیکن جب ان کا اصرار بڑھ گیا - تو فرمایا :-

---

* الٰہی نعمت ترا حدے و رحمت ترا حصرے ندارد بریں اکتفا نہ کنم -

** فرمان شد کہ ہمہ طالبان ، خود را عاشقِ من ساختہ اند - من ترا بنواختم و معشوقِ خود ساختم - [خ ا]

Marfat.com

''اچھا اگر مجبور کرتے ہو - تو تمہاری خاطر نماز پڑھ لیتا ہوں- لیکن سورۃ فاتحہ نہیں پڑھونگا ''-

حضرات علماء نے کہا کہ بغیر فاتحہ نماز کیونکر درست ہو سکتی ہے - آپ نے فکر مند ہو کر فرمایا اچھا سورۃ فاتحہ بھی پڑھ لیتا ہوں لیکن اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ پڑھنے پر اصرار نہ کیجئے علماء نے برہم ہو کر کہا -

''آپ کیسی باتیں کرتے ہیں - کیا اِس آیہ کریمہ کے بغیر فاتحہ درست ہو سکتی ہے ؟ آپ کو فاتحہ بھی پڑھنا ہوگی اور یہ آیت بھی'' -

انجام کار علماء کے اصرار پر آپ مصلّی پر نماز پڑھنے کے لئے آ کھڑے ہوئے - اور نماز شروع کی - لیکن جب اِیَّاکَ نَعۡبُدُ پر پہنچے - آن کے ہر بنِ مُو سے خون جاری ہو گیا - یہانتک کہ آپ کی تمام پوشاک خون سے تر بتر ہو گئی - آپ نے نماز توڑ ڈالی - اور فرمایا - بزرگو ! اب میں زنِ حائضہ کے حکم میں ہوں مجھ پر نماز فرض نہیں رہی '' *

شیخاباش کہ قدمِ سیّد درمیان است

شیخ محمد یوسف گردیزی قدس سرہ' العزیز کو دارِ فانی سے پردہ کئے تقریباً ڈیڑھ سو برس گذر چکے تھے - لیکن اب تک انکی یہ کرامت برابر کار فرما تھی کہ جو شخص مزار نور بار پر جا کر سلام عرض کرتا - حضرت اپنا ہاتھ باہر نکال دیتے - اِس سے

* فقہائے زمانہ برائے تکلیف شرع اصرار نمودند کہ از بے شعوری و مستی خود را بہوشیاری و حق پرستی بے باید آورد و نماز پنج وقتی ادا مے باید نمود - [خ ا]

لوگوں میں یہ غلط خیال پیدا ہو چلا ۔ کہ شاید جو بزرگ اس قسم کی کرامتیں نہیں دکھاتے ان کا پایہ اِن سے کم ہے ۔ اس لئے آپ حضرت کے آستان پر گئے اور سلام پیش کرنے پر جب شیخ کا ہاتھ باھر نکلا تو آپ نے انتہائی نیازمندی سے فرمایا ۔

”شیخا باش ! کہ قدمِ سیّد درمیان است“

کہتے ہیں ۔ کہ اسکے بعد حضرت کے ہاتھ کا نکلنا موقوف ہو گیا محمد قاسم فرشتہ کا بیان اس سے مختلف ہے وہ لکھتا ہے کہ سلام عرض کرنے پر جب شیخ کا ہاتھ باھر نکلا ۔ تو حضرت عارف باللہ نے فوراً پانی منگوا کر وہ ہاتھ دُھلا دیا اور فرمایا ۔ کہ شیخ کو شبہ تھا ۔ کہ غسّال نے اس ہاتھ کو اچھے طریقہ سے نہیں دھویا ۔ اس لئے وہ بار بار اپنا ہاتھ باھر نکالتے تھے ۔ کہ شاید کوئی مرد خدا اسے دُھلوا دے چنانچہ اب یہ ہاتھ باھر نہیں نکلے گا ۔ اس روایت کے صحیح تسلیم کرنے میں تامل اس لئے ہے کہ حضرت کا وصال ۷۰۳ھ میں ہوا ہے ۔ ۶۶۱ھ تک غوث العلمین قدّس سرہ‌العزیز کا سایہ ھا پایہ اس بلدیۂ عظیمہ پر پرتو افگن رہا ۔ اگر محض غسل صحیح نہ ہونے پر شیخ کا دست مبارک بار بار قبر سے برآمد ہوتا ۔ تو حضرت ضرور دھلوا دیتے ۔ تاریخ سے ظاہر ہے کہ شیخ یحییٰؒ گردیزی سجّادہ نشین سے حضرت غوث‌العلمین کے روابط نہایت گہرے تھے ۔ اس لئے میرے نزدیک پہلی روایت زیادہ صحیح ہے والعلمُ عند اللہ *

* تاریخ ملتان بزبان فارسی از شیخ محمد یوسف صاحب گردیزی مرحوم

Marfat.com

خاکِ شما در خطّۂ بدایوں آسودہ خواھد شد

حضرت مولانا حسام الدینؒ شیخ الاسلام عارف باللہ کے جلیل القدر خلیفہ تھے ۔ اور سالہا سال حضرت کی صحبت میں بسر کر چکے تھے ۔ فرماتے ھیں ۔ ایک دفعہ میں حضرت خلاصۃالمشائخ صدر المِلّۃَ والدّین کے ھمراہ شیخ الاسلام بہاء المِلّۃَ والدّین قدس سرہٗ کے روضہ اطہر کی زیارت کو گیا ۔ حضرت عارف باللہ جب زیارت سے فارغ ھو کر باھر تشریف لائے میرے دل میں خیال گذرا ۔ کہ اگر ایک ٹکڑا زمین کا اپنی قبر کے لئے مانگ لوں ۔ تو کیا عجب ھے ۔ کہ شیخ کبیرؒ کی ھمسائیگی کے طفیل مجھے عذاب دوزخ سے نجات مل جائے بمجرّد اس خیال کے گزرنے کے شیخ المشائخ صدرُ المِلّۃَ والدّین نے میری طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا ۔

”مولانا حسام الدین ! زمین از برائے مزارِ شما دریغ نیست اما حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم زمینے پاک برائے مزارِ شما در خطّۂ بدایوں اشارت فرمودہ است ، البتہ خاکِ شما در آنجا آسودہ خواھد شد“ ۔

شیخ المشائخ حضرت محبوب الٰہی دھلوی کا بیان ھے ۔ کہ جب قضا و قدر مولانا حسام الدین کو بدایوں لے گئی ۔ تو ایک رات انھوں نے خواب میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک جگہ بیٹھے وضو فرما رھے ھیں ۔ صبح کو اس مقام پر گئے تو یہ دیکھ کر انکی حیرت کی انتہا نہ رھی کہ زمین وضو کے پانی سے بھیگی ھوئی ھے ۔ اور

Marfat.com

وضو کا نشان ظاہر ہے ۔ حضرت مولانا نے وصیت کی ۔ کہ مجھے اسی مقام پر دفن کیا جائے ۔ چنانچہ بعد وفات وہاں دفن کئے گئے ۔

مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں ۔ کہ شیخ حسام الدین قاضی جمال کے نام سے بھی موسوم کئے جاتے تھے ۔ چنانچہ محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار میں آپ کا ذکر قاضی جمالؒ کے نام سے ہی کیا ہے ۔

محبوب اللہ شدۂ دیگر چہ مے خواہی ؟

مولانا علاؤالدینؒ نام ایک جیّد عالم آ کر حضرت کے مرید ہوئے ۔ دنیا ان کے فضل و کمال کی معترف تھی ۔ بہترین خطیب ، عمدہ قاری اور اپنے دَور کے مسلمہ محدث اور مفتی تھے ۔ شیخ العارفؒ نے ان پر بڑی شفقت کی اپنے حجرہ کے قریب انہیں رہنے کو جگہ دی اور اس محبت سے تربیت فرمائی کہ مولانا تھوڑے سے عرصہ میں درجۂ کمال کو پہنچ گئے ۔ پیر اور مرید کی یہ اُلفت روز بروز بڑھتی چلی گئی ۔ یہاں تک کہ حضرت محلسرائے سے باہر تشریف لاتے تو مولانا کی طلبی ہوتی ۔ گھڑی دو گھڑی آرام کے لئے حرم میں جانے لگتے ۔ تو مولانا کے کندھے پر ہاتھ رکھے مہمان خانہ اور حجرہ نشین درویشوں کی بابت ہدایات دیتے چلے جاتے ۔ گویا پہلی اور آخری ملاقات مولانا سے ہی ہوتی تھی ۔ یہی کیفیت مولانا کی تھی کہ سارا دن پروانہ وار شیخ پر سے تصدق ہوتے رہتے ۔ حضرت محلسرائے میں جاتے تو یہ بے چینی سے ڈیوڑھی شریف سے حجرہ مبارک تک آمد و شد کرتے رہتے ۔ شیخ برآمد ہوتے ۔ تو اس طرح لپک کر قدموں میں گرتے جیسے مدت سے بچھڑے ہوئے ہوں ۔ اس اضطرار اور کثرت کار کے

Marfat.com

باوجود مولانا کی زبان ہر وقت مصروف تلاوت رہتی کلام پاک کا ایک ختم دن کو اور ایک رات کو بالالتزام کیا کرتے اور یہی زندگی تک معمول رہا۔ اتنے مرتبہ کے باوجود مولانا کی تشنگی جوں کی توں قائم تھی اور حضرت کو بھی ان کی سچی تڑپ کا شدید احساس تھا۔ ایک رات کڑاکے کی سردی میں حضرت تہجد کے لئے باہر نکلے۔ تو کوئی درویش گٹھری سا بنا قدموں میں آگرا۔ آپ نے پہچانا تو وہ مولانا علاؤالدینؒ تھے۔ سردی سے ان کا بدن کپکپا رہا تھا۔ اور اعضا سن ہو چکے تھے۔ آپ نے انہیں اٹھا کر گلے سے لگایا اور فرمایا :-

"مولانا! محبوب اللہ شدۂ دیگر چہ مے خواہی؟"

"یعنی تم خدا کے محبوب تو بن چکے ہو اور کیا چاہتے ہو!"۔ مولانا تو شاید اسی مژدہ کے منتظر تھے۔ شیخ سے یہ بہت بڑا اعزاز پا کر بے خود سے ہو گئے۔ اور وفور مسرت سے رقص کرنے لگے۔ خدا کی شان صبح کو ہر طرف اس امر کا چرچا ہو گیا اور جو بھی ملتا مولانا کو "محبوب اللہ" کہکر خطاب کرتا۔

حضرت شیخ العارفؒ بالعموم عصر کے بعد وعظ فرمایا کرتے تھے اور جب کبھی طبیعت حاضر نہ ہوتی مولانا کو وعظ کرنے کا حکم دیتے۔ لیکن منبر پر وہ کیسے چڑھتے۔ ہاں البتہ اسے بوسہ دے کر پہلو میں کھڑے ہو جاتے اور ایسی درد انگیز تقریر کرتے کہ حاضرین کی روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتیں۔ تقریباً چودہ سال اس نہج پر مولانا نے بسر کر دیئے۔ اور جب شیخ کا وصال ہو گیا۔ تو حضرت قطب الاقطابؒ کی غلامی میں اوقات بسری

اختیار کی ۔ اور جب وہ بھی پردہ فرما گئے تو پھر مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری قدس سرہٗ سے نیاز مندی کا رشتہ جوڑا اور ۷۴۰ھ میں رفیق اعلیٰ کو لبیک کہتے ہوئے دار فانی سے عالم باقی کو کوچ کیا ۔ مفتی غلام سرور لاھوری مولانا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔ *

"شیخ علاؤالدین ملتانی از اعاظم خلفائے شیخ صدرالدین عارفؒ بود بغایت عابد ، زاھد ، متقی ، عالم بعلوم ظاھری و باطنی ، در کراست و خوارق مشہور نزد پیر خود عزتے تمام داشت و شیخ العارفؒ او را بخطاب محبوب اللہ مخاطب فرمودے و وے را با سید جلال‌الدین مخدوم جہانیاں رابطۂ اتحاد و محبت بکمال بود"

مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ** :۔

"مولانا علاؤالدین بن محمد در علم و عمل ممتاز و در صدق و صفا محرم راز ، موازنہ چہاردہ سال ملازمت و خدمت حضرت شیخ‌الاسلام صدرالحق والدین قدس سرہٗ مقام قرب داشت و حضرت شیخ‌العارفؒ او را محبوب اللہ خواندے مولانا اکثر در صحبت آں سلطان الاوتاد بودے و او را در شبانہ روز دو ختم کلام اللہ لازم بودے"

* خزینۃ الاصفیا جلد دوم صفحہ ۵۶ -
** سیرالعارفین صفحہ ۱۵۶ -

Marfat.com

ہمچو ذوالفقار علیؓ سیفِ زبان بے نیام دار!

ایک اور بزرگ شیخ صلاح الدین درویشؒ حضرت عارف باللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اپنی سیف زبانی کے سبب صوفیاء میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ آپ نے اُسے مرید کیا اور فرمایا اگرچہ "یہ دور صوفیاء کے لئے قطعاً ناساز گار ہے اور " اعلائے کلمۃ الحق" میں خطرات بہت ہیں، تاہم ہمارے مشائخ اس میدان میں پیش پیش رہے ہیں۔ آج کل دارالسلطنت دھلی کو تم جیسے مجاھدین کی سخت ضرورت ہے۔ جاؤ اور ذوالفقار علیؒ کی طرح اپنی زبان کو ہر وقت بے نیام رکھو۔ خدائے حیّ و قیّوم کے سوا کسی سے مت ڈرو۔ انشاء اللہ تم ہر مصیبت سے محفوظ رہو گے"۔

خادم کو اشارہ فرمایا وہ توشہ خانہ سے خرقہ لے آیا آپ نے شیخ صلاح الدین کو کھڑا کرکے اپنے دست خاص سے خرقہ مبارک پہنایا۔ اور بغل گیر ہو کر حصانتِ الٰہی میں رخصت کیا۔

شیخ صلاح الدین رجعتِ قہقری کرتے ہوئے رخصت ہوئے تو شیخ العارف پر دفعۃً ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ ان کا چہرہ آفتاب کی طرح دمک اُٹھا اور وہ وجد انگیز طریق سے یہ اشعار زیر لب گنگنانے لگے۔ ؎

ما ازاں محتشانیم کہ ساغر گیرند
نہ ازاں مفلسگاں کاں بز لاغر گیرند
بیکے دست مے خالص ایماں نوشند
بیکے دستِ دگر "پرچمِ کافر"* گیرند

* شیخ نجم الدین کبرے قدس سرہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

شیخ صلاح الدین درویش پیر طریقت سے مرخص ہو کر دہلی آئے۔ تو یہاں انہوں نے حضرت نصیرالدین چراغ کی ہمسائیگی میں قیام کیا۔ ان کے ساتھ رابطہ اتنا بڑھا کہ دونو بزرگوار یک جان دو قالب نظر آنے لگے۔ سلطان بلبن کے بعد حکومت کے کل پرزے سست پڑ گئے۔ ہر طرف خرابی کے آثار دکھائی دینے لگے۔ نمک حرام خسرو خاں نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ غیاث الدین تغلق نے سلطنت کی گرتی ہوئی دیوار کو سنبھالا۔ اور رعایا نے نئے سرے سے اطمینان کا سانس لیا۔ مگر یہ بادشاہ درویشوں کا چنداں معتقد نہ تھا۔ اس سے حضرت قطب الاقطاب رکن الدین عالم اور محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رضوان اللہ علیہم کو سخت روحانی اذیتیں پہنچیں۔ محمد تغلق کا دور آیا۔ تو تمام مشائخ ناقابل برداشت مصائب میں پھنس گئے۔ اس نے ان کے اثر و نفوذ کو کم کرنے کے لئے انہیں نج کی خدمتیں سپرد کیں۔ سب سے بڑا وار سلطان نے خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی پر کیا۔ انہیں اپنی جامہ داری یعنی کپڑے پہنانے پر مامور کیا۔ شیخ نے انکار کیا۔ تو ان کو جیل میں ٹھونس**

کے معاصر تھے۔ تاتاری حملے میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ کہتے ہیں شہادت کے وقت انہوں نے تاتاریوں کا جھنڈا پکڑا ہؤا تھا۔ دس کافروں نے مل کر زور لگایا مگر جھنڈا شیخ کے ہاتھ سے نہ چھوڑا سکے۔ آخر کار انہوں نے اس کے پھریرہ کو کاٹ لیا۔ اس رباعی میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ نفحات الانس صفحہ ۵۰۳۔

** سیر الاولیاء و سیر العارفین۔

Marfat.com

دیا۔ اس طرح شیخ ضیاءالدین سمنانی ، مولانا شمس الدین یحییٰ مولانا کمال الدین ، مولانا عمادالدین غوری ، شیخ قطب الدین منور اور مولانا فخرالدین زرادی رحمہم اللہ علیہم اجمعین جیسے اکابر اولیاء اللہ کو دربار میں طلب کرکے روحانی کلفتیں پہنچائیں۔ یہ تمام اہل اللہ سلطان المشائخ کے مرید تھے۔ اور انکی وصیت کے احترام میں خاموش رہے۔ شیخ شہاب الدین حق گو نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے زبان کھولی تو سلطان کی سیاست کا شکار ہو گئے۔ اس ماحول میں کس کو شہنشاہ کے خلاف لب کشائی کی جرأت ہو سکتی تھی۔ لیکن شیخ العارف کے محبوب خلیفہ صلاح الدین درویش نے اس موقع پر اپنے فرض کو پہچانا اور وہ بالعموم

أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانِ الْجَائِرِ

کی تعمیل میں سلطان کو خلق خدا پر رحم کرنے کی نصیحتیں فرمایا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی سرِ دربار ایسی کھری کھری سناتے کہ اُمراء دم بخود رہ جاتے۔ اس کے باوجود شیخ ہمیشہ سلطان کے شر سے محفوظ رہے اور وہ باوجود اپنی شہرۂ آفاق سخت گیری کے شیخ کا بال بیکا تک نہ کر سکا۔ مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں :۔

"آنچہ از جانب سلطان محمد تغلق بمشائخ عظام ایذا و تکلیف مے رسید او (شیخ صلاح الدین درویش) سیاست سلطان را ہیچ بخیال نمے آورد و با سلطان سخنان سخت مے گفت *

* خزینۃالاصفیاء جلد دوم صفحہ ۵۵

اربابِ دانش سمجھ سکتے ھیں۔ کہ اتنی سیف بیانی کے باوجود سلطان کی سیاست سے بچ نکلنا کرامت سے خالی نہیں تھا۔ ھمارا یقین ہے کہ ملتان سے چلتے وقت شیخ طریقت نے انہیں جو دعا کی تھی وہ سایہ کی طرح ان کے ساتھ رھی اور ضرورت کے وقت سپر کا کام دیتی رھی۔ کہتے ھیں کہ شیخ صلاح الدین کی نگاہ میں بلا کا اثر تھا اور کوئی ان سے نظر ملا کر بات نہیں کر سکتا تھا اور اگر کسی پر خفگی کی نظر کرتے تو وہ متاثر ھوئے بغیر نہ رھتا۔ محدّث دھلوی لکھتے ھیں کہ ایک مرتبہ ایک جوان گھوڑے پر سوار چلا جاتا تھا اور وہ گھوڑا بہت خوبصورت اور خوش رفتار تھا۔ دفعتاً اس نے گھوڑا کے چابک مارا۔ شیخ صلاح الدینؒ پاس سے گزر رھے تھے اور اِنکی نظر گھوڑے پر تھی۔ وہ اسکی خوبصورتی اور سبک رفتاری پر خوش ھو رھے تھے کہ تڑاخ سے چابک پڑنے کی آواز آئی۔ شیخ اُچھل کر ایک جانب کو ھٹ گئے اور سوار پر قہر و غضب کی ایسی نگاہ ڈالی کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا اس حادثہ کو دیکھ کر بہت سے لوگ جمع ھو گئے اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جو نشان چابک لگنے سے گھوڑے پر پڑا تھا وھی اُسی شکل میں اور اُسی جگہ شیخ کے اندام پر موجود تھا *

شیخ کو تا دم زیست حضرت چراغ دھلوی سے عقیدت اور محبت رھی۔

* جوانے بر اسپ سوار مے رفت و آں اسپ بسیار خوش شکل و خوش رفتار بود ناگاہ آں جوان بروے تازیانہ زد شیخ بر آں جوان غضب کرد وے از اسپ بیفتاد و چوں نگاہ کردند زخم آں تازیانہ براندامِ شیخ نقش بود۔ اخبار الاخیار صفحہ ۶۶۔

Marfat.com

اور آن سے اکتساب فیض بھی کیا - بقیہ عمر مل کر بسر کی اور سچ یہ ہے کہ انہیں موت بھی ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکی - حضرت محبوب الٰہی کے مقبرہ سے تین میل دور دونو دوستوں کے مقبرے پہلو بہ پہلو کھڑے زبان حال سے مہر و وفا کے قصے دوہراتے دکھائی دیتے ہیں - ۷۴۰ھ میں آپ راھگرائے عالم جاودانی ہوئے - محدث دھلوی لکھتے ہیں کہ ۲۲ صفر کو آپ کا عرس بڑے اہتمام سے ہوا کرتا تھا *

اگرچہ آج شیخ ہم میں نہیں ہیں تاہم ان کے مرقد کا ہر ذرہ بہزار زبان پکار کر کہ رہا ہے کہ ؎

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہوجا
گذر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

نیز محدث دھلوی نے ایک مناجات آپ سے منسوب کی ہے ہم اس کے چند جملے یہاں درج کرتے ہیں -

"الٰہی بحرمت آں وقت و ساعت کہ صلاح درویش را "فیل سفید" خواندی ، الٰہی بحرمت آں وقت و ساعت کہ صلاح درویش را در زیر درخت برگد در مقام امروھہ اللہ تبارک و تعالٰی یقرئک السلام" گفتی *
(الیٰ آخرہ)

* اخبار الاخیار صفحہ ۶۶

سیّاں دیس چلے

خلفائے غوثیہ اپنی منزلوں کی طرف

Marfat.com

عراقیؒ بعراق رفت

مولانا عراقیؒ کا ذکر حضرت غوث العلمینؒ کی سیرت میں تفصیل سے ہو چکا ہے - بقول نفحات الانس پچیس برس اور بقول خزینۃ الاصفیاء بیس برس مولانا عراقی نے شیخ کی خدمت میں بسر کئے - شیخ کے وصال کے بعد پھر اِن پر کیف و سکر کا عالم طاری ہو گیا - اور وہ مغلوب الحال ہو کر اپنے جذبات کا اظہار شعروشاعری سے کرنے لگے - خانقاہ کے درویشوں نے مولانا کی اس صورت حال کو شدت سے محسوس کیا - کیونکہ سہروردیہ سلسلے میں ذکر اور مراقبہ کے سوا دوسری کوئی چیز مروّج نہ تھی - اور اِن کی غزل خوانی سے اُن کی یکسوئی میں فرق آتا تھا - بعض تذکروں میں لکھا ہے - کہ یہ شکایت ملتان کے صوبیدار تک پہنچائی گئی - جس پر مولانا ملتان سے دل برداشتہ ہو کر حجاز کو روانہ ہو گئے - کلیات عراقی میں چند قصائد ایسے ملتے ہیں - جو اُس عہد کے بلند پایہ واعظ اور عارف شیخ حمیدالدین کے فضائل اور مناقب پر محیط ہیں - مولانا کو ان سے بڑی محبت تھی قصائد سے پتہ چلتا ہے - کہ وہ بھی ان دنوں ملتان سے جا چکے تھے - اور اِن کے بغیر ملتان انہیں اچھا نہیں لگتا تھا - چنانچہ فرماتے ہیں۔

همه جائے ترا خوش است و لیک
بے تو خوش نیست اهل ملتان را

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے ۔؎

دوستاں منتظرِ مقدمِ میمونِ تواند
بیش ازیں مے نشکیبند بیا زود ترے
گر عزیمت کنی اے دوست بسوئے ملتان
چہ مبارک بود آں عزم وچہ نیکو سفرے

انہی ایام میں انہیں عراق سے شمس الدین نام کسی دوست کا خط ملتا ہے۔ جس پر وطن کی یاد انہیں بے اختیار تڑپا دیتی ہے بیقرار ہو کر پکار اٹھتے ہیں۔

"یا رب ایں بوئے چنیں خوش زگلستاں آید
یا ز باغ ارم و روضہ رضواں آید
یا صبا بوئے سر زلف نگارم آورد
یا خود ایں بوئے زخاک خوش یکجاں آید
شمس دیں آنکہ بدو دیدہ من روشن شد
نور او در ہمہ آفاق درخشاں آید
لطف فرمود فرستاد یکے درج گہر
کہ ازاں ہر گہرے مایۂ صد کاں آید
تا مرا در نظر آمد خطِ جاں پرور او
اے بسا آب کہ در دیدہ گریاں آید
شکر کردم کہ پس از مدت سی وشش سال
یادش از یاد کی از بے سروساماں آید
اے برادر چہ دہم شرح کہ دور از تو مرا
بر دلِ تنگ چہ غمہائے فراواں آید

Marfat.com

یافتم صحبتِ اوتاد گرم روزے چند
ایں ہمہ سنگِ محن برسرِ من زاں آید
بعراق ار نرسد باز عراق چہ عجب
کہ نہ ہر خار وخسے لائقِ بُستاں آید

غوث العلمین کا مرثیہ

دانش گاہ لاہور کے کتاب خانہ میں ''کلیات عراقیؒ'' کا ایک قدیم ترین نسخہ موجود ہے* اگرچہ وہ بیحد ضعیف ہے اور اس کے مقدم و مؤخر کے بہت سے اوراق بھی نہیں ہیں۔ تاہم دوسرے نسخوں کے علی الرغم اِس کی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس میں عراقیؒ کا وہ مشہور عالم مرثیہ درج ہے جو اس نے حضرت غوث العلمین قدّس سرّہ' کے وصال پر موزوں کیا تھا۔ اسے عراقیؒ نے ترکیب بند کی صورت میں لکھا ہے۔ اور ہر بند کے آخر میں ٹیپ کا ایسا شعر دیا ہے جو مضمون کے اعتبار سے اگلے بند کو پچھلے بند کے ساتھ مربوط کرتا ہے۔ یہ مرثیہ فنّی حیثیت سے فارسی ادب کی جان ہے۔ اس میں عراقیؒ نے حضرت غوث العلمینؒ کی عظمت و جلالت اور ان کے فراق میں اپنے دل کے سوز و گداز کو اس اسلوب سے بیان کیا ہے۔ کہ پڑھنے سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔ لاریب یہ اشعار عراقیؒ اور ان جیسے لاکھوں سہروردی درویشوں کے دلی کیفیات کی صحیح عکاسی کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہے۔ کہ مولانا نے اپنی چیخوں کو اعجازی طور پر

* اوراق ۹۰ * تقطیع ۸ × ۵½ انچ* سطور ۱۹* خط تعلیق تاریخ کتابت ندارد

Marfat.com

اشعار کی صورت دے دی ہے۔ ان کے دیکھنے پڑھنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ عراقی ؒ سیدنا بلال رض کی طرح محبوب کی جدائی کو برداشت نہ کر سکا۔ اور بسینۂ بریان و بدیدۂ گریان دیار حبیب سے رخصت ہو گیا۔

عراقی مے گوید

اب مرثیہ کا متن مع ترجمہ کے درج کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

کارم از دست رفت و دستِ از کار
دیدہ بے نور ماند و دل بے یار

افسوس مقصود ہاتھ سے نکل گیا۔ اور ہاتھ مراد سے رہ گیا۔ آنکھ بے نور اور دل یار سے محروم ہو گیا۔

دل فگارم، چرا نگریم خون!
درد مندم، چرا ننالم زار!

دل فگار ہوں خون کے آنسو کیوں نہ روؤں!، درد مند ہوں گریہ کیوں نہ کروں!!

خاک بر فرقِ سر چرا نکنم
چوں نشویم بخونِ دل رخسار

سر پر مٹی کیوں نہ ڈالوں؟ اور خونِ دل سے رخساروں کو کیوں نہ دھوؤں؟

یار غارم زدست رفت دریغ
ماندم افسوس پائے بر دُم مار

افسوس! میرا یار غار جاتا رہا۔ اور میری حالت اس شخص جیسی ہو گئی جس کا پاؤں سانپ کی دُم پر آ جائے۔

Marfat.com

آفتابم ز خانہ بیروں شد
منم امروز و وحشتِ شب تار
میرا آفتاب گھر سے چلا گیا۔ اب میں ہوں اور اندھیری رات کی وحشت ہے۔

چوں ننالم چرا نگریم زار
چوں نہ جویم چو مے نہ بینم یار
کیوں نالہ نہ کروں اور کیوں زار زار نہ روؤں اور جب دوست نظر نہیں آتا تو اسے تلاش کیوں نہ کروں!

خود ہمہ خون گریستے بر من
بودے ار چشمِ بختِ من بیدار
اگر میرے بخت کی آنکھ بیدار ہوتی۔ تو مجھ پر خون کے آنسو بہاتی۔

روشنائی دیدہ رفت افسوس!
منم امروز و دیدۂ خون بار
افسوس! میری آنکھ کی روشنی ختم ہو گئی۔ اور آج میری آنکھیں خون بار ہیں

آنچنانم کہ دشمنم چو بدید
زار بگریست بر دل من زار
شیخ الاسلام کے فراق میں میری یہ حالت ہو چکی ہے کہ جب دشمن نے مجھے دیکھا تو وہ بھی میرے دلِ زار پر بے اختیار رو پڑا۔

خاطرِ عاشقے چہ ساں باشد
ہم دل از دست رفتہ ہم دلدار

Marfat.com

اس عاشق کی کیا حالت ہو گی کہ جس کا دل بھی ہاتھ سے نکل گیا ہو اوز دلدار بھی۔

سوختم ز آتشِ جُدائی او
مرہم نیست جز غم و تیمار

محبوب کی جدائی کی آگ میں جل رہا ہوں اور غم و اندوہ ہی میرے مرہم ہیں۔

کارم از گریہ راست مے نشود
چکنم چیست چارۂ ایں کار

لیکن رونے دھونے سے بھی مقصود حاصل ہوتا دکھائی نہیں دیتا کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں اور اس کا چارۂ کار کیا ہے ـــــ!

دلم از من بسے خراب ترست
خاطرم از جگر کباب ترست

دل کی حالت مجھ سے زیادہ خراب ہے۔ اور وہ جگر سے زیادہ کباب ہو رہا ہے۔

۲

دوش پرسیدم از دل غمگیں
بے رُخِ یار چونی اے مسکین

رات کو میں نے اپنے غمگین دل سے پوچھا کہ اے مسکین! دیدارِ دوست کے بغیر تیرا کیا حال ہے؟

دل بنالید زار و گفت مپرس
چہ دہم شرح، حال خود مے بیں

دل نے رو کر کہا کہ کیا حال بتاؤں۔ صورت بیں حالم مپرس

چوں بود حال ناتواں مورے
کہ کند قصد کعبہ از درِ چین

اس مورِ ناتواں کا کیا حال ہوگا جو چین سے کعبہ کا قصد کرے۔

زیر چنگ آردش دمے سیمرغ
بُردش بر تر از سپہرِ بریں

اور پھر اسے راستے ہی میں یکدم سیمرغ اپنے چنگل میں لے کر آسمان پر اُڑ جائے۔

باز سیمرغ بر پرد بہوا
ماند او اندراں مقامِ حزیں

پھر وہ سیمرغ ہوا میں اوپر ہی اوپر اُڑتا چلا جائے۔ (کچھ دُور جا کر کسی مقام پر چیونٹی کو چھوڑ دے) اور وہ بچاری اسی غمگین جگہ میں رہ جائے۔

منم آں مور آنکہ آں سیمرغ
مرغ عرش آشیاں سدرہ نشین

مجھے وہی چیونٹی سمجھو جسے سیمرغ اُڑا لے گیا۔ وہ مرغ جس کا آشیانہ عرش پر تھا اور جو سدرہ پر بیٹھنے والا تھا۔

آنکہ کرد از قفس چناں پرواز
کاثرش در نیافت روح امین

جب اس مرغ نے قفس عنصری سے پرواز کی تو جبریل امین کو بھی اس کا نشان نہ مل سکا۔

چوں بگردش نمے رسد جبریل
چہ عجب گر نماندش بز میں

جب جبریل اس کی گرد کو نہیں پہنچ سکا تو بسا ممکن ہے کہ وہ زمین پر ہی نہ رہا ہو۔ !

زیبد ار بشکند قفس سیمرغ
بے صدف قدر یافت دُر ثمیں

سیمرغ اگر قفس توڑ دے تو زیبا ہے کیونکہ گراں بہا موتی کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب وہ سیپ سے نکل آئے۔

چوں نگنجید زیر نُہ پردہ
شد، سرا پردہ زد بعلّیین

جب نو پردوں (نو آسمانوں) کے نیچے نہ سما سکا تو اس نے علین میں اپنا مقام بنا لیا۔

از حدود صفات بیروں شد
واندر اقطار ذات گشت مکیں

صفات کی حدود سے باھر ہو گیا اور اطراف ذات میں مکین ہو گیا۔

او رواں کردہ سوئے رضوان انس
باز شوقش طپاں چو روح قدس

وہ روضہ رضوان کی طرف چلا گیا اور ہم جبرئیل کی طرح اس کے شوق میں تڑپ رہے ہیں۔

۳

شاید ار شور در جہاں فگنیم
گریہ بر پیر و بر جوان فگنیم

اگر ہم دنیا میں شور ڈال دیں تو جائز ہے۔ اور اگر پیر و جوان کو رُلائیں تو بجا ہے۔

رستخیزی زجاں بر انگیزیم
غلغلے در ہمہ جہاں فگنیم

دل سے ایک شور قیامت اٹھائیں اور سارے جہاں میں غلغلہ ڈال دیں۔

بر فروزیم آتشے ز دروں
شررے در جہانیاں فگنیم

دل کی آگ بھڑ کا کر دنیا میں اسکی ایک چنگاری ڈال دیں۔

سنگ بر سینہ لحظہ لحظہ زنیم
خاک برسر زماں زماں فگنیم

ہر لمحہ سینے پر پتھر ماریں اور ہر لحظہ سر پر مٹی ڈالیں۔

آب حسرت رواں کنیم زچشم
سیلِ خوں در حصارِ جاں فگنیم

آنکھوں سے اشک حسرت بہائیں اور تن و جاں کے اندر خون کا سیلاب لا ڈالیں۔

غرقِ خونیم خیز! تا خود را
زیں خطر گاہ بر کراں فگنیم

اے مخاطب! ہم خون میں غرق ہیں۔ اٹھ تاکہ اپنے آپ کو اس خطرے کی جگہ سے علیحدہ لے جائیں۔

قدمے بر ہوا نہیم مگر
خویشتن را بر آسماں فگنیم

ہوا میں قدم رکھ کر اپنے آپ کو آسمان پر پہنچائیں۔

از پے جست و جوی او نظرے
در ریاضِ خوش جہاں فگنیم

اور اس دوست کی جستجو میں ایک نظر ریاضِ جہاں پر ڈالیں۔

ور نیابیم در مکاں آو را
خویشتن را بلا مکاں فگنیم

اور اگر وہ مکان میں نہ ملے تو پھر اپنے آپ کو لا مکاں میں لے جائیں۔

مرکبِ عشق زیر راں آریم
رخت زاں سوی کُن فکاں فگنیم

مرکبِ عشق پر سوار ہو کر اپنا ڈیرا ڈنڈا کن فکاں سے دوسری طرف لے جائیں۔

پس در آں بارگاہِ عزت و ناز
عرضہ داریم از زبانِ نیاز

اور اس کے بعد اس عزت و ناز کی بارگاہ میں زبان نیاز سے عرض کریں۔

۴

کاں تمنائے جان حیراں کو؟
آرزوئے دل مریداں کو؟

کہ وہ میری حیران جان کی تمنا اور مریدوں کے دل کی آرزو کہاں ہے؟

ما همه عاشقیم، دوست کجا ست؟
درد مندیم جملہ، درماں کجا ست؟

ہم سب عاشق ہیں، محبوب کہاں ہے؟ ہم سب درد مند ہیں دوا کہاں ہے؟

Marfat.com

گرد میدانِ قدس بر گردیم
کاخر آں شہسوارِ میداں کو ؟

ہم میدان قدس کے ارد گرد گھوم رہے ہیں تا کہ معلوم کریں کہ وہ مردِ میدان کہاں ہے ؟

پس ز روحانیاں خبر پرسیم
کای * ندیمانِ خاص، سلطان کو

پھر فرشتوں سے پتہ لیں کہ اے خاص ہم نشینو ! سلطان کہاں ہے ؟

پیش مرغانِ عرش لابہ کنیم
کاخر ایں تخت را سلیماں کو؟

مرغانِ عرش کی خوشامد کر کے پوچھیں کہ آخر اس تخت کا سلیمان کہاں ہے؟

شاہبازِ فضائے قرب کجاست ؟
آفتابِ سپہرِ عرفان کو ؟

فضائے قرب خداوندی کا شاہباز اور آسمانِ عرفان کا آفتاب کہاں ہے؟

پر تو آفتاب سر قدم
در سرائے حدوث تاباں کو؟

راز قدیم کے نیر اعظم کا پر تو سرائے حدوث میں کہاں چمک رہا ہے

چند اشارات خود صریح کنیم
غوث دیں، قطبِ چرخ ایماں کو؟

اپنے اشارات کی تصریح کریں اور پوچھیں کہ دین کا غوث اور چرخِ ایمان کا قطب کہاں ہے ؟

---

* اصل : کان

Marfat.com

مطلعِ نور ذوالجلال کجاست ؟
مشربِ فیضِ قُدس سلیمان کو ؟

نور ذوالجلال کا مطلع اور خدا کے فیض قدس کا مشرب کہاں ہے؟

خاتمِ اولیاء امام زمان
مرشد صد ہزار حیران کو ؟

خاتمِ اولیاء، امامِ زمان اور لاکھوں حیران مریدوں کا مرشد کہاں ہے؟

روضۂ حق* بہاءِ عالمِ قدس
زکریا ندیم رحمان کو ؟

حق کا چمن، عالم قدس کی رونق، ندیم رحمان حضرت زکریا(غوث العلمین) کہاں ہے؟

چہ عجب گر بگوشِ جان ہمہ
آید از غیب سرِ این کلمہ

کیا عجب ہے اگر سب لوگوں کے کانوں میں غیب سے یہ بات پہنچے۔

۵

کیں دم آں سرور شہا باماست
انک امروز دست او بالا ست

اس وقت تمہارا سردار ہمارے پاس ہے جو آج سب سے بالا دست ہے

دستگاہش یمین لم یزلیست
رتبتش بر تر از قیاس شماست

اللہ کا ہاتھ اس کا ہاتھ ہے اور اس کا رُتبہ تمہارے قیاس سے اونچا ہے

منزلش صحن قاب قوسین است
مجلس او بساط او اَدنیٰ ست

* کلیات عراق مطبوعہ صفحہ ۵۲: صاحب (بجائے روضہ)

Marfat.com

قابِ قوسین کا صحن اسکی منزل اور اوادنیٰ کی بساط اسکی نشستگاہ ہے

در هوائے هویتشِ جولاں
در سرائے حقیقتش ما و است

ہویت خاصہ کی محبت اسکی جولانگاہ اور سرائے حقیقت اسکی قیام گاہ ہے

ہر دو عالم درونِ قبضہ اوست
بار او درِ درونِ صفّۂ ماست

دونو جہان اس کے قبضہ میں ہیں ۔ اور ہمارے صفہ میں اس کا سامان ہے

گرچہ در جائے نیست لیک زلطف
ہر کجا کش طلب کنی آنجاست

اگرچہ وہ کسی مخصوص جگہ پر نہیں لیکن اپنی لطافت کی وجہ سے جہاں کہیں اسے بلاؤ گے وہیں ہو گا

دیدہ باید کہ جان تواند دید
ورنہ او در ہمہ جہاں پیدا ست

روح کو دیکھنے کے لئے بھی نظر چاہئے ورنہ جہاں میں وہ ہر جگہ موجود ہے

در جہان آفتاب تا با نست
عیب از بوم و دیدۂ عمیاست

آفتاب عالمتاب جہان میں برابر ضیا بار ہے ۔ لیکن بوم شوم کے لئے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے ۔ کیونکہ وہ اپنی اندھی آنکھوں کے سبب اسے دیکھنے سے قاصر ہے ۔

ہر کہ خواهد کہ روئے او بیند
گوُ ببیں روئے جان اگر بیناست

Marfat.com

جو چاہتا ہے کہ اس کا چہرہ دیکھے تو اس سے کہئے کہ اگر دیکھنے والی آنکھ رکھتا ہے تو پہلے روح کو دیکھ۔

دیدۂ ''رُوح بیں'' بدست آرید
گر ترا آرزوئے مولانا ست

روح دیکھنے والی آنکھیں پیدا کرو۔ اگر آپ کو ہمارے سردار کے دیکھنے کی آرزو ہے۔

آنک او را میان جاں جوئیم
چوں بیابیم پیشِ او گوئیم

جس کو ہم روح کے اندر ڈھونڈھ رہے ہیں اگر مل گیا تو اس کے سامنے سب باتیں بیان کرینگے۔

۲

کائے گرفتہ ولایت از تو نظام
چوں نبوّت بمصطفےؐ شدہ تام

جیسے نبوّت حضرت محمد مصطفےؐ صلی اللہ علیہ وسلّم پر ختم ہے بعینہٖ ولایت کی تکمیل آپ کی ذات سے ہے۔

دیدۂ مصطفےؐ بتو روشن
شادماں از تو انبیائے کرام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں تجھ سے روشن ہیں۔ انبیائے کرام تجھ سے خوش ہیں۔

هم تو متبوعِ اولیاء بقدم
هم تو مرغوبِ* انبیاء بمقام

تو ہمیشہ سے اولیائے کرام کا مخدوم ہے۔ اور تجھے وہ مقام حاصل ہے

* اصل لفظ مغبوط تھا۔ ہم نے مرغوب بنا دیا ہے۔ وجہ ظاہر ہے۔

کہ انبیاء علیہم السلام بھی اسے رغبت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

دلِ ابدال چاکر تو زجاں
جانِ اوتادت از دو دیدهٔ غلام

ابدال کے دل تیرے غلام اور اوتاد کی جان تیری رھین ہے۔

بے تو ما بے مراد مانده و تو
یافته از مراد خود همه کام

ہم تیرے بغیر بے مراد ہو کر رہ گئے۔ اور تو اپنی مراد پا کر شاد کام ہے۔

هیچ باشد که از فراموشی
یاد آری دراں خجسته مقام

کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اس مبارک مقام پر آپ ہم فراموش شده لوگوں کو بھی یاد فرمائیں۔

چه شود گر کند دراں حضرت
نا قصے را عنایتِ تو تمام

اگر آپ کی عنایت اس بارگاہ میں ایک ناقص کو کامل بنا دے تو کیا ہو جائے گا ـــ!

چه کم آید که از شفاعتِ تو
کارِ بے چارهٔ شود بنظام

اگر آپ کی سفارش سے ایک بے چارے کا کام بن جائے تو اس میں آپ کا کیا ہرج ہے!

اے رُخت تاب آفتاب ازل
روشن از تو قصور دارالسلام

Marfat.com

اے وہ کہ تیرا چہرہ آفتابِ ازل کا عکس ہے - تجھ سے بہشت کے محلات روشن ہیں -

ذرہ بے تاب مہر چوں باشد
ہمچنانیم بے رخت و سلام

جس طرح ذرّہ سورج کے نور سے محروم رہ جائے آپ کے عارضِ تاباں کے بغیر ہماری یہی کیفیت ہے -

گرچہ سہلست ایں، بیا بنیوش!
مہری ، از لطف عیب ذرّہ بپوش

(حضور والا کے نزدیک) یہ ایک نہایت آسان سی بات ہے (خدا کے لئے) ہماری فریاد کو پہنچئے - اور آفتاب کی طرح ذرّے کے عیب پر اپنے کرم سے پردہ ڈالیئے -

۷

بر تو انوار حق مقرر باد!
حسن او در تو ہر دم اظہر باد!

آپ پر اللہ تعالیٰ کے انوار تجلّی فرسا ہوں اور اس کا حسن آپ میں ظہور پذیر ہو -

بتجلّی ذات طلعت تو
چوں دلت لحظہ لحظہ انور باد!

اسکی ذات پاک کی تجلّی سے آپ کا چہرہ آپ کے دل کی طرح منوّر ہو -

در طرب خانۂ وصال قدیم
ہر زمانت سرور دیگر باد!

وصال قدیم کے مسرّت خانے میں آپ کو لحظہ بہ لحظہ الگ سرور میسّر ہو -

Marfat.com

ز انعکاس صفائے آب رخت
منظرِ قدسیاں منور باد!

آپ کی آبرو کے پرتو سے فرشتوں کا منظر منوّر ہو۔

در نسیمِ ریاضِ انفاست
جانِ روحانیاں معطّر باد!

آپ کے انفاس پاک کے بوستانوں کی نسیم سے روحانیوں کی جان معطّر ہو۔

بجمالت که مجمعِ حسنست
دیدۂ جانِ ما منوّر باد!

آپ کے جمال سے جو مجمع حسن ہے ہماری جان کی آنکھیں روشن ہوں۔

دوحۂ روضۂ منوّر تو
رشکِ گلزار خلد ازہر باد!

آپ کے روضۂ اقدس کا صحن نور بار بہشت کے گلزار کا رشک ہو۔

ہر سعادت که حاصلست ترا
دوستان ترا میسّر باد!

جو سعادت آپ کو حاصل ہے۔ خدا کرے آپ کے دوستوں کو بھی حاصل ہو۔

ہر دو فرزند تو که اوتادند
ہر یکے غوثِ ہفت کشور باد!

آپ کے دونوں فرزند ارجمند جو اوتاد زمانہ ہیں۔ خدا انہیں ہفت اقلیم کا غوث بنائے۔

قطب شاں صدر صفّۂ ملکوت
که مقاشن ز عرش برتر باد!

Marfat.com

ان کا قطب وہ ہے جو صفۂ ملکوت کا صدر ہے۔ اس کا مقام عرش سے بھی برتر ہو۔

بر سرِ کوئے ہر یکے گردوں
چوں عراقیؒ کمینہ چاکر بادا!

ہر ایک کے کوچے میں عراقیؒ کی طرح آسمان ادنیٰ سا نوکر ہو۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

عصر جدید کے مؤرخین جن میں "میخانہ" اور بزم صوفیہ کے مؤلفین بھی شامل ہیں، نے "خرقۂ خلافت" کو "خلافت مطلق" تصوّر کرکے اس پر ایسے حاشیے چڑھائے ہیں۔ کہ نفسِ مضمون میں ایک عجیب قسم کا تضاد واقع ہو گیا ہے۔ بزم صوفیہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے وصال کے وقت شیخ فخرالدین عراقی ہی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنایا تھا۔ مگر شیخ فخرالدین عراقیؒ نے مرشد کی دیرینہ روایات کی پابندی نہ کی۔ وہ مغلوب الحال ہو کر اپنے جذبات کا اظہار شعر و شاعری سے کیا کرتے تھے۔ جسکو حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے دوسرے مرید اپنے مرشد کے طریقے اور مسلک کے خلاف سمجھتے تھے شیخ فخرالدین نے یہ محسوس کیا۔ تو اس منصب سے علیحدہ ہو کر عدن کی طرف روانہ ہو گئے"۔

صفحہ ۱۰۷

Marfat.com

مولانا جامی کا بیان

تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ اس روایت کے پہلے راوی مولانا عبد الرحمن جامی مؤلف نفحات الانس ہیں اور انہوں نے جس طریقے سے اپنی کتاب کا مواد جمع کیا ہے وہ انکی زبان سے سنئیے - فرماتے ہیں -

"عاجز گمنام عبدالرحمن جامی کہتا ہے کہ شیخ عارف محمد بن حسین سلمیٰ نیشا پوری نے مشائخِ طریقت کے حالات میں ایک کتاب لکھی تھی - جس کا نام 'طبقات الصوفیہ' تھا شیخ الاسلام ابواسمعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہروی اس کتاب کو جلسوں اور وعظ کی محفلوں میں پڑھ کر سنایا کرتے تھے - اور بعض مشائخ کی اور باتیں جو اس کتاب میں مذکور نہ تھیں - نیز ذوق اور وجد کی باتیں اپنی طرف سے زائد بیان کرتے تھے جن کو ان کا ایک محبّ ومرید جمع کرتا اور کتاب کی صورت میں لکھتا رہا — واقعی وہ ایک لطیف کتاب ہے - اور قابل قدر مجموعہ ہے - جو کہ صوفیائے کرام کے حقائق و معارف اور دقائق و لطائف کا ذخیرہ ہے - چونکہ وہ قدیمی ہروی زبان میں ہے جو کہ اسوقت مروّج تھی - دیگر یہ کہ کاتبوں کی تحریف اور ردّ و بدل سے عبارت کچھ ایسی ہوگئی ہے کہ اکثر مقامات میں مطلب آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا - اور یہ بھی ہے کہ اس میں صرف متقدّمین مشائخ کا ذکر ہے - لیکن دوسرے مشائخ اور خود حضرت شیخ الاسلام اور

آن کے معاصرین اور متأخرین مشائخ کے ذکر سے خالی ہے ۔ اس لئے بارہا فقیر کے دل میں یہ بات آتی تھی کہ اپنی طاقت اور حوصلہ کے مطابق ان کی تحریر و تقریر میں سعی کروں اور جو کچھ سمجھ میں آجائے آسے آجکل کی زبان میں قلمبند کروں اور جو سمجھ میں نہ آئے آسے چھوڑدوں الی آخرہ ۔ "

مولانا کا بیان ظاہر کرتا ہے ۔ کہ انہوں نے جو کچھ اپنی کتاب میں جمع کیا ہے آس کے اکثر حصص کے بارہ میں ان کی اپنی تشفّی بھی نہیں ہو سکی ۔ اس لئے مولانا عراقیؒ کے معاملہ میں بھی ان سے یقیناً سہو ہوا ہے ۔ اور پھر جن حضرات نے ان کی کتاب سے استفادہ کیا ہے ۔ انہوں نے تحقیق کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی ۔ مولانا تو ملتان سے بہت دور بیٹھے تھے ۔ اس زمانہ کے ذرائع آمدو رفت آج کی طرح سہل نہ تھے ۔ اطلاعات کی توثیق و تصدیق کا بھی کوئی ذریعہ نہ تھا ۔ لیکن پاک و ہند کے مؤرخین کے لئے تحقیق حال کوئی مشکل امر نہ تھا سہروردیہ سلسلے کی جو تاریخیں فارسی اور اردو زبانوں میں ملتی ہیں ۔ ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں ہے جس میں مولانا عراقیؒ کی بابت یہ امر درج ہو ۔ کہ شیخ نے انہیں سجّادہ بنانا چاہا تھا ۔ جبکہ سیرت کی کتابوں میں جو کچھ ملتا ہے اس سے اس دعویٰ کی تردید ہوتی ہے ۔

مولانا جمالیؒ مولانا جامیؒ کے ہم عصر ہیں ۔ یہ ان

Marfat.com

سے ہرات میں ملے بھی ہیں ۔ اگر یہ اس قسم کی روایت بیان کرتے ۔ تو اسے اپنی کتاب سیرالعارفین میں ضرور درج کرتے ۔ لیکن انہوں نے اپنی کتاب میں مولانا عراقیؒ کی بابت جو کچھ لکھا ہے اس سے مولانا جامی کے بیان کو تقویت نہیں پہنچتی مثلاً :۔

سیرالعارفین کے اقتباسات

"حضرت شیخ فخرالدین درملازمت حضرت شیخ الاسلام بہاءالدین زکریا بود ۔ و دختر حضرت ایشان کہ درحبالۂ او بود ۔ وفات نمود بعد از چند گاہ حضرت سلطان المشائخ شیخ الاسلام بہاءالحق خواست کہ دختر دیگر کہ کہتر از خواہر بود بحبالۂ او در آورد بحضرت شیخ صدرالدین عارفؒ مشورت این معنی فرمود ۔ کہ بابا صدرالدین مصلحت دریں کار چیست ؟

شیخ صدرالدین قدس سرہ فرمودند ۔ کہ من شیخ فخرالدین را روزے بر ساباط خانقاہ ایستادہ دیدم کہ پیراہن برداشتہ ہوا مے کرد و از نسیم صبا محظوظ مے گشت ۔ کسے را کہ ایں قدر حظِ نفس باشد، دختر شما در حبالۂ او حیف است" * ۔

شرفِ دامادی اپنی جگہ بہت بڑا اعزاز تھا ۔ لیکن کیا منصبِ سجادگی اس سے زیادہ اہم نہیں تھا ؟ جب حضرت غوث العلمینؒ انہیں دوبارہ دامادی میں لینے کے لئے تیار نہ ہو سکے ۔ سجادگی کا اہم منصب انہیں کیسے عنایت کر سکتے تھے !

* ترجمہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ ۴۳ ؟

Marfat.com

یہ تو مولانا جامی بھی تسلیم کر چکے ہیں - کہ مولانا عراقیؒ کا مسلک درویشی شیخ کے طریقہ سے یکسر جدا تھا - جیسا کہ نفحات الانس اردو کے صفحہ ۶۲۸ پر درج ہے - لکھتے ہیں :-

جب شیخ نے ان کو خلوت میں بٹھلایا - ان کے چِلّہ میں دس دن گزارے تو ان کو ایک بڑا وجد ہوا - ان پر حال کا غلبہ ہو گیا - اور یہ غزل پڑھی - ؎

نخستیں بادہ کاندر جام کردند زچشم مست ساقی دام کردند

اس شعر کو بلند آواز سے پڑھتے تھے اور روتے تھے - جب اہل خانقاہ نے یہ آواز سنی - تو اس کو شیخ کے طریقہ کے خلاف سمجھا - کیونکہ ان کے ہاں ذکر اور مراقبہ کے سوا اور کوئی طریقہ مروّج نہ تھا - انہوں نے شیخ کی خدمت میں شکایۃً ذکر کیا - جس پر حضرت نے فرمایا کہ

"یہ چیزیں تمہیں منع ہیں اسے نہیں" -

گویا انہیں مغلوب الحال خیال کر کے خانقاہ کی پابندیوں سے مستثنیٰ کر رکھا تھا - یہی کیفیت حضرت لال شہباز قلندرؒ کی تھی - ایسے مغلوب الحال بزرگ کو جس پر آٹھوں پہر کیف و سُکر کا عالم طاری رہتا ہو - اور اس کی طبع اور دوسرے درویشوں کی طبائع میں زمین و آسمان کا فرق ہو - کیا اسے منصب سجّادگی تفویض کیا جا سکتا تھا ؟

اِس کے علی الرغم ہم دیکھتے ہیں - کہ حضرت شیخ صدرالدین

Marfat.com

عارف کو آخریں لمحات میں وصیّت کی جاتی ہے، کہ شیخ جمال خنداں روؒ میرے بعد تیرے پاس آئیگا۔ سوائے خرقہ شیخ الشیوخ کے باقی تمام تبرکات بحصّہ برابر بانٹ دینا۔ اور ہاں خرقہ شیخ الشیوخ تیرا مال ہے۔ اسے اپنے پاس رکھنا*۔

ارباب دانش جانتے ہیں۔ کہ ایسی وصیّتیں صاحب سجّادہ کو ہی کی جاتی ہیں۔ اگر مولانا عراقؒ کو سجّادہ بنانا مطلوب ہوتا تو یہ وصیت انہیں کی جاتی۔

شیخ العارف اور عراق کے باہمی تعلقات پر اک نظر

اور سنئے۔ اگر مولانا عراقؒ سے منصب سجّادگی غصب کیا جاتا۔ تو یقیناً اُن کے دل میں رنج پیدا ہوتا۔ اور وہ حضرت عارفؒ سے کبیدہ خاطر ہو کر جاتے۔ لیکن مولانا جمالیؒ کا یہ بیان قابل غور ہے۔ کہ ملتان سے جانے کے بعد مولانا عراقؒ اور حضرت عارف باللہ کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ لکھتے ہیں۔

"از ملتان عزیمت به بیت الله نمود و از انجام بروم رسید و در شهر قونیه در آمد و آنجا شیخ صدرالدین قونوی خلیفه شیخ محی‌الدین ابن عربی قدس سره بود چند گاه در صحبتِ ایشان گزرانید و نسخه لمعات مذکور در قونیه تصنیف کرد ۔ و از

* سیر العارفین از مولانا جمالی رحمة الله علیه۔

آنجا کتابتے متضمن بر کلمات و نکات عرفان جانب
حضرت سلطان‌العارفین شیخ صدرالدین عارف پسر
بزرگوار حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ‌العزیز نوشت
کہ مارا الآن بصوفی صحبت افتادہ است کہ کلماتش
این است"۔

علاوہ ازیں عراقیؒ نے شیخ کی مدح میں جو قصیدہ لکھا ہے اس سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ ان کی نگاہ میں شیخ الاسلام کا کیا مرتبہ تھا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

عرش شاہے کہ مرغِ ہمت او - بر تر از عرش آشیان دارد
رہنمائے کہ پرتوِ نورش - روشن اطرافِ کُن فکان دارد
زان سوء کائنات صحرائیست - او دران لامکان مکان دارد
شمّۂ از نسیمِ اخلاقش - روضۂ دلکشِ جنان دارد
سبق ام‌الکتاب مے گیرد - لوح محفوظ خود روان دارد
ذرۂ از فروغ انوارش - آفتاب شرر فشان دارد
بوئے خُلقِ محمدیؐ او بوید - کہ درون روضۂ روان دارد
سرفراز آن کسے بود کہ چرخ - بر درش سربر آستان دارد
خاک درگاہِ او کسے بوید - کز فلک ہفت نردبان دارد
پیش او سپہر اگر زمیں بوسد - زیبد ار سر بر آسمان دارد
ریزہ چین است از سرِ خوانش - آسمان اگرچہ ہفت خوان دارد
بس کہ از خوان او نوالہ برد - در بغل یکدو تائے نان دارد

Marfat.com

چاشنی گیر او بود رضوان - قدسیاں را چو میہماں دارد
گردِ خاکِ درش نگردد ہیچ - زاں کہ جبرائیل پاسباں دارد
بگریزد زسایہ اش شیطاں - زانکہ از نور سایہ باں دارد
نہر اسد زبیم گرگِ عدو - رمۂ کو چو تو شباں دارد
بر سرِ آمد زجملہ عالمیاں - بس کہ او علم بیکراں دارد
فتح گردد ز فضل بر در او - گر جہاں روی سوئے آں دارد
منعما ذکرِ شکرِ تو پیوست - خاطرم بر سر زباں دارد
لیکن اظہار شرط عاشق نیست - مگر از شوق دل طپاں دارد
زندہ کردی شکستہ را 'بسہ بیت' - کزدمِ عیسوی نشاں دارد
حرزِ جاں ساختم ''سہ بیت'' * تُرا - کہ دو صدَ فتنہ در اماں دارد
خستہ‌چوں خواند نظم ''نورِعرب'' - پائے بر فرق فرقداں دارد
خواستم تا جواب گویم عقل - گفت کہ طاقت و تواں دارد
عاجز آید زدست مدح و ثناش - ہر کہ پاء در زہ بیاں دارد
در مدحِ تو چوں زنم کہ زعجز - خاطرم قفل بردھاں دارد

باد ز انوار تو جہاں روشن
تا جہاں نورَ چوں- چناں دارد

حرفِ آخر

بہر حال یہ امرِ روز روشن کی طرح ظاہر ہے - کہ مولانا عراقیؒ، مخدوم سید جلال بخاریؒ، لال شہباز قلندرؒ، حسن افغانؒ نواب

* افسوس کہ ''سہ بیت'' اورنظم ''نورعرب'' جن پر عراقی(رح) سا قادرالکلام شاعر عش عش ہے اور اس کے فہم و ادراک اورعقل و خرد نے اس پایہ کا کلام موزوں کرنے سے تہی دامنی کا اعتراف کیا ہے - اس وقت نایاب ہیں باوجود تجسس تمام ہم اس ''گنج شاھیگاں'' کے حصول میں ناکام رہے ہیں۔

موسیؒ اور شیخ عبدالستارؒ کی طرح حضرت غوث‌العلمینؒ کے خلیفہ ضرور تھے - لیکن صاحب سجّادہ نہیں - اپنے شیخ سے تو ہر خلیفہ ''خرقہ خلافت'' حاصل کرتا ہے - ہم جب کبھی کسی با کمال درویش کا حال پڑھتے ہیں - اس میں یہ دو فقرات ضرور ہوتے ہیں -

از اعاظم خلفائے شیخ - است درکارِ خود تکمیل رسانیده
خرقہ خلافت یافت

سجّادگی کے لئے اہم ثبوت حضرت شیخ‌الشیوخ کا خرقہ ہے - وہ حضرت عارف باللہ کو مرحمت کیا گیا تھا - اور وہی حضرت غوث‌العلمین کے خلیفۂ مطلق اور صاحب سجّادہ ہیں - مولانا عراقی کی سجادگی کا معاملہ سر تا سر غلط ہے حضرت صدرالدین عارفؒ قطع نظر اس کے کہ وہ غوث‌العلمین کے سب سے بڑے فرزند تھے - اپنے عہد کے بلند پایہ درویش بھی تھے - اور تمام اہل اللہ ان کی سیادت اور برتری کا سکہ مانتے تھے - مولانا جمالیؒ جو حضرت کا قریب‌العہد مورخ ہے - سیرالعارفین میں ان کی بابت یہ بے لاگ رائے درج کرتا ہے -

سلطان‌المشائخ شیخ صدرالدین عارف قدس سرہ‌العزیز در مشائخ کبار مستثنا و ممتاز بود - در خطائرِ انوار بوحدت دمساز، دراصل وفرع معمور در زهد وورع مشهور در سیرِ وحدت صاحبِ معراج و در علمِ معرفت بحرِ موّاج و او را شیخ عارف ازاں گویند هر بار

کہ کلام‌اللہ خواندے سمندِ فکرت بیشتر راندے - و ہر وقتے در تلاوت بودے - او را معانی دیگر روئے نمودے عجب ہمت عالی داشتے - کہ ہیچ اسبابِ دنیاوی بگردِ خود نگذاشتے - (صفحہ ۱۰۱) .

اخبارالاخیار اور خزینۃالاصفیاء میں بھی اسی طرح کی تحریریں موجود ھیں - جن سے ظاہر ھوتا ھے - کہ حضرت عارف باللہ ھی شیخ الاسلام زکریاؒ کے جائز سجّادہ نشین اور خلیفہ مطلق تھے - ان کی موجودگی میں اور کوئی درویش اس منصب کا مستحق ھی نہیں تھا -

عراقی کا عزم حجاز

مولانا عراقیؒ کا شیخ الاسلام کی صاحبزادی سے ایک فرزند تولد ھؤا تھا جس کا نام خود غوث العلمینؒ نے کبیر الدین رکھا تھا اِس نوجوان نے حضرت کی آغوشِ شفقت میں ھی تربیت پائی تھی نانا بزرگوار کے نہ صرف مرید ھوئے بلکہ خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ مولانا اپنی دنیا کے آپ بادشاہ تھے - جب وہ ملتان سے روانہ ھونے لگے - تو انہیں یہ علم نہیں تھا - کہ کہاں کہاں کا پانی پیئینگے اسلئے فرزند کو ساتھ لے جانا مناسب نہ سمجھا بلکہ حضرت صدر الدّین عارفؒ کے ھاں چھوڑ کر ارض حجاز کو چلدیئے -

مولانا عراقی عدن میں

عدن کا تاجدار مولانا کی شہرت سن چکا تھا - جب آپ عدن کے قریب پہنچے تو وہ علماء وصلحاء کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ

استقبال کو نکلا - اور قصرِ شاہی میں لے گیا - بڑی خاطر تواضع کی - حج کا موسم آیا - تو شیخ نے مکہ جانے کا ارادہ ظاہر کیا - سلطان انکا اسقدر گرویدہ ہو چکا تھا - کہ ان کا فراق گوارا نہ کر سکا - اور خود ہمراہ چلنے کو تیار ہو گیا - لیکن شیخ شاہانہ ٹھاٹ کے ساتھ بیت اللہ میں حاضری دینا پسند نہ کرتے تھے - اس لئے ایک دن چادر کندھے پر ڈالے بغیر اطلاع ارضِ پاک کو چلدیئے - سلطان کو خبر ہوئی تو وہ ماہی بے آب کی طرح بے تاب ہو کر آپ کے تعاقب میں روانہ ہؤا - مگر ملک کے سیاسی حالات کے ناموافق ہونے کے سبب راستے سے لوٹ آیا - بے انتہا مال و زر - شیخ کی خدمت میں بھجوایا - اور تاکید کی کہ اگر شیخ قبول نہ کریں - تو انکے خدام اور مریدوں میں تقسیم کر دیا جائے -

حج

ابھی عراقی وادی یلملم میں ہی تھے - کہ ان پر روحانی کیفیات طاری ہو گئیں - احرام باندھتے وقت ان جذبات نے اشعار کی صورت اختیار کر لی - ایک طویل قصیدہ موزوں ہو گیا جس کا مطلع یہ تھا -

اے جلالت فرش عزت جاوداں انداختہ
گوئے در میدان وحدت کامراں انداختہ

اور جب اُمّ القریٰ میں پہنچے - اور نظرِ اشرف کعبۃاللہ کے پردۂ جلال پر پڑی - تو اس کے انوار و تجلّیات سے مسحور ہو کر

Marfat.com

جھوم اٹھے - ایک اور قصیدہ زبان پر آ گیا اس کے دو اشعار آپ بھی سن لیں -

تعالیٰ من توحد بالکمال
تقدس من تفرد بالجلال

حبذا صفۂ بہشت مثال
کہ بود آستانش صف نعال

مدینہ منورہ میں

حج کے بعد دیارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضری دی - شاعر کے قلب و دماغ کی عجیب کیفیت تھی - رات بھر کیف و سرور کا عالم طاری رہا - اور پانچ قصیدے موزوں ہو گئے - جنکے مطلع یہ ہیں -

(۱) عاشقاں چوں بر در دل حلقۂ سودا زنند
آتشِ سودائے جاناں در دلِ شیدا زنند

(۲) شہبازم و چو صید جہاں نیست در خورم
ناگہ بود کہ از کف ایام بر پرم

(۳) اے رخت مجمع خیال شدہ
مطلع نور ذوالجلال شدہ

(۴) راہ باریک است و شب تاریک و مرکب لنگ و پیر
اے سعادت رخ نمائے و اے عنایت دستگیر

(۵) دل ترا دوست تر زجاں دارد
جاں زہر تو درمیاں دارد *

■ میخانہ عبدالنبی -

Marfat.com

لمعات کی تدوین

مدینہ منورہ سے مولانا قونیہ پہنچے یہاں شیخ محی الدین ابن العربی کے خلیفہ اور صاحب سجّادہ شیخ صدر الدین قونوی سے ملاقات ہوئی - ان کی صحبت میں مولانا کو خاص لطف آیا - اور کچھ عرصہ کے لئے یہاں ٹھہر گئے یہیں سے اپنے مرشد زادہ حضرت صدر الدین عارفؒ کو خطوط لکھے جن کا ذکر مولانا جمالی کے الفاظ میں ہو چکا ہے - اسی جگہ مولانا نے شیخ صدر الدین قونوی کی صحبت میں فصوص الحکم کا مطالعہ کیا - اس کے بعد اپنی شہرہ آفاق کتاب ''لمعات'' تصنیف کی - جسے پڑھ کر حضرت قونوی رحمۃاللہ علیہ نے فرمایا -

اے فخرالدین عراقیؒ ! سر سخنِ مردان آشکارا کردی* ! !

مولانا جمالی کی تصریحات

مولانا جمالی لکھتے ہیں - کہ جب شیخ عراقیؒ قونیہ پہنچے تو سب سے پہلے ان کی ملاقات شیخ نور الدین جندی سے ہوئی - یہ ابن عربی کے نامور مرید تھے - ان کی وساطت سے شیخ صدرالدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے - اور ان کی صحبت میں رہ کر فصوص کا مطالعہ کیا - اس کتاب کا رنگ اور اسلوب اس قدر پسند آیا - کہ اسی نہج پر لمعات کے نام سے ایک معرکۃ الارا کتاب لکھ ڈالی - اور فصوص کی طرح اسے بھی ۲۸ ابواب پر مرتب کیا - خاوری جس نے لمعات کی شرح ترتیب دی ہے -

---

* میخانہ عبدالنبی -

Marfat.com

اپنی کتاب میں لکھتا ہے - کہ شیخ فخرالدین عراقی کی لمعات شیخ صدر الدین قونوی کے فیضِ صحبت کا نتیجہ ہے - چنانچہ آس نے اپنی شرح میں یہ شعر درج کیا ہے - ؎

چوں در سنبل چرد آھوئے تاتار
نسیمش نافۂ مشک آورد بار

مولانا جامیؒ فرماتے ھیں - کہ اگرچہ خاوری نے لمعات کو حضرت قونوی کے فیضِ صحبت سے نسبت دینے کی کوشش کی ھے لیکن اربابِ بصیرت جانتے ھیں - کہ

"لمعات ایک قطرۂ سحابِ فیض کا ھے - جو شیخ بہاؤ الدین زکریا قدس سرہ العزیز کے دریائے معرفت سے فخر الدین کی زبان پر ٹپکا - اس نے آسمانِ حقیقت کے قطب الاقطاب کی تعریف میں جو قصائد اور اشعار لکھے ھیں - وہ اس امر کا بین ثبوت ھیں" - (آزاد ترجمہ سیر العارفین)

مولانا جامی کا خواب

مولانا جامی لکھتے ھیں - کہ اثنائے سیر و سیاحت میں جب میرا گذر ھرات میں ھؤا - تو منجملہ دوسرے مشائخ کے یہاں میری ملاقات مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی سے بھی ھوئی انہیں مل کر میں بہت خوش ھؤا ایک دن میں انکے حجرہ خاص میں بیٹھا تھا - اور

کتاب لمعات انکے اور میرے درمیان رکھی تھی۔ مولانا جامی نے اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ دیکھئے شیخ محی الدین عربی کا فیض—! *

میں نے کہا۔ کہ ہر شخص کا مرتبہ جس ذریعے سے اسے عطا ہوا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں مخفی نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ فیض کسی اور بزرگ کا ہے۔

یہ بات اس وقت رفت گذشت ہو گئی۔ دوسرے دن صبح کو جب مولانا جامی بیدار ہوئے۔ تو انہوں نے مجھے آواز دے کر بلایا۔ اور فرمایا :—

"دوست ! ذرا رات کا خواب سن لو——!!!"

کہنے لگے :—

"خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت صدرالدین عارف باللہ فرزند دلبند حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا قدس اللہ اسرارھم اپنے درویشوں کی جماعت میں بیٹھے ہیں۔ اور مولانا عراقیؒ آپکی نعلین اٹھائے ادب سے ایستادہ ہیں۔ اور مجھے اشارہ کرتے ہیں۔ کہ تم بھی اس مجلس میں آ جاؤ۔ چنانچہ میں آگے بڑھا اور شیخ صدر الدین کی دست بوسی سے مشرف ہوا"۔

پھر مولانا جامی نے میری طرف رخ کیا۔ اور فرمایا۔

* سیرالعارفین۔

Marfat.com

اے جمالی! اس وقت آپ نے کہا - کیوں صاحب!
شیخ صدر الدین کا مرتبہ دیکھا!

میں نے جواب دیا کہ بے شک آپ سچ کہتے ہیں -

روم کے حکمران کی عقیدت

قونیہ کے قیام کے زمانہ میں امیر معین الدین پروانہ مولانا کا اتنا معتقد ہؤا کہ اس نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی - ہر روز بلا ناغہ حاضر ہو کر استفاضہ کرتا تھا - اس نے عرض کی - کہ حضور اپنے لئے کوئی جگہ انتخاب فرمائیں - تا کہ خانقاہ تعمیر کی جائے پہلے تو شیخ نے پسند نہ کیا بالآخر رضامند ہو گئے اور توقات میں خانقاہ بنوا لی - ایک دن امیر معین الدین کچھ نقد رقم لے کر حاضر ہؤا - مگر شیخ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا - امیر نے بڑی عاجزی سے کہا - کہ آپ نہ تو مجھ سے کوئی خدمت لیتے ہیں اور نہ ہی توجہ فرماتے ہیں - شیخ ہنس پڑے اور فرمایا -

"اے امیر! تم ہمیں مال و دولت سے فریفتہ نہیں کر سکتے - اگر تم کوئی خدمت بجا لانا چاہتے ہو - تو حسن قوّال کو ہمارے پاس بھجوا دو!"

یہ قوال مصوّرِ فطرت کا حسین و جمیل شاہکار تھا - اور ساتھ ہی اس نے گلا بھی غضب کا پایا تھا - ایک دنیا اسکے عشق میں دیوانی ہو رہی تھی - جب امیر نے آپ کی دلی تمنا یہ دیکھی - تو اسی وقت خاص آدمی بھیج کر اسے طلب کیا جو اسے بڑی

مشکل کے ساتھ عشّاق کے ھجوم سے نکال لایا ۔ شیخ نے امیر اور دیگر اکابر کے ساتھ اُس کا استقبال کیا ۔ جب حسن قریب پہنچا ۔ تو شیخ نے آگے بڑھ کر سلام کیا ۔ اور اُسے بغل میں لیکر خوب بھینچا ۔ پھر شربت منگوایا ۔ اور اُسے یاروں سمیت اپنے ھاتھ سے پلایا ۔ شیخ اُسے اپنی خانقاہ تک لے آئے ۔ اور مجلسِ سماع منعقد کی۔ اس مستِ شباب نے ساز کے تار کو چھیڑا ۔ نغمے بیتاب ھو کر نکلنے لگے وہ گاتا تھا اور مسکراتا تھا ۔ مسکراتا تھا اور گاتا تھا ۔ شیخ تو ان مردان خدا سے تھے ۔ جن کا ذوق وجد و حال صرف ایک سماع پر منحصر نہیں ھوتا ۔ بلکہ پھولوں کی مہک، پروانوں کا سوز ۔ شمع کا گداز ، تاروں کی چمک ، چاند اور سورج کی دمک دریا کی روانی ، موجوں کا اضطراب ، پہاڑوں کا سکون ۔ شاخوں کا رقص غرض کائنات کے ھر ذرہ کا مشاھدہ ان کے نزدیک محبوب ازل کے جمال بے مثال کی ایک صحیح جھلک ھوا کرتی ھے ۔ لیکن یہاں حسن و خوبی کا ایک ایسا پیکر اپنے فنّی کمالات کا مظاھرہ کر رھا تھا ۔ جس کا مثیل کم از کم اس ملک میں تو نہیں تھا ۔ اس وقت شاعر کی طبیعت انتہائی روانی پر تھی ۔ چنانچہ بے تحاشا کئی غزلیں موزوں ھو گئیں ایک کا مطلع یہ ھے ۔

ساز طرب عشق چہ دانی کہ چہ ساز است
کز زخمۂ او نہ فلک اندر تگ و تاز است

اس کے بعد حسن قوّال نے اجازت طلب کی ۔ اور اپنے مکان کو لوٹ گیا ۔

Marfat.com

طبیعت کی وارفتگی

مولانا عراقی کی طبیعت میں وارفتگی کا جذبہ کم و بیش موجود تھا - اور وہ کبھی کبھی اپنی طبیعت سے مجبور ہو کر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے تھے - جو ارباب ظاہر کے نزدیک سخت قابل اعتراض ہوتی تھیں - اور کئی ارادتمند بے اعتقاد ہو کر عقیدت کا دامن چھوڑ دیتے تھے، لیکن ان میں بے شمار ایسے بھی تھے - جو ان حرکات کو خاطر میں نہیں لاتے تھے - بلکہ ان کی عقیدت میں اور پختگی پیدا ہوتی تھی - ایک روز امیر معین الدین ان سے ملنے آیا - خیر سے حضور اپنی قیام گاہ میں موجود نہیں تھے وہ ان کی تلاش میں چل نکلا - کیا دیکھتا ہے - کہ میدان میں چند لڑکے ان کے گلے میں رسی ڈالے اِدھر اُدھر دوڑا رہے ہیں - بعض لوگوں نے شیخ کی اس حرکت پر طنز بھی کیا - لیکن امیر نے ان کی باتوں پر توجہ تک نہ کی - لڑکوں کو آنکھیں دکھائیں وہ بھاگ گئے اور شیخ کو همراہ لے آیا -

اسی طرح ایک روز خبر ملی - کہ شیخ پہاڑ کے دامن میں مقیم ہیں - امیر معین الدین رفیقوں کو جلو میں لئے پہنچا - وہاں عجیب حالت دیکھنے میں آئی - شیخ برف کے تودوں پر ننگے پاؤں اور ننگے سر رقص میں مصروف تھے ان کا بدن پسینہ سے شرابور ہو رہا تھا - جذب کے اسی عالم میں شعر کہے جاتے تھے ان میں سے ایک شعر یہ ہے -

Marfat.com

در جامِ جہاں نمائے اوّل
شد نقشِ ہمہ جہاں ممثل

امیر ادب سے بیٹھ گیا ۔ جب شیخ عالمِ صحو میں آئے ۔ تو انہیں منت ساجت کرکے شہر میں لے آیا

خواجہ شمس الدین سے ملاقات

تھوڑے سے عرصہ کے بعد امیر معین الدین کی قسمت کے مطلع پر ادبار کی گھٹا چھا گئی ۔ امرائے سلطنت اس سے منحرف ہو گئے ۔ اور حکومت نے اس کی تمام املاک ضبط کر لیں ۔ یہاں تک کہ اسے اپنی جان بھی خطرے میں نظر آنے لگی ۔ ایک رات کو وہ سہما ہوا شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور جواھرات کی گٹھڑی پیش کرکے عرض کی ۔ کہ جس طرح چاھیں ۔ انہیں خرچ کریں میں جا رہا ہوں ممکن ہے پھر ملاقات نصیب نہ ہو ۔ میرا لڑکا مصر میں قید ہے اگر ہو سکے تو اسے آزاد کرائیں اپنی صحبت میں رکھیں ۔ خرقہ عنایت کریں ۔ اور ایک لمحہ کے لئے اپنے سے جدا نہ کریں ۔ میری یہی آخری خواہش ہے" اس وقت امیر کے بدن پر لرزہ سا طاری تھا ۔ آنکھیں پرنم تھیں ۔ اور الفاظ زبان سے اٹک اٹک کر نکل رہے تھے ۔ خود شیخ پر بھی گریہ طاری تھا ۔ کچھ دیر تک مرید اور مراد دونو پر یہ کیفیت طاری رہی اسکے بعد امیر سنبھل کر آگے بڑھا اور شیخ کے پاؤں پر بوسہ دے کر رخصت ہو گیا ۔ جواھرات کو شیخ نے امانت کے طور پر اپنے ہاں رکھ لیا ۔

Marfat.com

امیر معین‌الدین کے بعد اس علاقے کی حکومت خواجہ شمس‌الدین کے سپرد ہوئی آن کی معیت میں مولانا امین‌الدین بھی تشریف لائے - جو اس دور کے بہت بڑے درویش اور عالم تھے توقات پہنچ کر شیخ فخرالدین عراقی سے ملنے آئے - دونو ایک دوسرے کو بڑے تپاک سے ملے - اور جب سیر و سلوک گفتگو ھرئی - تو ایسے محو ہوئے - کہ رات ڈھل گئی - مگر پھر بھی دونوں کی تشنگی باقی رھی - تین دن متواتر ''ذکر حبیب'' میں گذر گئے - مگر ان بزرگوں کو وقت کا احساس تک نہ ھوا - چوتھے دن مولانا امین‌الدین خواجہ شمس‌الدین کے ھاں گئے وہ رنج سے بھرے بیٹھے تھے - پوچھا -

آپ تین دن کہاں رہے ؟

''مولانا نے فرمایا - میں نے یہ تین دن شیخ فخرالدین عراقیؒ کی خدمت میں گذارے ھیں - اور ان سے ایسی باتیں سنی ھیں - جو اپنی زندگی میں پہلے کسی سے نہیں سنیں - یہ تو تین دن ھیں - اگر تین سال اس مردِ عارف کی صحبت میں رہتا یا تمام زندگی ان کی خدمت میں بسر کرنے کا موقع مل جاتا - پھر بھی ان کی جدائی گوارا نہ کرتا -!''

مولانا امین‌الدین کی عقیدت دیکھ کر خواجہ شمس‌الدین کو بھی مولانا عراقیؒ سے ملنے کا بڑا شوق پیدا ھوا اور انہیں لانے کیلئے خلعتِ فاخرہ کے ساتھ ایک اونٹ روانہ کیا - مولانا عراقیؒ جب قریب پہنچے - تو خواجہ شمس‌الدین معزز لوگوں کو جلو میں لئے

ان کے استقبال کو بڑھا ۔ مولانا امین الدین بھی ان کے همرکاب تھے ۔ شیخ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا ۔ ''اِنْ ھِیَ اِلَّا فِتْنَتُکَ'' یعنی مجھے ''یہاں بلا بھیجنے میں تیری ہی شرارت ہے ۔'' خواجہ شمس الدین ان سے بڑی نیازمندی سے پیش آیا ۔ اور جب سلوک پر گفتگو ہوئی تو اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کی دھارا بہ نکلی ۔

مولانا عراقیؒ مصر میں

بد قسمتی سے یہاں بھی مولانا عراقیؒ کے حاسد پیدا ہوگئے اور انہوں نے اربابِ حکومت سے چغلی کھائی۔ کہ امیر معین الدین کا سارا خزانہ مولانا کے ہاں جمع ہے ۔ لیکن گرفتاری سے پہلے خواجہ شمس الدین نے انہیں اتنی مہلت دی ۔ کہ مولانا عراقیؒ امیر معین الدین کی دولت لے کر دو آدمیوں کے همراہ مدینہ کو روانہ ہو گئے ۔ اور وہاں سے مصر پہنچے ۔ خانقاہ صالحیہ میں قیام ہوا ۔ یہاں آنے کا اوّلین مقصد امیر معین الدین کے بیٹے کو آزاد کرانا تھا بے شمار جتن کئے، مگر کامیابی نہ ہوئی ۔ آخر ایک دن کچھ سوچ کر قصر شاہی تک جا پہنچے ۔ دربانوں نے پہلے تو روکا ۔ مگر پھر ان کے نورانی چہرے سے متاثر ہوکر اندر جانے کی اجازت دے دی ۔

سلطان کا دربار لگا ہوا تھا ۔ شیخ بڑھتے چلے گئے ۔ تختِ شاہی کے قریب پہنچ کر سلطان کو سلام کیا اور جواہرات کی گٹھری ان کے سامنے رکھ کر ادب سے کھڑے ہوگئے ۔

Marfat.com

سلطان نے ان کے باعظمت چہرے کو دیکھ کر محسوس کیا۔ کہ یہ "پیکر نور" کوئی اہم شخصیت ہے۔ سرو قد کھڑا ہوگیا۔ اور انہیں تخت کے قریب بیٹھنے کو جگہ دی۔ گٹھری کی طرف دیکھ کر کہا "حضرت! یہ کیا چیز ہے؟"

فرمایا "یہ امانت ہے"۔

سلطان نے اس کے کھولنے کا حکم دیا۔ جواھرات کی چمک دمک سے دربار شاہی جگمگا اٹھا۔ سلطان بڑا متعجب ہوا۔ اور مزید تفصیل پوچھی۔ شیخ نے تمام ماجرا عرض کر دیا۔ سلطان حیرت سے مولانا عراقیؒ کے پر سکون چہرے کو دیکھنے لگا۔ کہ یہ شخص انسان ہے یا کوئی فرشتہ! جس نے اتنے بیش قیمت جواھرات میرے سامنے لا کر رکھ دیئے ہیں اور انہیں اپنے لئے پسند نہیں کیا شیخ کو نورِ باطن سے سلطان کے دل کا تردد معلوم ہو گیا۔ اسی وقت قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۚ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ○

اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر اس فصاحت و بلاغت سے بیان کی۔ کہ سلطان تخت شاہی سے نیچے اتر آیا اور شیخ کے سامنے دو زانو ہو بیٹھا۔ ان کی تقریر سنتا تھا۔ اور بات بات پر روتا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا۔ کہ سلطان نے زندگی بھر میں اتنا گریہ کیا*۔

* میخانۂ عبدالنبی

Marfat.com

اسی روز امیر معین‌الدین کا لڑکا قید سے رہا کر دیا گیا۔ سلطان اس سے بڑی مروّت سے پیش آیا اور مولانا عراقیؒ سے عقیدت اتنی بڑھی۔ کہ انہیں مصر کا شیخ الشیوخ بنا دیا۔ اس تقریب میں سلطنت کے تمام اکابر علماء اور مشائخ مدّعو ہوئے امرائے دولت کے علاوہ دربار میں چھ ہزار تو صرف صوفیاء حاضر تھے۔ بڑی عزت اور تکریم کے ساتھ شیخ کی دستار بندی کرائی گئی۔ اور خلعت فاخرہ عطا فرمائی۔ اس کے بعد ایک عظیم‌الشان جلوس ترتیب دیا گیا۔ اس میں صرف مولانا عراقیؒ گھوڑے پر سوار تھے۔ باقی تمام علماء مشائخ اور اکابرین سلطنت ان کے رکاب میں پا پیادہ چل رہے تھے۔ شیخ نے اپنی یہ عزت اور سر بلندی دیکھی۔ تو انہوں نے دل میں نفس کا استیلا اور غلبہ محسوس کیا۔ اضطرار کے اس عالم میں طیلسان اور دستار کو آتار کر گھوڑے کی زین کے آگے رکھ لیا۔ کچھ دیر رکابوں پر زور دے کر کھڑے رہے اور پھر بیٹھ کر دستار سر پر رکھ لی۔ لوگوں نے دیکھا۔ تو ہنس پڑے اور کہنے لگے۔ کہ ایسا دیوانہ اور مسخرہ آدمی "شیخ الشیوخ" کے منصب کے لئے کیونکر موزوں ہو سکتا ہے!

وزیر نے قریب ہو کر پوچھا۔

اَیُّھَاالشَّیخُ! لِمَ! فَعَلْتَ ھٰذَا؟

(اے شیخ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟)

Marfat.com

فرمایا۔

وَاَنْتَ مَا تَعْرِفُ الْحَالَ !

(آپ کو حال سے واقفیت نہیں)

اڑتی اڑتی یہ خبر سلطان کے کانوں تک بھی جا پہنچی۔ اس نے شیخ کو بلا کر پوچھا۔ یہ واقعہ کیونکر ہے؟ شیخ نے فرمایا۔

"نفس برمن مستولی شدہ بود اگر چنیں نہ کردمے
خلاصی نیا فتمے بلکہ در عقوبت بماندمے ! "*

اس جواب سے سلطان کا اعتقاد اور پختہ ہوا۔ اور شیخ کے روزینہ میں مزید اضافہ کر دیا۔

اتنے بڑے منصب پر فائز ہونے کے باوجود شیخ کی آشفتہ حالی اور طبیعت کی وارفتگی میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ وہ حسب دستور بازاروں، سڑکوں اور گلیوں میں آزادانہ وار پھرتے دکھائی دیتے تھے۔ ایک دن موچیوں کے بازار میں پھر رہے تھے۔ کہ دفعتاً ایک قبول صورت لڑکے پر نظر پڑ گئی پس دل دے بیٹھے۔ اس کے پاس پہنچے اور کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔

موچی سے پوچھا " یہ کس کا لڑکا ہے؟"

اس نے عرض کی " حضور یہ میرا بچہ ہے"

شیخ نے اس کے لبوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

* نفس مجھ پر غالب آ چکا تھا۔ اگر میں ایسا نہ کرتا۔ تو چھٹکارا نہ پاتا۔ بلکہ کسی مصیبت میں پھنس جاتا۔

کیا یہ لب اور دانت گدھے کے چمڑے سے مس ہونے کے لائق ہیں؟

موچی بولا۔ حضور! ہم غریب آدمی ہیں۔ اور ہمارا یہی پیشہ ہے۔ اگر یہ لڑکا گدھے کے چمڑے کو دانتوں سے نہ پکڑے تو روٹی کہاں سے کھائے؟"

شیخ بولا۔ یہ نورالعین روزانہ کس قدر کام کرتا ہے؟

عرض کی۔ چار درم!۔۔۔ شیخ نے فرمایا۔ اگر تم اس سے یہ کام نہ لو تو میں پانچ درم ہر روز ادا کر دونگا۔ چنانچہ شیخ ہر روز اپنے دوستوں کے ساتھ اس کی دوکان پر جاتے اور جی بھر کر اسے دیکھتے۔ شعر پڑھتے اور روتے۔ مخالفوں نے یہ خبر سلطان تک پہنچائی۔ اس نے سوال کیا۔ کہ کیا وہ کسی وقت اس لڑکے کو ہمراہ لے جاتے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا۔ نہیں"۔۔۔ پھر پوچھا۔ کیا کبھی شیخ نے دوکان میں لڑکے سے تنہائی میں باتیں کی ہیں؟" کہا نہیں"۔۔۔ سلطان نے اسی وقت دوات قلم منگوائی اور لکھا۔ کہ شیخ فخرالدین عراقیؒ کے روزینہ میں پانچ درم کا اضافہ کر دیا جائے۔"

دوسرے دن جب شیخ سے ملاقات ہوئی تو سلطان نے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ شیخ کی ایک موچی کے لڑکے پر نظر پڑی ہے اس لئے ہم نے شیخ کے روزینہ میں پانچ درم کا اضافہ کر دیا ہے۔ اگر شیخ چاہیں تو اس لڑکے کو خانقاہ میں لے جا سکتے ہیں۔ شیخ نے کہا۔ ہمیں اس کا فرمانبردار رہنا چاہئے اس پر حکم چلانا مناسب نہیں۔

Marfat.com

پہنچی وہاں پہ خاک
جہاں کا خمیر تھا

سلطان نے حکم دے رکھا تھا۔ کہ شیخ جس وقت تشریف لانا چاہیں۔ انہیں بلا روک ٹوک آنے دیا جائے۔ چنانچہ اگر سلطان حرم سرا یا خوابگاہ میں بھی ہوتا۔ تو فوراً قدمبوسی کے لئے حاضر ہو جاتا۔ کچھ عرصہ کے بعد شیخ کی طبیعت مصر سے بھی اکتا گئی۔ اور انہوں نے دمشق جانے کا ارادہ کیا۔ سلطان نے روکنا چاہا۔ مگر کیا وہ کسی سے رُک سکتے تھے؟

ایک دن بلا اطلاع ملک شام کو چل پڑے۔ سلطان کو خبر ملی۔ تو اس نے شام کے ملک الامراء کو لکھا۔ کہ شریعت اور طریقت کا آفتاب تمہاری طرف متوجہ ہے۔ تمام علماء مشائخ اور ارکان دولت کے ساتھ اُن کا استقبال کرو۔ چنانچہ ملک الامراء بہت بڑے اجتماع کے ساتھ اِن کے استقبال کو نکلا۔ ملک الامراء کا ایک لڑکا بہت خوبصورت تھا۔ وہ بھی ان کے ہمراہ تھا۔ جب شیخ کی نظر پڑی۔ تو اس نے بے اختیار اپنا سر اس بچے کے قدموں میں رکھ دیا۔ ملک الامراء اور اس کے بچے پر بھی اضطرار کا عالم طاری ہو گیا۔ دونو شیخ کے قدموں میں جھک گئے اور سسکیاں بھر کر رونے لگے۔

اہل دمشق کے دل میں شیخ کی اس حرکت سے ایک قسم کی کراہت پیدا ہوئی۔ مگر رعب سلطانی سے کوئی دم نہ مار سکا۔ شیخ نے دمشق میں قیام کیا۔ چھ ماہ کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ کبیرالدین بھی ملتان سے تشریف لے آئے۔ اس وقت شیخ

Marfat.com

اپنی زندگی کی اٹھاسی منزلیں طے کر چکے تھے ۔ بڑھاپے کے اثرات شدت سے ظاہر ہو رہے تھے ۔ روز بروز ضعف اور نقاہت کا غلبہ ہوتا جا رہا تھا ۔ ایسے عالم میں فرزند جگر بند سے مل کر انہیں جو خوشی ہوئی ہوگی اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں ۔ جن کا ایک ہی بچہ ہو ۔ اور مدت مدید کے بعد ضعیفی کے عالم میں آن سے آ کر ملا ہو ۔ بہر حال دفعۃً یوسف کے آ جانے سے یعقوب کی آنکھیں روشن ہو گئیں ۔ اور سپہرِ طریقت کے یہ دونو بدرِ منیر خوش رہنے لگے ۔

ابھی شیخ کبیرالدین کو آئے چند دن ہی گزرے تھے ۔ کہ فخرالدین عراقیؒ بیمار پڑ گئے ۔ چہرے پر دموی ورم ظاہر ہوا ۔ جس سے وہ پانچ روز تک سو نہ سکے ۔ یہی عارضہ ان کے لئے مرض الموت ثابت ہوا ۔ وفات کے دن فرزند جگر بند کو طلب کر کے وصیت کی اور یہ آیت پڑھی ۔

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ
وَبَنِیْهِ لِکُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ

جس روز آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے ۔ اپنے باپ سے ۔ اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا ۔ آن میں سے ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو آس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دیگا ۔
(عبس)

Marfat.com

پھر یہ رباعی کہی۔ ؎

در سابقہ چوں قرار عالم دادند مانا کہ نہ بر مراد آدم دادند
زاں قاعدہ قرار کاں روز اُفتاد نہ بیش بکس قسمت و نہ کم دادند

اس کے بعد کلمہ طیبّہ پڑھتے ہوئے عالمِ جاودانی کو رخصت ہوئے تاریخ وفات بقول نفحات الانس ۸ ذی قعدہ ۶۸۸ھ ہے مزار پُر انوار کی بابت مولانا جامیؒ لکھتے ہیں کہ ۔

قبر وے در قفائے مرقد محی الدین بن العربی است (قدس سرہ العزیز) در صالحیّہ دمشق و قبر فرزند وے کبیرالدین در پہلوے قبر وے (رحمہم اللہ تعالیٰ)

مولانا جمالیؒ نے دمشق پہنچ کر شیخ کے مزار پر حاضری دی ہے وہ فرماتے ہیں ۔

قبر او در پہلوئے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی واقع است چنانچہ ایں حقیر در صالحیّہ دمشق کہ محلہ مشہور است ۔ بزیارت ایں بزرگان مشرّف گشتہ، چنانچہ زائرانِ آں دیار بدیں عبارت اشارت کنند ۔

ھٰذَا بَحْرُ الْعَرَبِ وَ ھٰذَا بَحْرُ الْعَجَمِ

قبر شریف شیخ اوحدالدین کرمانی نیز ھمدراں بقعہ است *

(سیرالعارفین)

* ان کی قبر شیخ محی الدین عربی کے پہلو میں ہے ۔ چنانچہ یہ فقیر جمالی بھی دمشق کے محلّہ صالحیہ میں جا کر انکی زیارت سے فیضیاب ہوا ہے ۔ اس علاقہ کے زائر دونو مزارات کا تعارف اس طرح کراتے ہیں ۔ یہ عرب کا سمندر ہے ۔ (ابن عربی) اور یہ عجم کا سمندر (عراقی) ہے ۔ شیخ اوحدالدین کرمانی کی قبر بھی اسی با برکت جگہ میں واقع ہے ۔

Marfat.com

تصانیف

مولانا عراقی ؒ کی تصانیف حسب ذیل ہیں : (۱) لمعات - (۲) کاشف الاسرار (مثنوی)- (۳) دیوان - عبدالنبی نے مثنوی کا نام نہیں لکھا لیکن اس کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے -

"مثنوی بطرز حدیقه برشتۂ نظم در آورده دران میان غزل گوئی فرموده"

چند اشعار ملاحظه ہوں -

از عراقی سلام بر عشاق - آن جگر خستگان تیر فراق
محرمان سراچۂ قدسی - لوح خوانان سر نهٔ کرسی
سالکان طریقۂ علیاء - راه داران جادۂ سفلی
زنده جانان مرده در غم یار - مست حالان و جان و دل هشیار
بادشاهان تخت روحانی - غوطه خوران بحر نورانی
شاه بازان در قفس مانده - پیش بینان باز پس مانده
از حدود وجود گم گشته - وز عقول و نفوس بگذشته
یار خود دیده در پس پرده - تن بجان مانده جان فدا کرده
مے نخورده شده ببوئے مست - دوست نادیده دل بداده ز دست
بره یار منتظر مانده - نمک شوق بر دل افشانده
یار محنت کشیده چون ایوبؑ - زهر فرقت چشیده چون یعقوبؑ
کرده از جان بسوئے کویش او - لیس فی جبتی سوی الله گو
جان انا الحق زنان و تن بردار
فارغ از جنت و گذشته ز نار

Marfat.com

دیوان

اس میں قصائد اور غزلیات کے ہزاروں اشعار ہیں - اور ہر زمانہ میں پسند کئے گئے ہیں - چند قصائد جو مولانا نے اپنے مشائخِ کرام کی تعریف میں لکھے ہیں - وہ اس کتاب کے آغاز میں درج ہو چکے ہیں - غزلیات کے کچھ اشعار اور چند رباعیات یہاں ملاحظہ فرمائیں :-

در کوئے خرابات کسے را کہ نیاز است
هشیاری و مستیش همه عین نماز است

از من پذیرید صلاح و ورع و زهد
آنچه از تو پذیرند دراں کوئے نیاز است

اسرارِ خرابات بجُز مست نداند
هشیار چه داند که دراں کوئے چه راز است

تا مستی رندانِ خرابات بدیدم
دیدم بحقیقت که جزآں کار مجاز است

خواهی که درونِ حرمِ عشق خرامی
در مے کده بنشیں که رهِ کعبه دراز است

هاں تانهی پائے ببازی تو دریں راه
زیرا که دریں راه بسے شیب و فراز است

از مے کده ها نالهٔ دل سوز بر آمد
در زُمرهٔ عشاق ندانم که چه راز است

زان روئے کہ از روئے بتان شعلہ برا فروخت
جان همه مشتاق چه در سوز و گداز است

در زلفِ بتان تاب فریب است که پیوست
محمود پریشان ز سر زلف ایاز است

چون بر درِ مے خانه مرا بار ندادند
رفتم بدرِ صومعه دیدم که فراز است

آوازه ز مے خانه بر آمد که عراقیؒ
درباز تو خود را که درِ میکده باز است

ولہ

بشرارهٔ قلندر بزن ار حریفِ مائی
که نماند پیش مارا سرِ زهد و پارسائی

قدح مے مغانه بمن آر تا بنوشم
که دگر نماند مارا سر توبهٔ ریائی

مے ناب اگر نباشد بمن آر دُرد تیره
که ز دُردِ تیره یا بد دل و دیده روشنائی

کم خانقه گرفتم سرِ مصلحت ندارم
قدح شراب پُر کن بمن آر چند پائی

Marfat.com

نه زر و نه سیم دارم نه دل و نه دین دنیا
منم و حریف کنجے و نوائے بینوائی

نیم اهل زهد و تقوی بمن آر ساغر مے
که بصدق توبه کردم زعبادت ریائی

تو مرا شراب در ده که ز توبه توبه کردم
ز صلاح خود بدیدم همه لاف خود نمائی

چو زیاده مست گشتم چه کلیسا و چه کعبه
چو بترک خود گرفتم چه وصال و چه جدائی

به قمار خانه رفتم همه پاک باز دیدم
چو بصومعه گذشتم همه یافتم دغائی

چو شکست توبهٔ من بشکن تو عهد بارے
بمن شکسته دل گو که چگونهٔ کجائی

بزمین چو سجده کردم ز زمین ندا بر آمد
که مرا خراب کردی تو بسجدهٔ ریائی

بطواف کعبه رفتم بحرم رهم ندادند
که بیرون در چه کردی که درون خانه آئی

در دیر مے زدم سر ز درون ندا برآمد
که بیا بیا عراقی تو ز خاصگان مائی

رباعیات

اے منزلِ دوست خوش هوائے داری
پیدا استَ که بوئے آشنائے داری
خاکِ کفِ تو چو سرمه در دیده کشم
زیرا که نشان از کفِ پائے داری

و له

هان رازِ دلِ خستهٔ ما فاش مکن ۔ با یارِ عزیز خویش پر خاش مکن
آن دل که بهر دو کَون سر درنآرد اکنون که اسیرِ تست رسواش مکن

و له

اے دوست بیا که بے تو آرامم نیست
در بزمِ طرب بے تو مے و جامم نیست
کام دل و آرزوئے من دیدنِ تست
جز دیدن روئے تو دگر کامم نیست

Marfat.com

شیخ کبیر الدین عراقیؒ باپ کی تلاش میں

یہ مولانا فخرالدین عراقی کے صاحبزادے اور حضرت غوث العلمینؒ کے نواسے تھے۔ قطب الاقطاب رکن عالم قدس سرہٗ العزیز سے تقریباً چھ برس پہلے تولد ہوئے اب تک حضرت غوث العلمینؒ کے صاحبزادوں کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے تمام گھرانے میں گھی کے چراغ جلائے گئے۔ نام بھی شاید اس رعایت سے کبیرالدین تجویز ہؤا۔ باپ تو ایک مغلوب الحال شخص تھا۔ ہر وقت اس پر ایک نئی کیفیت طاری رہتی تھی۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ مولود مسعود کی تربیت اور غور پر داخت میں اس نے کیا حصہ لیا ہوگا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ غوث العلمینؒ نے اس نور چشم کو اپنی گود میں لے کر پالا۔ پوسا اور جوان کیا۔ نہ صرف علوم متداولہ میں طاق کیا۔ بلکہ اپنی ارادت میں لے کر نگاہِ فیض سے کندن بنا دیا۔ ۶۶۱ھ میں جب آفتاب غوثیت غروب ہونے کو آیا۔ تو اسے خلعت خلافت سے سرفراز کر کے سید السادات جلال بخاریؒ، میر حسینیؒ لال شہباز قلندرؒ اور حسن افغانؒ اور مولانا عراقیؒ جیسے مردانِ کامل کی صف میں بٹھا دیا۔ گویا باپ کو سالہا سال کی ریاضتوں کے بعد جو مقام نصیب ہوا تھا۔ بیٹا اپنے جد مادری کے گوشۂ چشم کی برکت سے بیک جنبشِ پلک اس سے بھی آگے بڑھ گیا۔ جیسا کہ مولانا عراقیؒ کے تذکرہ میں ہم بتا چکے ہیں۔ حضرت غوث العلمینؒ کے وصال کے تھوڑا عرصہ بعد وہ اپنے وطن

کو روانہ ہو گئے تھے - لیکن چونکہ انہیں اپنی تلون مزاجی کا پورا اندازہ تھا - اور وہ بخوبی سمجھتے تھے - کہ طبیعت کی افتاد انہیں کسی ایک جگہ پر قدم نہیں جمانے دیگی - اس لئے فرزند جگربند کو همراہ لے جانا مناسب خیال نہ کیا - اور یہ بھی عین ممکن ھے کہ شیخ کبیرالدین کا ننھیال سے انس اور پیار دیکھ کر ساتھ لے جانا پسند نہ کیا ہو - یا ہو سکتا ھے - کہ شیخ الاسلام صدرالدین عارف نے ھی انہیں روک لیا ھو، بہر حال پندرہ سولہ برس تک شیخ کبیرالدین اپنے والد بزرگوار کے بعد ملتان میں رہے - ۶۸۷ھ میں جبکہ مولانا عراقیؒ مصر کی شیخ الاسلامی کو طلاق دے کر دمشق پہنچ چکے تھے - انہیں حضرت والد ماجد کی طرف سے ایک قلمی کتاب موصول ہوئی - خدا بہتر جانتا ھے کہ یہ نسخہ کیا تھا لمعات، کلیات یا دیوان میں سے کوئی تازہ تصنیف ہوگی جسے حرمان نصیب باپ نے یادگار کے طور پر اپنے نور نظر کو کسی خاص آدمی کی وساطت سے بھجوا دی ہو گی - شیخ کبیرالدین کو جب باپ کا یہ گراں قدر تحفہ ملا - تو اس نے ادب سے سر آنکھوں پر رکھا - کھولا - تو پہلے صفحہ پر یہ اشعار نظر پڑے - ؎

فرزند عزیز قرۃ العین کبیر - بادات خدا درهمہ احوال نصیر
بپذیر بیاد گار ایں نسخۂ من - بے کن نظرے خطرے دردل بازمگیر

بے خواست پدر کہ باتو باشد همہ عمر
امّا چہ تواں کرد چنیں بر تقدیر

ان اشعار نے سمند شوق پر مہمیز کا کام کیا - اور جذبات کی

Marfat.com

تند و تیز موجیں انہیں باپ کی تلاش میں لے اڑیں ۔ اور شیخ کبیرالدین ہزاروں میل کی مسافت طے کرنے کے بعد اعجازی طور پر دمشق جا پہنچے ۔ مولانا عراق ان دنوں بے حد ضعیف ہو چکے تھے ۔ اس عالم میں سعادتمند فرزند کو دیکھ کر نہال ہو گئے افسوس ! کہ ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور اسلام کا وہ بلند پایہ صوفی جس کا دماغ حریمِ ربّانی کے جلوؤں سے مدھوش اور جس کا قلب تجلّیات الٰہی سے منور رہتا تھا ۔ دسوی امراض کے بہانہ سے خاکدان عالم سے بلند ہوتا ہوا اعلیٰ علیّن کی طرف صعود کر گیا ۔ ان کے بعد شیخ کبیرالدین نے تقریباً بارہ برس تک مسند ارشاد کو زینت دی اور بقول خزینۃالاصفیاء ۷۰۰ھ میں "صدائے اِرجعی" کو لبیک کہتے ہوئے اعلیٰ علیین کو رخصت ہوئے ۔ جسد اطہر آغوش پدر میں سپردِ خاک ہوا ۔ باپ بیٹے کی قبریں شیخ محی الدین بن العربی قدس سرّہ کے جوار میں پہلو بہ پہلو واقع ہیں ۔ تاریخ وفات "نور دمشق" سے بر آمد ہوتی ہے ۔

شیخ کبیرالدین ایک باکمال عارف اور وجدانی شاعر کے نامور فرزند ، غوث العلمین بہاؤ الدین زکریاؒ جیسے شہباز طریقت کے نواسے شیخ الاسلام صدر الدین عارفؒ کے بھانجے قطب الاقطاب رکن الدین ابو الفتح کی پھوپھی کے بیٹے ہونے کے ساتھ خود بلند پایہ درویش ، لاجواب خطیب اور بے مثال شاعر تھے ۔ ان کا کلام یقیناً محفوظ ہوگا ۔ مگر شام میں ہی اس کا سراغ مل سکتا ہے ہمیں باوجود تجسّس تمام اب تک کوئی اتہ پتہ نہیں مل سکا ۔

Marfat.com

اولادِ امجاد

ملا نادرؒ نے جو ملتان کے قاضی القضاۃ تھے انہوں نے اپنی منظوم تاریخ میں خواجہ فخرالدین عراقیؒ کی اولاد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ان کا ماخذ مولانا عمادالدین خراسانیؒ کی مشہور کتاب، تذکرۃ الانساب ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مرشد طریقت حضرت حافظ علی محمد صاحبؒ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

در خراسان بود مولانا عماد　　　تذکرہ انساب را نقشے نہاد
ابتدا از حضرت صدیق کرد　　　تابایں حضرت ہمہ تصدیق کرد

من از آنجا خوانده ام آورده ام
دست در دامان ایشان برده ام

ہم نے شیخ کبیرالدینؒ کی تاریخ وفات مفتی غلام سرور لاہوری کے حوالہ سے ۷۰۰ھ درج کی ہے۔ لیکن مولانا عمادالدین خراسانی کا دعویٰ ہے کہ حضرت کا وصال ۷۳۶ھ میں ہوا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"شیخ کبیرالدینؒ کا ۷۳۶ھ میں انتقال ہوا۔ خواجہ قطب الدین جامؒ نے تیمارداری کی اور نماز جنازہ پڑھائی۔ عمر شریف ۹۰ سال تھی"۔

اگر عمر ۹۰ سال صحیح ہے تو پھر تاریخ وفات بھی ۷۳۶ھ تسلیم کرنی پڑے گی۔ کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ حضرت کبیرالدین حضرت قطب الاقطاب رکن الدین عالمؒ سے تقریباً چھ برس پہلے تولد ہوئے تھے۔ حضرت قطب الاقطاب کی تاریخ ولادت

Marfat.com

۹ رمضان ۶۶۹ھ ہے۔ اس لحاظ سے مولانا عمادالدین خراسانی کی تحقیق زیادہ قرین قیاس ہے۔*

شیخ ابراھیمؒ عراقی

آپ شیخ کبیرالدینؒ کے صاحبزادے تھے۔ ۶۷۱ھ میں بمقام ملتان پیدا ہوئے اور ۶۸۷ھ میں والد ماجد کے ہمراہ ملتان سے دمشق پہنچے قبلہ گاہ کے انتقال کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور زندگی کے بقیہ لیل و نہار قبہ خضرا کے سایہ میں بسر کرکے ۷۷۲ھ میں دار فانی سے عالم باقی کو رخصت ہوئے۔ مزار پر انوار بقیع میں ہے۔ عمر شریف ۱۰۱ سال۔

شیخ حمیدالدّینؒ عراقی

آپ نے خراسان میں علم حاصل کیا تھا۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے اور ۹۳ سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ قبر شریف بقیع میں ہے۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ شیخ کمال الدین اور شیخ بدرالدین۔ شیخ کمال الدینؒ والدہ کے اصرار پر خراسان تشریف لے آئے اور ۸۳۶ھ میں فوت ہو کر یہیں سپرد خاک ہوئے۔ لیکن شیخ بدرالدینؒ مدینہ عالیہ میں رہے۔ انکی تمام زندگی جوار رسول میں بسر ہوئی اور فوت ہو کر وہیں بقیع میں دفن ہوئے۔

شیخ حسام الدّینؒ عراقی

آپ نے اپنے والدماجد شیخ کمال الدینؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور زاھد مرتاض تھے۔ ۹۰۱ھ میں ۸۰ سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ مزار پر انوار خراسان میں ہے۔

* حضرت فخرالدین عراقی رحؒ کے صرف ایک صاحبزادے تھے۔ بعض قصوں میں حضرت مخدوم بوعلی قلندر قدس سرہ العزیز کو بھی آپ کا فرزند ظاھر کیا گیا ہے۔ یہ داعیہ قطعاً غلط اور بے اصل ہے۔ [فریدی]

Marfat.com

شیخ معین الدّینؒ عراقی

آپ شیخ حسام الدین کے صاحبزادے تھے۔ ۹۳۹ھ میں رھگرائے عالم جاودانی ہوئے۔ قبر شریف خراسان میں مرجع خواص و عوام ہے۔

شیخ وجیہہ الدّینؒ عراقی

آپ شیخ معین الدین عراقیؒ کے فرزند جگر بند اور علوم متداولہ میں یکتائے روزگار تھے۔ حضرت غوث العلمین قدس سرہ العزیز کے مزار پر انوار کی کشش آپ کو ملتان کھینچ لائی۔ آپ کی آمد سے اہل ملتان باغ باغ ہو گئے اور خواجہ فخرالدین عراقیؒ کی یاد ایک دفعہ پھر تازہ ہو گئی علاّمہ کاشانی کی ''یونیورسٹی'' ابھی تک کافی رونق پر تھی۔ آپ اس درسگاہ کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ آپ نے یہاں درس دیا اور قال اللہ و قال الرسول سے ملتان کے درودیوار کو گرما دیا۔ آپ کا یہاں مستقل طور پر رہنے کا ارادہ تھا۔ چنانچہ آپ نے قریشی خاندان کی ایک عارفہ سے شادی بھی کر لی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ ارغون کے حملہ نے ملتان کا نقشہ تک بدل دیا۔ علم و ادب اور شریعت و طریقت کی مجلسیں سونی پڑ گئیں۔ قلعہ معلیٰ میں لنگاھوں کے قتل و غارت سے ایک قیامت برپا تھی اور شرفائے شہر سر چھپانے کے لئے دامن تلاش کرتے پھرتے تھے۔ چنانچہ مولانا وجیہہ الدین بھی مع اہل و عیال واپس خراسان تشریف لے گئے۔ وہیں شیخ عبدالکریم اور شیخ عبدالرحیم ان کے دو صاحبزادے تولد ہوئے اور دونو سے اس خانوادے کی نسل خوب پھیلی۔ لیکن اس کے باوجود ملتان کی یاد آپ کے دل میں رہ رہ کر چٹکیاں لیتی تھی۔ ممکن ہے کہ آپ کی اہلیہ نے خویش و اقارب کو ملنے کے لئے دوبارہ ملتان کے سفر پر آمادہ کیا ہو۔ بہر حال عالمِ پیری میں آپ نے دوبارہ ملتان کا رخ کیا اور اپنی قدیم جگہ میں سکونت اختیار فرمائی۔ علاّمہ کاشانی کی درس گاہ

Marfat.com

میں بدستور سابق درس دینا شروع کیا اور یہ سلسلہ زندگی کے آخری مرحلے تک قائم رہا۔ ۹۷۱ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ معتقدین نے اس تعلق خاطر کے سبب جو حضرت کو علامہ کاشانی اور انکی درس گاہ سے تھا۔ آپ کو علامہ کے پہلو میں دفن کر دیا۔

ملا نادر آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بود آں علامۂ دور زماں — بحر فیض علم زو گشتہ رواں
درس گفت و عالمے شد فیض یاب — خود نظیر خویش بُد عالیجناب
بعد ازاں آورد رو در مولتان — بود درس قاضی قطب الدین رواں
اندراں بنہاد رخت و شد مقیم — عالمے را داد او فیض عمیم
عارفہ بود از قریشی خانداں — شیخ اندر عقد خود آورد آں

ارغون کے حملہ آور ہونے پر:۔

پس ز ملتان کرد رُو سوئے وطن — صاحب اولاد شد شیخ ز من
اوّلیں فرزنداد او عبدالکریم — بود دوئم حضرت عبدالرحیم
ہریکے شان صاحب اولاد شدؔ — ہر یکے از زمرۂ اوتاد شد
پس وجیہہ الدین چوں شد پیر سال — باز آمد سوئے ملتان با کمال
گشت نازل در ہماں جائے قدیم — ہر یکے کردیش تعظیم عظیم
آخر اندر نہ صد و ہفتاد و یک — جان پا کش برد در جنت ملک
سوئے مشرق در مدرسہ جائے او — متصل قاضی قطب ساوائے او

علم وعمل کے ان مہروماہ کا مقبرہ نہایت پرشوکت اور قابل دید تھا۔ آٹھوں پہر زائرین کا تانتا لگا رہتا تھا۔ اس کے پاس ہی حسین خان کا مقبرہ، جامع مسجد اور علامہ کاشانی کی یونیورسٹی تھی۔ ۱۹۰۰ء میں انگریزوں نے جب ملتان پرحملہ کیا تو دیوان مول راج نے جامع مسجد میں بارود رکھوا دیا۔ اس کاخیال تھا کہ مسجد کے احترام کے سبب بارود دشمن کی زد سے بچ جائے گا۔ لیکن انگریز توپچی نے شاہ شمسؒ کی مور چال سے ایسا

Marfat.com

گولہ پھینکا۔ کہ سیدھا مسجد پر آ گرا۔ ایک خوفناک دھماکہ سے بارود پھٹا اور یہ تمام مقامات بھک سے اڑ گئے۔ تذکرہ سلطان کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:—

روز چہار شنبہ ۱۵ ماہ صفر انگلیسیان محاصرہ قلعہ و شہر پناہ نمودند و بروز شنبہ کہ روز چہارم از محاصرہ بود بسبب گولہ توپ سرکار عالی کہ از مورچال متصل خانقاہ شاہ شمس اوریزی و محاذی جامع مسجد بود آتش در باروت کہ بتخمین ہفتدہ ہزارمن دز مسجد مذکور نہادہ شدہ بود افتاد۔ تمام عمارت مسجد مذکور و دیوار ہائے آن و دیگر سائر عمارات نواب مظفر خان و سرافراز خان کہ قریب بودہ و دیگر مکانات قریب جوار مسجد مذکورہ مثل قبہ قطب کاشانی و قبہ خواجہ حسین خان وغیرہ مکانات از اساس آن برکندیدہ و ہوائے شدند کہ اثرے از آثار آنہا باقی نماندہ۔ (صفحہ ۱۰۰ غیر مطبوعہ)

چنانچہ اس وقت سوائے علامہ کاشانی اور مولانا وجیہہ الدین کی مزارات کے کسی عمارت کا نشان تک نہیں ملتا۔ نہ جامع مسجد کا پتہ ہے اور نہ خواجہ حسین خان کے مقبرہ کا میرے خیال میں غالباً یہ سلطان حسین خان لنگاہ کا مقبرہ ہوگا۔ جسے مخدوم صاحب نے خواجہ حسین خان لکھا ہے۔ علامہ کاشانی اور مولانا وجیہہ الدین کے مزارات شمالی درس گاہ کے قریب قلعہ پر موجود ہیں اور حسین آگاہی سے بآسانی نظر آ سکتے ہیں۔

شیخ عبدالکریم عراقیؒ

مولانا وجیہہ الدینؒ کے دونوں صاحبزادے خراسان میں تھے۔ چونکہ شیخ عبدالکریمؒ داخل نسب ہیں۔ ملا نادرؒ نے صرف ان کا ہی

ذکر کیا ہے۔ آپ کا ۱۰۳۶ھ میں انتقال ہوا اور خراسان میں دفن ہوئے۔

شیخ محمود بن شیخ عبدالکریمؒ

انہوں نے ۱۳۰ سال عمر پائی تھی۔ صحت اچھی تھی۔ ۱۰۹۴ھ میں فوت ہو کر خراسان میں دفن ہوئے۔ ان کے صاحبزادے شیخ عبداللہؒ جو حاجی موسیٰ کے نام سے زیادہ مشہور تھے وہ بھی خراسان میں رہے اور ۱۱۲۸ھ میں فوت ہو کر اپنے بزرگوں کے جوار میں آسودہ ہوئے۔ ان کے فرزند حافظ علی محمد صاحبؒ تھے۔ جن کے فضل و کمال کا ذکر کرتے ہوئے ملا نادر لکھتا ہے۔

گرچہ من عالم بسے گردیدہ ام
ایں چنیں مرد خدا کم دیدہ ام

آپ کا ۱۱۷۴ھ میں انتقال ہوا۔ مزار پر انوار خراسان میں ہے۔

سلطان الاولیاء حضرت حافظ محمدؒ

آپ حضرت حافظ علی محمد صاحبؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ علوم متداولہ کے بے پناہ عالم، قرآن حکیم کے حافظ اور قاری تھے۔ والد ماجد کے وصال پر عروس البلاد ملتان کی یاد نے چٹکی لی اور مختصر سامان ہمراہ لے چل دئے۔ نواب شجاع خاں سدوزیؒ کا دور حکومت تھا۔ انہیں اپنے صاحبزادے مظفر خاںؒ کی تعلیم و تربیت کے لئے قابل اتالیق کی ضرورت تھی۔ حضرت مولانا کی تشریف آوری سے بڑے خوش ہوئے۔ رہنے کے لئے ایک شاندار مکان مرحمت کیا اور شہزادہ انکی تحویل میں دے دیا۔ لیکن آپ کا فیض عام تھا۔ مظفر خاں کے پہلو بہ پہلو ملتان کا ایک اور ذہین طالب علم بھی تعلیم پاتا تھا۔ جو آگے چل کر محبوب الٰہی مولانا خدا بخشؒ خیر پوری کے نام سے مشہور ہوا۔ ساتھ ہی دوسرے طالبان علم و ادب بھی جو اس "چشمۂ شیریں" کی شہرت سن کر جمع ہوگئے

Marfat.com

تھے اپنی تشنگی بجھاتے تھے۔ نواب صاحب کی طرف سے روزانہ پانچ روپے کی نذر پیش ہوتی تھی۔ اسی پر اس خاندان کا گذارہ ہوتا تھا۔ نواب مظفر خاں نے بھی اس معمول کو جاری رکھا۔ ملا نادر نے آپ کے درس اور گزر اوقات کا نقشہ کتنی خوبصورتی سے کھینچا ہے۔ لکھتا ہے:

آن خدا بخش؎ کہ بُد قطب زماں — واں مظفر خاں؎ نواب مولتاں
ہر دوشاں بودند شاگردان او — دیگراں بس زیر بار احسان او
پنج روپیہ از مظفر خاں نواب — از برائے خاندان ایں جناب
شد مقرر تا بہر روزے رسد — خادم آوردے کز و نذرے نہد

حضرت علامہ کا ۱۲۰۹ھ میں انتقال ہؤا۔ وفات کے وقت عمر شریف ۹۱ برس تھی۔

حضرت مولانا خواجہ محمد موسیٰ پاک؎

حضرت مولانا محمد حیات؎ کے بعد ان کے فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد موسیٰ؎ مسند ارشاد کے مالک بنے۔ مظفر خانی دور کے یہ باکمال درویش جو حافظ قرآن بھی تھے۔ اور واقف اسرار طریقت بھی۔ جب بیعت کے لئے حافظ محمد جمال اللہ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو وہ فرط طرب سے اچھل پڑے اور حاضرین سے فرمایا "بھائیو! آج مجھے مبارک دو۔" اور پھر اپنے دست حق پرست سے شیرینی تقسیم فرمائی۔ لوگوں نے عرض کی کہ یہ کیا "ماجرا ہے؟" حضور نے مولانا خیر پوری؎ کو حلقہ ارادت میں لینے پر بھی اسی مسرّت کا اظہار فرمایا تھا۔ کیا یہ بھی ویسے ہیں؟"

ارشاد ہؤا "بلے! ایں ہم غوث وقت و قطب دوران است"۔

الغرض مرشد کامل کے فیض صحبت سے مالا مال ہوکر درجہ چہارم پر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور قال اللہ و قال الرّسول سے مسلمانوں

Marfat.com

کے قلب و دماغ کو جلا کرنے لگے۔ درس کی یہ کیفیت تھی کہ ہر وقت ستر (۷۰) اسی (۸۰) طلباء آپ کی خدمت میں موجود رہتے تھے۔ اور جو کچھ پڑھاتے۔ وہ حلق اور زبان سے ادا نہ ہوتا۔ بلکہ ہر لفظ دل کی عمیق گہرائیوں سے نکلتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات آپ پر وجد کی حالت طاری ہوجاتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ جبکہ آپ تفسیر کا درس دے رہے تھے۔ کسی آیۃ کریمہ پر آپ کو وجد آگیا تمام طلبا ادب سے خاموش ہوگئے اسی اثنا میں حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسویؒ ملاقات کو تشریف لے آئے۔ کافی دیر انتظار کی۔ مگر افاقہ نہ ہؤا۔ تو مجبوراً طلباء کو سلام پہنچانے کا ارشاد کیا اور رخصت ہو گئے۔ کچھ دیر بعد جب حضرت مولانا کو سکون ہؤا۔ تو طلباء نے حضرت تونسوی علیہ الرحمۃ کا سلام عرض کیا۔ آپ فورا سروقد کھڑے ہو گئے اور کچھ سوچ کر ساڑی سیتل کی جانب چل دئے۔ مقام مذکور پر پہنچ کر شرف نیاز حاصل کیا۔ اور معذرت پیش کی۔

مولانا کا دوسرا شغل عزیز کتب کی تصنیف و تالیف تھا۔ بے شمار کتب اپنے ہاتھ سے تحریر فرمائیں۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ تمام علمی خزانہ سکھوں کی لڑائی میں نذر آتش ہوگیا۔ شیخ محمد یوسف صاحب گردیزی تذکرہ ملتان میں حضرت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اعلم العلماء، افضل الفضلاء، استاذی الشریف مسمی کلیم اللہ اعنی مولوی محمد موسیٰؒ در علوم ظاہر نظیرے نداشت و در باطنی بے عدیل۔ از تدریس صوری خلائق کثیر بتحصیل انواع علوم بدرجہ فضیلت رسید واز توجہ معنوی ایشان الوف اناس بفیوض و نعما رسیدند۔ (صفحہ ۱۱۴ غیر مطبوعہ)

حضرت مولانا کے ایک بھائی حافظ محمد عثمانؒ تھے۔ زہد و ورع میں ان کا پایہ بھی کافی بلند تھا۔ ملا نادرؒ اس خاندان سے

بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی مثنوی میں اس خاندان جلیلہ کا ذکر بڑے پرشوکت انداز میں کیا ہے۔ اور جب وہ حضرت مولانا محمد موسیٰ قدس سرہ العزیز تک پہنچے ہیں۔ ان کا قلم وجد میں آگیا ہے۔ ہر شعر انکی عقیدت وارادت کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔ مولانا محمد حیاتؒ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں ؎

بعد ازاں ماندند فرزندان او — مولوی موسیٰ و عثمان نیک خو
آن یکے بینم بعلم اندر فرید — واں دگر را حافظ قرآن مجید
مولوں از سر حق آگاہ شد — تا لقب او را کلیم اللہ شد
از جناب حضرت غوث زماں — ایں چراغے گشتہ روشن ایں زماں
تاکنوں روشن مگر چنداں نبود — زہدوورع و ارتقا ایں ساں نبود
عالمے ہست ایں حقیقت آشنا — داند ایں بحر طریقت را شنا
من بچشم خویشتن بینم ورا — حاشا للہ گویم از غیر خدا
ور خدا گویم نمے باشد روا — مقتضی انصاف ایں است اے فتا
درمیان خلق و حق او برزخے است — صفحۂ تحریر را چوں دو رُخے است
از یکے سو سوئے رب العلمین — وز دگر سو رو بخلق است اے امیں
ھاں نمے میرد چراغ مقبلاں — تند بادے گرو زد اندر جہاں
بالیقیں دانم کزیں روشن چراغ — نور گیرد ہر زمانے باغ و راغ

بندۂ نادر نیاز آگندہ شد
بندہ اش را سگ، سگش را بندہ شد

چاکران شیخ را چاکر منم — بندگانش را غلام کمترم
یا الٰہی ظل آں عالی مقام — بر سر ما دار از فضلت مدام
من چہ گویم وصف آں بندہ نواز — جامع راز و نیاز و سوز و ساز
فاش مے گویم کہ آں راز خداست — ذات پاک او ز آب و گل جداست
زآب و گل ہرگز نیاید ہیچ کار — آب و گل مشمار او را ھوشدار
ہرچہ مے خواہی ازو خواہ اے فتا — نیست اندر جبہ اش إلاّ خدا

احقرم بسن بردرش افتادہ ام دست بستہ پیش او استادہ ام
دو زدہ رفت از ربیع اوّلیں نظم شد از ہیچ کم از ہیچ ایں
یک ہزار و دو صد و پنجاہ وشش سال ہجری ہست اے نیکومنش
چوں بخوانی بندہ نادر یاد آر
رحمۃ اللہ گوئی اے والا تبار

گویا ملا نادر نے یہ مثنوی ۱۲ ربیع الاول ۱۲۵۶ھ میں ختم کی ہے۔ اس وقت حضرت مولانا کی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر پوری تابانی سے جگمگا رہا تھا۔ ۱۱ ماہ رجب ۱۲۶۱ھ کو طریقت و معرفت کا یہ بدر منیر سخاب فنا کی اوٹ میں آ گیا۔ ایک عقیدتمند نے آپ کی تاریخ وفات اس طرح سے موزوں کی ہے ؎

سروش غیب بتسکیں برائے تاریخش
بگفت ''مولوی آمد بطور قرب خدا''

۱۲۶۱ھ

محبوب الٰہی ثانی حضرت خواجہ خدا بخش ملتانی

حضرت مولانا محمد موسیٰ نے اپنے اس جگرگوشہ کا نام ''امام بخش'' رکھا تھا۔ لیکن جب انہیں بیعت کرانے کے لئے مولانا خیر پوری کی خدمت میں لے گئے۔ تو ارشاد ہؤا۔ کہ میں بے اولاد شخص ہوں۔ آج سے یہ میرے معنوی فرزند ہیں۔ آئندہ انہیں امام بخش کی بجائے خدا بخش سے پکارا کریں۔ یہ میری مانند ہونگے۔ اور صاحب اولاد ہونگے۔ چنانچہ اس روز سے آپ خواص و عام میں خدا بخش کے نام سے پکارے جانے لگے۔ فضل و کمال کے ساتھ زھد و اتقا کا یہ عالم تھا۔ کہ نذر و نیاز سے گھن آنے لگی تھی۔ ایک دفعہ اللہ داد خان صاحب ڈسٹرکٹ جج نے عرض کی کہ عید گاہ کے قریب میرے دو چاھات ہیں۔ حضور

Marfat.com

انہیں لنگر خانے کے لئے منظور فرمالیں ۔'' آپ نے فرمایا '' بابا فقیر کو خدا کافی ہے '' دوبارہ گذارش کی ۔ '' قبلہ ! حضور کے لئے کون کمبخت کہتا ہے درویش جو آستانۂ عالیہ پر پڑے ہیں اُن کے لئے ہی لے لیں ۔'' حضور نے کچھ گرم ہو کر فرمایا ۔

'' ہم سب کا روزی رساں ایک ہے اس کے غیروں سے منظور نہیں ''۔

۲۰ جمادی الاول ۱۳۱۱ھ بروز سہ شنبہ داعی اجل کو لبیک کہ کر اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے تاریخ وفات کے طور پر آپ کے فرزند دلبند حضرت مولانا محمد نظام بخش کا یہ قطعہ مشہور چلا آتا ہے ؎

باش نظام بسوز و گدازی کیست کہ باوے حال بسازی
حال ز سخت افسوس دلی گو سال وصالش نیز ازیں جو

۱۳۱۱ھ

حضرت مولانا محمد نظام بخش

آپ بھی والد ماجد کی طرح یکتائے روزگار تھے تفسیر ، حدیث اور فقہ کا درس دیا کرتے تھے ۔ معاصرین میں بڑا مرتبہ تھا ۔ مؤلف انیس المساکین تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

'' حضرت ولی نعمی ذات ، ملکی صفات ، قدسی درجات ، مظہرالجمال و الکمال ، مولانا ملجانا حضرت مولوی نظام بخش صاحب خلف الرشید حضرت خواجہ خدا بخش صاحب ملتانی محبوب اللہ ثانی کہ ثمر بوستان خلافت جمال اللہ و محبوب اللہ است وما متعطشان بادۂ توحید را صلائے '' وھموا واشربوا انتم جنودی'' درداده و ساغر بر ساغر سرمستان رندان بے خود را از آب بقا پر

کردہ دوام بخشیدہ۔ الٰہی ہمشیہ ایں بوستان را
از باد مخالف دوران محفوظ داری وما جرعہ نوشان
ایں مے خانہ را و میوہ چیناں ایں گلزار را از تازگی و
سرسبزی ایں فردوس خوش نصیب داری۔ آمین ثم آمین

۸ ذی الحج ۱۳۲۶ھ بروز جمعرات آپ کے طائر روح نے جسد عنصری سے پرواز کیا اور گلستان موسوی کا یہ بلبل ہزار داستان ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔

مولانا خواجہ محمد حسین بخش مدظلہ

آپ ملتان میں خواجہ فیخر الدین عراقیؒ کے خاندان کے واحد سرپرست اور درگاہ موسوی کے خدا یاد سجادہ نشین ھیں آپ کا اکثر وقت اوراد و اذکار اور تسبیح و تہلیل میں گذرتا ھے۔ اس وقت عروس البلاد ملتان میں آپ سے زیادہ عبادت گذار اور کوئی درویش نہیں ھے۔ بلا شبہ آپ کو نہ اہل دنیا کی پرواہ ھے اور نہ دنیا کی دولت سے کچھ سروکار۔ نہ انسانوں کے ردّ و قبول اور جہان کی تحسین و آفرین کے محتاج ھیں اور نہ لومۃ لائم سے خائف، محض اپنی دنیا کے آپ بادشاہ ھیں۔ رات اگر قیام میں گذرتی ھے تو دن روزہ میں بسر ہوتا ھے نہ دوستوں سے طمع ھے نہ امرائے دولت سے کچھ غرض، بقول حضرت اقبالؒ ؎

تیری بندہ پروری سے میرے دن گذر رہے ھیں
نہ گلہ ھے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ

کچھ عرصہ سے آپ نے اذان میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم شریف سے پہلے لفظ ''سیدنا'' کا اضافہ کر دیا ھے اور رمضان کا مہینہ بھی آپ کے گھرانے میں باقی دنیا سے ایک دن پہلے آتا اور

ایک دن پہلے رخصت ہو جاتا ہے ۔ سواد اعظم حضرت مولانا کے اس اجتہاد کو شدت سے محسوس کر رہا ہے ۔ رمضان کے آخری دن جبکہ ملتان کا سارا شہر روزے سے ہوتا ہے ۔ آپ اور آپ کے دو تین سو متعلقین بے تکلفی سے کھاتے پیتے اور احباب کو سوئیاں بھجواتے ہیں ۔ اس وقت یوں محسوس ہوتا ہے ۔ گویا مسلمانوں کا یہ کوئی نیا فرقہ ہے جسکی اپنی فقہ ہے ۔ اس دن حضرت مولانا اور ان کا حلقۂ اثر مرزائیوں ، نجدیوں ، شیعوں اور چکڑالیوں سے بھی زیادہ دور چلا جاتا ہے ۔ کیونکہ ان کے اور ہمارے عقائد میں ہزار اختلاف سہی لیکن عید منانے میں تو سواد اعظم کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ۔ ایک دن میں حضرت سے ملنے گیا ۔ مغرب کا وقت ہو رہا تھا ۔ حضرت نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور مجھے اذان دینے کا اشارہ کیا ۔ میں ماذنہ کی طرف بڑھا ۔ اذان دینا شروع کی ۔ لیکن جب تشہّد پر آیا تو عالم خیال تیرہ سو برس پیچھے لے گیا ۔ مدینہ طیّبہ کی مسجد میں ماذنہ پر بلال رض اور سامنے صحابہ کا جمّ غفیر اور پھر مالک لولاک لما کا عکس جمیل نظروں میں پھر گیا ۔ حضرت مولانا کا احترام متقاضی تھا ۔ کہ تشہّد میں سیدنا کا لفظ بڑھاؤں مگر زبان نے یاوری نہ کی ۔ اور اسی طرح تشہّد کے کلمات دوہرائے ، جس طرح بلال رض جیسے عاشق رسول نے دوہرائے تھے ۔ جیسے اکابر صحابہ اور دوسرے کروڑوں بزرگان ملّت نے دہرائے ۔ ہمیں سواد اعظم کے ساتھ دینے کا حکم ہے ۔ چنانچہ میں نے اسی پر عمل کیا ۔ اس کے باوجود حضرت مولانا نے نہ برا منایا اور نہ ٹوکا ۔ چنانچہ اسی طرح میں نے تکبیر کہی اور نماز شروع ہو گئی ۔ نماز کے بعد حضرت مولانا اوراد و اذکار میں مصروف ہو گئے ۔ اور میں رخصت ہو آیا ۔ حضرت مولانا کے تین فرزند ہیں ۔ مولانا شاہ بخش ، مولانا حافظ دلدار بخش اور مولانا حافظ بشیر احمد ۔ تینوں صاحب اولاد ہیں اور شکل و صورت ، وضع قطع اور طور طریقے میں آپ کی زندگی کا صحیح مرقع ہیں ۔

Marfat.com

نواب الاولیاء بسندھ می رود

نواب الاولیاء شیخ موسیٰ قریشی سہروردی غوث العلمینؒ کے چچا زاد بھائی اور مخدوم احمد غوثؒ کے فرزند جگر بند تھے۔ ان کا نسب نامہ سیرت غوث العلمین قدّس سرہٗ کے صفحہ ۸۹ پر دیکھا جا سکتا ہے جب حضور نے سلوک کی تمام منزلیں طے کر لیں۔ تو حضرت غوثؒ نے خرقۂ خلافت مرحمت کیا اور فرمایا "ولایت سندھ بتو بخشیدم" آپ کا یہ ارشاد کرنا تھا۔ کہ ہر طرف آپ کی نوابی کا چرچا ہونے لگا۔ جہاں سے آپ گذرتے لوگ کہتے موسیٰ نوابؒ جا رہے ہیں۔

الغرض نواب الاولیاء مرشد طریقت کے حکم کی تعمیل میں سندھ کو روانہ ہوئے۔ سہروردی سلسلے کا یہ مرد مجاھد تسبیح و تہلیل سے لوگوں کے دلوں کو گرماتا اور تصوف و معرفت کے دُرر ھائے آبدار بکھیرتا چلا جاتا تھا۔ کہ سندھ کے کنارےٗ ایک با عظمت اور پر شکوہ قلعۃ نظر آیا۔ جسکی فصیل کے کنگرے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ اس کا گرد و پیش اس قدر سر سبز تھا۔ کہ دیکھنے والوں کو اس پر بہشت بریں کا دھوکا ہوتا تھا۔ حد نگاہ تک لہلہاتے کھیتوں کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ اور ان کے درمیان میں سندھ اٹھکھیلیاں کرتا بہہ رہا تھا۔ یہ سیوراھی کا قلعہ تھا۔ جو اُچ اور بکھر کے درمیان ایک اہم مقام خیال کیا جاتا تھا۔ نواب الاولیاء نے اس کے بلند و پست پر ایک نظر ڈالی اور پھر ایک درخت کے نیچے سامان رکھوا کر بیٹھ گئے۔ لوگوں میں آپ کی تشریف آوری کی خبر سرعت سے پھیل گئی۔ سعادتمند روحیں جوق در جوق زیارت کے لئے حاضر ہونے لگیں۔ روزانہ بے شمار لوگ آپ کو دیکھنے کی غرض سے آتے۔ مگر جس پر نظر پڑتی وہ صدق دل سے مسلمان ہو جاتا۔ اسی طرح تھوڑے

سے عرصہ میں ھی سرواھی کا کفرستان نیرِ اسلام کی تابانیوں سے جگمگا اٹھا ۔

غوث العالمینؒ کی آمد

حضرت غوث العلمینؒ قدس سرہ کی خدمت میں جب نواب الاولیاء کی تبلیغی سرگرمیوں کی اطلاعات پہنچیں ۔ تو حضور بڑے خوش ہوئے۔ اور آپ کی مساعئی جمیلہ کا جائزہ لینے کے لئے اپنے یاران بے ریا کی رفاقت میں تشریف لے آئے۔ نواب الاولیاء کی مسرت اور شادمانی کا کیا ٹھکانا تھا ۔ وہ پروانہ وار مرشد پر سے تصدق ہو رھے تھے۔ مشتاقان جمال کا جمگھٹ لگ رھا تھا۔ دُور دُور سے بخت بیدار آتے اور نائبِ رسول سے اپنا نصیبہ لے خوش خوش واپس لوٹ جاتے۔ جہاں حضرت اپنے رفیقوں سمیت مصروف عبادت رھے تھے۔ وھاں اب مسجد بنی ھوئی ھے ۔ اور چار یاروں کی مسجد کہلاتی ھے ۔ پاس ھی جنڈ کا ایک درخت ھے ۔ کہا جاتا ھے کہ اس سے آپ کا گھوڑا باندھا گیا تھا ۔ الغرض یہاں سے حضرت غوثؒ ٹھٹھ کو روانہ ھو گئے ۔ *

* نواب الالیاء قدس سرہ' کے چند خوش اعتقاد متوسّلین نے یہ مشہور کرر کھا ھے کہ حضرت ابل کی نگری [ضلع حیدرآباد سندھ] میں تشریف لے گئے تھے۔ ساگرا ندی کے کنارے جو مقبرہ ھے وہ بھی آپ ھی کا ھے اور آپ اعجازی طور پر دونو مقبروں میں دفن ھیں ۔ خاکسار مؤلف نے برفاقت خانصاحب محمد یعقوب خان رند (میر پور خاص) حاجی علی گل صاحب مری (میر پور خاص) اور میر عبدالکریم خان صاحب سعدی مدیر مسئول ھفت روزہ الھلال (ٹنڈوالہ یار) شیخ موسلی کے مقبرہ پر جا کر حاضری دی، اور ابل جودڑو اور اس کے گردو پیش کے قبرستان کا اچھی طرح سے جائزہ لیا بقول تحفۃ الکرام یہ بزرگوار علاؤالدین خلجی کے زمانہ میں ھندوستان سے تشریف لائے تھے ۔ حاجی جوگی شاہ خراسان ۔ سیٹھ لیلا بھٹی ان کے ھی ساتھی تھے ۔ راجہ ابل کی راجکماری بی بی خوندی مسلمان ھو گئی تھی ۔ اور اس نے حضرت کی غلامی میں ھی زندگی بسر کر دی ۔ چنانچہ اس کی قبر بھی مقبرہ کے مشرقی پہلو میں موجود ھے ۔ ان تمام واقعات کا نواب الاولیاء کی ذات پا ک سے کچھ بھی واسطہ نہیں مقامی روایت یہ ھے کہ یہ بزرگ بھی حضرت غوث العلمین کے خلیفہ تھے ۔ ایک مہم پر دھلی بھیجے گئے تھے ۔ یہ لوگ آپ کے کشف و کرامات سے

بقیہ برصفحہ ۱۵۴

ڈاکو مسلمان ہو گئے

نواب الاولیاء بالعموم روزانہ دریا کے کنارے تشریف لے جاتے اور دیر تک مصروف عبادت رہتے تھے۔ ایک دن حسب معمول مصلیٰ بچھائے اللہ اللہ کر رہے تھے۔ کہ دفعۃً چند ڈاکو تیرتے ہوئے دریا سے نکلے۔ اور آپ کے قدموں میں گر گئے۔ عرض کی "حضور ہم لوگ ڈاکو ہیں۔ دشمن ہمارے تعاقب میں ہے۔ اگر آپ نے کرم نہ فرمایا۔ تو ہم سب لوگ قتل ہو جائینگے۔ خدا کے لئے ہمیں اپنی پناہ میں لے لیجئے۔ آپ نے اپنی چادر ان پر ڈال دی اور فرمایا "خدا کی پناہ میں آرام سے بیٹھ جاؤ!" خود پھر ذکر الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ اتنے میں تعاقب کنندگان کی کشتی بھی آ پہنچی۔ انہوں نے پوچھا "میاں درویش! یہاں سے ڈاکوؤں کا گروہ گذرا ہے؟" فرمایا "تم بھی دیکھ رہے ہو۔ میں بھی دیکھ رہا ہوں" انہوں نے سمجھا کہ شاید انہیں کوئی خبر نہیں چنانچہ وہ لنگر اٹھا کر چلدئے۔ ڈاکو حضرت کی اس کرامت سے بیحد متاثر ہوئے۔ عرض کی کہ اگر پناہ دی ہے۔ تو پھر دونو جہان کا ذمہ اٹھائیے۔ اور اپنے قدموں سے جدا نہ فرمائیے۔ حضور نے انہیں اسلام کی تلقین کی اور وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

بھارہ قبائل

انہی دنوں میں بھارہ قبائل نے آ کر اسلام قبول کیا۔ یہ لوگ بھاٹیہ راجپوت تھے اور ڈیراور کے چولستانی علاقے میں رہتے تھے۔ خشک سالی کے سبب اپنے مال مویشی لے کر اس طرف آگئے۔ سرواھی کے مضافات میں نواب الاولیاء کا چرچا ہو رہا تھا۔ یہ بھی زیارت کی غرض سے

بقیہ صفحہ ۱۵۳

متاثر ہوکر وہیں آپ کے مرید ہوگئے اور آپ کے ساتھ چلے آئے اس علاقے میں بھی انہیں حضرت غوث العلمین نے مامور فرمایا تھا۔ شاہ عنایت رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین مخدوم بھورل شاہ صاحب اور ان کے معمر چچا حاجی نبی بخش شاہ صاحب نے بھی اس روایت کی تصدیق کی۔ ہماری تحقیق جاری ہے اگر مزید کچھ انکشاف ہؤا۔ تو اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں درج کر سکینگے۔ فریدی

Marfat.com

چلے آئے۔ اور جب آنکھیں چار ہوئیں۔ تو انہیں آن میں خدا پرستی کی ایسی جھلک نظر آئی۔ کہ بے اختیار حضرت کے قدموں میں گر گئے۔ اور اسلام تلقین کرنے کی درخواست کی۔ حضرت نے ان سب کو مسلمان کیا۔ اور ان کے زنار جمع کر کے توشہ خانے میں رکھوا دئے۔

سلطان مبارک بھارہ انہی فرخندہ ایام کی یادگار ہیں۔ چونکہ طبیعت مقابلۃً زیادہ لطیف تھی۔ اس لئے نواب الاولیاء کی سرکار سے اسی عرصہ میں اتنا کچھ حاصل کر لیا۔ کہ اپنے وقت کے شیخ المشائخ کہلائے۔

نواب الاولیاء کا سفر جیسلمیر

حضرت نواب الاولیاء کا دستور تھا۔ کہ ماگھ، پھاگن اور چیت کے تین مہینے سندھ کے مرغزاروں میں بسر فرماتے تھے۔ اور ساون بھادوں میں جبکہ ہر بلند و پست پر "ہر ہر ٹبڑی ڈسم کوہ طور" * کا جلوہ نظر آتا تھا۔ راجستھان میں تشریف لے جاتے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ اپنے درویشوں کے ساتھ دورہ کرتے راجپوتانہ کے ایسے علاقہ میں جا پہنچے۔ جہاں "انڈھر" قبیلہ آباد تھا۔ آپ نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے ڈیرہ لگا دیا۔ اور مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ کچھ دیر بعد جب آپ نے آنکھ کھولی۔ لوگوں کا ایک جم غفیر آپ کے گرد جمع ہو چکا تھا۔

میاں جیاؒ انڈھر

میاں جیاؒ اس قبیلہ کے سردار تھے۔ اور اہل اللہ سے دلی عقیدت رکھتے تھے۔ انہیں جونہی معلوم ہوا۔ کہ کوئی صاحب کمال انکی جاگیر میں تشریف لے آیا ہے۔ تو وہ بڑے اشتیاق سے حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ ایک بزرگ درخت سے سہارا لگائے خلق خدا کو نیکی کا راستہ دکھانے میں مصروف ہیں۔ انکی زبان میں اتنی حلاوت اور تقریر میں اتنی کشش ہے کہ جو ایک دفعہ سن لیتا ہے۔ اٹھنے کا نام نہیں لیتا۔ میاں جیا بھی

* یعنی انوار و تجلیات کی یہ کثرت ہے کہ مجھے ہر تودہ کوہ طور دکھائی دیتا ہے۔ [فرید ثانی رحمۃ اللہ علیہ کوٹ مٹھن شریف]

Marfat.com

ادب واحترام سے ایک طرف بیٹھ گئے۔ اور بڑی توجہ سے حضرت کے ارشادات سنتے رہے۔ حضرت بھی تقریر کے دوران میں کبھی کبھی میاں جیا کو دیکھ لیتے تھے اور اس انداز میں کہ گویا عرصہ سے ایک دوسرے سے متعارف ھیں۔ تقریر ختم ھوئی۔ تو میاں جیا قدمبوس ھونے کے لئے آگے بڑھے۔ شیخ کی نظر پڑی تو وہ بھی کھڑے ھو گئے۔ اور دونوایک دوسرے سے بغلگیر ھو گئے۔ خداشناس نگاھوں سے خوشی کے آنسو ٹپک رہے تھے اورزیرلب فرما رھے تھے

آمد آں یارے کہ ما مے خواستیم

حضرت نے درویشوں کی طرف متوجہ ھو کر فرمایا۔ یاران! جس شہباز ولایت کی ھمیں تلاش تھی وہ مل گیا۔ اس پر رازداران معرفت نے باری باری سے میاں جیاؒ سے مصافحہ کیا۔ اور سب کے سب ھالہ کی صورت میں حضرت کے گرد بیٹھ گئے۔ میاں جیاؒ کی یہ کیفیت تھی۔ کہ مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے تھے۔ دنیا مرشد کی تلاش میں پہاڑوں اور صحراؤں میں بھٹکا کرتی ھے۔ لیکن ان کا مرشد خود انکی تلاش میں یہاں آ پہنچا تھا۔ سرائیکی کے کسی شاعر نے شاید اسی صورت حال کا نقشہ کھینچتے ھوئے کہا ھے ؎

''آؤ نی سینگیو سہیلیو سیّو! رل ڈیوو مبارک یار میں گھر آیا''*

الغرض میاں جیاؒ خود بھی اسی مجلس میں حضرت کے دست حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ سہروردیہ میں داخل ھوئے اور اپنے چھوٹے بھائی میاں احمدؒ اور خاندان کے دوسرے افراد کو بھی حضرت کا مرید کرایا۔ اس وقت انکی تمام محبت سمٹ سمٹا کر مرشد کے پیکر نور میں جمع ھو چکی تھی۔ اور سوائے اس نائب رسول کے کوئی چیز عزیز نظر نہیں آتی تھی۔ محلّات، جنکی تعمیر پر سالہا سال صرف ھوئے تھے۔ لہلہاتے ھوئے کھیت

* اے سہیلیو ھمجولیو! سب مل کر مجھے مبارک دو۔ کہ میرا محبوب میرے گھر میں آ گیا ھے۔

Marfat.com

خویش و اقارب اب تمام غیر دکھائی دیتے تھے ۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد جب حضرت نے سیوراهی کا عزم فرمایا ۔ تو میاں جیاؒ بھی اپنے افراد خاندان کو همراہ لے ساتھ چل پڑے ۔ اور مال و متاع جو کچھ تھا ۔ سب لنگر میں داخل کرا دیا ۔ حضرت نے میاں جیاؒ کا یہ ایثار دیکھ کر فرمایا ۔ کہ ''میاں جیاؒ میں صدیقی شان کارفرما ہے ۔ جیسے وہ سرکار نبوت کے بعد اسلامی دنیا کے حاکم قرار پائے تھے ۔ اسی طرح میاں جیاؒ اور اس کا خاندان بھی سرواهی کے مضافات پر حکومت کرے گا ۔''

المختصر سرواهی پہنچ کر میاں جیاؒ نے تو فقراء کی خدمت اپنے ذمہ لی ۔ اور آپ کے خاندان نے دریا کے کنارے چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں بنا کر اپنی الگ آبادی قائم کر لی ۔ سرائیکی میں جھونپڑی کو بھونگڑی کہتے ہیں ۔ اسی آبادی نے بعد میں ایک اچھے خاصے قصبے کی شکل اختیار کر لی ۔ اور اس کا نام بھونگڑی سے بھونگ ہو کر رہ گیا ۔

نواب الاولیاءؒ کا وصال

حضرت نواب الاولیاء جو غرض و غایت لے کر سرواهی میں آئے تھے وہ پوری ہو چکی تھی ۔ کفرستان سرواهی کے در و دیوار تسبیح و تہلیل اور اوراد و اذکار سے گونج رہے تھے ۔ سندھ اور راجپوتانے کے رهگزاروں اور بھکر و ٹھٹھ کے گلزاروں تک ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں ان کے خلفاء اور ارادتمند موجود تھے ۔ جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بجا آوری میں پوری سرگرمی سے کوشاں تھے ۔ اس لئے حضرت اب ہروقت صدائے ''ارجعی'' کے منتظر رہنے لگے تھے ۔ چنانچہ ۲۰ ذی الحج ۶۶۷ھ شب جمعہ کو دفعۃً یہ وحشتناک خبر سنی گئی ۔ کہ حضرت غوث العلمین زکریا ملتانی کے خلیفۂ مجاز اور سندھ کے والی شیخ موسیٰ نوابؒ رفیق اعلیٰ کو لبیک کہہ گئے ۔ ہزاروں آدمیوں نے نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد شریعت اور طریقت کے اس بہت بڑے علمبردار کو ہمیشہ کے لئے سرواهی کی خاک پاک میں دفن کر دیا ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

Marfat.com

نواب الاولیاء کے خلفاء

حضرت نواب الاولیاء کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ لیکن انہوں نے اپنے بعد ایسے با کمال خلفاء چھوڑے کہ جن کی تبلیغی سرگرمیوں سے حضرت کا چار دانگ عالم میں نام روشن ہو گیا۔ ان میں میاں جیاؒ کا نام زیادہ مشہور ہے۔ جب حضرت کا وصال ہونے لگا۔ تو آپ نے میاں جیاؒ کے لئے خاص طور پر دعا فرمائی۔ اور ارشاد کیا کہ اگر تم نے لنگر جاری رکھا۔ تو ہمیشہ آسودہ حال رہو گے۔ چنانچہ حضرت نواب الاولیاء کے وصال کے تھوڑا عرصہ بعد سندھ کی حکومت نے آپ کو جیسلمیر کی جاگیر کے عوض سرواھی کے مضافات میں بہت بڑی جاگیر مرحمت کی۔ یہ دیہات اب بھونگ اور راجن پور کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔ اور اس وقت میاں جیاؒ کی اولاد کے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔

حضرت نواب الاولیاء کے دوسرے خلیفہ حضرت شیخ احمدؒ تھے۔ یہ میاں جیاؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کی اولاد میں بڑے بڑے علماء اور مشائخ پیدا ہوئے یعنی حضرت خضر سلطانؒ، ہوندہ سلطانؒ دائم سلطانؒ۔ ان کے مزارات چیچڑا شریف عرف بگا شیر میں واقع ہیں۔ انکی اولاد میں حضرت محمد حسین صاحب شہید کا بڑا مرتبہ ہے۔ آپ ''حضوری'' تھے۔ اور حضور سرور کائنات فخر موجودات کے ساتھ آپ کا براہ راست باطنی رابطہ قائم تھا۔

حضرت شہید علیہ الرحمۃ کی ذریات میں میاں محمد مستقیمؒ خاص مقام رکھتے ہیں۔ بگا شیر آپ کا ہی لقب ہے۔ جس گاؤں میں آپ محو خواب ہیں وہ بھی بگا شیر کہلاتا ہے۔

انڈھروں میں حضرت مولانا محمد جامیؒ بہت بڑی عظمت کے مالک تھے۔ ایک دفعہ مریدوں میں تبلیغی دورہ کر رہے تھے۔ کہ انہیں یہ اطلاع پہنچی کہ حضرت نواب الاولیاء کا چوبی کٹھرہ چراغ کی لو لگنے سے

Marfat.com

جل گیا ہے۔ اسی حالت میں سرواھی کو روانہ ہوئے۔ یہاں آکر مقبرہ اور کٹہرہ کی حالت دیکھی تو وفور غم سے آنسو نکل آئے۔ فرمایا۔

"میرے مرشد کو یہ بے زیب کٹہرہ اور مقبرہ پسند نہیں تھا۔ اس لئے جلال نظر نے اسے خاکستر بنا دیا۔ سگ در "جامی" کو نوازنا مقصود تھا۔ کہ چراغ کی لو ایک بہانہ بن گئی۔ ورنہ آگ کو کیا مقدور ہے کہ شیخ کے کٹہرہ کو زخم تک پہنچا سکے۔"

یہ کہہ کر اٹھے۔ اور اپنے ہمراہی مریدوں کی مدد سے روضہ کی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ سندھ کے نامور کاریگروں اور معماروں کو بلایا گیا۔ اور اس قدر احترام و ادب کے ساتھ کام جاری ہوا۔ کہ ایک ایک اینٹ کے ساتھ صلواۃ و سلام کا نعرہ بلند ہوتا تھا۔ اور مصالحہ میں پانی کی جگہ دھی ڈالی گئی چھ ماہ تک برابر یہ کام جاری رہا۔ اور مولانا جامیؒ خود مزدوروں کے ساتھ مل کر پتھر اور گارا اٹھاتے رہے۔ جب روضہ بن گیا۔ تو رات کو خواب میں حضرت نواب الاولیاءؒ نے فرمایا "اے جامی! تو نے ہمارے لئے روضہ تعمیر کرایا ہے۔ ہم نے تیرے نام کا "قبّہ" منظور کیا۔" چنانچہ آج تک ضلع سکھر میں "قبّہ جامیؒ" کے نام سے نہ صرف مولانا کا مقبرہ موجود ہے۔ بلکہ گاؤں بھی "قبّہ جامیؒ" کہلاتا ہے۔ مولانا جامیؒ کے خلفاء میں استاذالعلماء مولانا محمد ابراھیمؒ صاحب سرحدی، میاں محکم الدینؒ صاحب سیرانی میاں محمد جمال الدینؒ صاحب، مولانا شمس الدین صاحبؒ اور مولانا محمد ابوبکرؒ صاحب خاص شہرت رکھتے ہیں۔ مؤخرالذکر اپنے زمانہ کے بایزیدؒ تھے۔ تبّحر علمی کا یہ عالم تھا۔ کہ بڑے بڑے علماء اور مشائخ آپکے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے میں سعادت دارین تصور کرتے تھے۔ آپ کی زندگی اخیر تک زاھدانہ رہی۔ اسیطرح مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

بھی عارف کامل تھے۔ انہوں نے اپنے علم و عمل سے جنیدؒ و شبلیؒ کی یاد تازہ کر دی تھی - ان کے مقابر "قبّہ جامیؒ" میں موجود ہیں۔ مولوی محمدابراھیمؒ صاحب سرحدی کے شاگردوں میں مولانا نذرمحمدصاحبؒ انڈھر کا خاص مقام تھا - آپ کا حال ھی میں انتقال ھؤا ھے۔ آپ فارغ التحضیل عالم اور عارف کامل تھے۔ آپ کے زمانہ میں بھونگ کی علمی دنیا کو چار چاند لگ گئے تھے - مولانا عبدالرزاق صاحب ڈھر (موجودہ خطیب و امام مسجد بھونگ) اور رئیس غازی محمد خان صاحبؒ کو آپ کے تلمیذ خاص ہونے کا شرف حاصل ھے - بلا شبہ جس مقصد کو حضرت نواب الاولیاء لے کر سرواھی میں وارد ھوئے تھے - انڈھر علماء اور مشائخ نے اپنے اپنے دور میں اسے نہایت عمدگی سے انجام دیا - اسی طرح بھارہ اقوام سے سلطان الاولیاء پیر مبارکؒ بھارہ نے حضرت نواب الاولیاء سے اکتساب فیض کیا - پھر ان سے ھزاروں گمراھوں نے ھدایت پائی - بہاول پور اور سندھ کے چپّہ چپّہ پر موسوی خدام کے مقابر اور قبے ملتے ھیں - صدھا سال گذر جانے کے باوجود آج بھی یہ درگاھیں فیوض و برکات اور رشد و ھدایت کا سر چشمہ بنی ھوئی ھیں۔ چنانچہ میر حسان الحیدری خان صاحب چانڈیو اپنی مثنوی "اعجاز مسیحا" میں ایک جگہ سرواھی اور اس کے مضافات کی سر زمین کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ھیں ؎

اے دیارِ اولیاء فخرالبلاد ۔ سیوزاھی خطۂ مینو سواد
عرصۂ تو مہبط افرشتگاں ۔ کاملانِ عصر در خاکت نہاں
آں یکے فخرِ جہاں عالیجناب ۔ پیشوائے اولیاء موسیٰ نوابؒ
خاک سندھ از نور او تابندہ شد ۔ مردہ دلہا از قم او زندہ شد
بوئے عشق از خاک او آید ہنوز ۔ آتش شوق حق افزاید ہنوز
مے دمد از تربتش رحمت ہنوز ۔ مے تراود از درش ھیبت ہنوز
لرزہ بر اندام از وے راجگاں ۔ سر نہادہ بر در او خواجگاں
حکمرانی کرد بے تیغ و سپہ ۔ بود یکساں پیش او سرخ و سیہ

Marfat.com

اسوۂ او رہنمائے مصلحان
رونق بازار عرفان تیز ازو
وآن مبارک بھارۂ بحرالعلوم
کاروان سالار تبلیغ و ہدیٰ
مستقیم و محکم و جامئی سندھ
خانۂ شان مرکز عرفان بد

زندہ باشد نام موسیٰ جاودان
سیوراھی ھمسر تبریز ازو
آن مثیل حضرت مولائے روم
طالبان ذات حق را رہنما
سر گروہ اصفیاء نامئی سندھ
زندہ زیشان سنت و قرآن بد

اھلِ عرفان چہ کہین و چہ مہین
رحمۃ اللہ علیھم اجمعین

رئیس غازی محمدخان صاحب انڈھر

اسی کتاب کے گذشتہ اوراق میں میاں جیاؒ کا حال درج ہو چکا ہے لیکن ابھی ان کی اولاد کا ذکر کرنا باقی ہے - میاں جیاؒ حضرت نواب الاولیاء کے پیارے مرید اور خلیفہ تھے ان کی اولاد میں رئیس محمد خوشحال صاحب رئیس برخوردار صاحب - رئیس غلام محمد صاحب - رئیس ہوت صاحب - رئیس ولی محمد صاحب اور رئیس سردار محمد صاحب زیادہ مشہور ھیں - انہوں نے اپنے زمانے میں لنگر جاری رکھا - اور حضرت نواب الاولیاء کی غلامی پر فخر کرتے رہے - انڈھر قوم کے موجودہ سردار رئیس غازی محمد خان صاحب ھیں - ان کی عمر اس وقت تقریباً ۶۰ برس ہے - انہیں قدرت کی طرف سے تعمیراتی ذوق بڑی فیاضی سے نصیب ہوا ہے انہیں بالعموم مساجد بنانے کا زیادہ شوق ہے - حال ھی میں آپ نے قطب الاقطاب رکن الدین والعالم قدس سرہ کے آستان پر عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی ہے - صادق آباد اور بہاول پور کے علاوہ بھونگ میں بھی آپ نے چالیس ہزار روپے کے مصارف سے روغنی ٹائیلوں کی حسین و جمیل مسجد تعمیر کرائی تھی لیکن اب اسے گرا کر دوبارہ بنوا رہے ھیں - تقریباً تین لاکھ روپے خرچ آ چکے ھیں چار لاکھ ابھی اور صرف ھونگے - اگر یہ مسجد رئیس صاحب کی زندگی میں تیار ھو گئی - تو اپنی نفاست اور خوبصورتی کے لحاظ سے پورے

Marfat.com

پاکستان میں لاجواب خیال کی جائے گی۔ اسکی چھت پر شیشہ بندی ہو چکی ہے۔ حاشیہ سفید سنگ مرمر کا ہے۔ محراب کے بازو سبز پتھر کے ہیں۔ دیواروں پر روغنی ٹائیلوں کا کام ہو رہا ہے۔ مسجد کی کرسی کافی اونچی ہے۔ ماذنہ خوبصورت اور بلند ہے۔ اور اس پر ملتانی روغنی اینٹوں کا کام ہوا ہے۔ وضو کا تالاب مسقف ہے۔ طلباء اور مسافروں کے لئے کھلے ہوا دار کمرے بنے ہوئے ہیں۔ دیہات میں ہونے کے باوجود مسجد میں بجلی سے روشنی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک لاکھ روپیہ حضرت نواب الاولیاء کے مقبرہ پر صرف کر دیا ہے۔ مقبرہ کے اندرونی حصہ میں ولایتی روغنی ٹائیلیں لگی ہیں۔ کٹہرہ سنگ مرمر کا ہے۔ اس کے مرغول بہت خوبصورت ہیں۔ اسی طرح لاکھوں روپے اس سلسلے میں خرچ ہوتے رہتے ہیں۔ اور میرا یقین ہے۔ کہ جب تک یہ رئیس زندہ ہے۔ تعمیرات کی مد میں اسی طرح روپیہ پیسہ خرچ ہوتا رہے گا۔

رئیس غازی محمد خان صاحب کی طرح انکی اولاد بھی اولیائے کرام سے گہری عقیدت رکھتی ہے۔ ۶ اگست ۱۹۵۷ء کو جب کراچی میں مجھے رئیس صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا، ان کے دو بڑے صاحبزادے الحاج رئیس شبیر احمد خان صاحب اور الحاج رئیس وزیر احمد خان صاحب بھی اس وقت ان کے پاس موجود تھے۔ اس کتاب کے چند مطبوعہ اجزا میرے ساتھ تھے۔ دونوں صاحبزادوں نے بڑے اشتیاق سے اس کے جستہ جستہ مقامات دیکھے اور پڑھے اور جب میں روانہ ہونے لگا۔ تو اخلاص و ارادت سے اس درویش کو سڑک تک چھوڑنے آئے۔ واہب العطایا نے ان بچوں کو فہم و فراست سے بہرۂ وافر عطا کیا ہے انہوں نے اپنے نامور باپ کے تمام کاروبار کو نہایت عمدگی سے سنبھال رکھا ہے۔ بھونگ اسٹیٹ کے علاوہ متعدّد کارخانے، کاٹن اکسپورٹ امپورٹ کے تمام امور ان کے تدبّر اور

Marfat.com

کاروباری تجربہ کے رہینِ منّت ہیں۔ رئیس غازی محمد خان صاحب کی دعوت پر ۱۷ فروری ۱۹۵۸ء کو جب میں بھونگ گیا۔ تو معراج شریف کی تقریب تھی۔ نوتعمیر جامع مسجد دلہن کی طرح آراستہ اور متلاشیان حق سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ اس دفعہ خاکسار کو رئیس غازی محمد خان صاحب اور ان کے صاحبزادے رئیس شبیر احمد خان صاحب کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ سب سے زیادہ مجھے ان باپ بیٹوں کی جس چیز نے متاثر کیا وہ انکی غیر معمولی سادگی ہے۔ اس درویش کو نہایت عالی شان اور پر تکلف بنگلے میں ٹھہرایا گیا۔ رئیس شبیر احمد خان صاحب میزبانی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ کھانے کے کمرے میں، مجلس وعظ میں، برابر ہمارے ساتھ رہے۔ ان کے ساتھ رئیس صاحب کے پختہ کار اور صوفی مذاق مینیجر حاجی عبدالواحد صاحب بھی سرگرم کار تھے۔ جب تک مضافات سے آئے ہوئے مہانوں اور درویشوں کو کھانا تقسیم نہ ہو گیا۔ انہوں نے اپنے منہ میں لقمہ نہ ڈالا۔

- رئیس غازی محمد خان صاحب کے چھ صاحبزادے ہیں۔ رئیس بشیر احمد خان صاحب جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ رئیس پیر محمد خان صاحب، رئیس وزیر احمد خان صاحب یہ دونوں بھائی بیرسٹری کی تعلیم کے لئے ولایت گئے ہوئے ہیں۔ رئیس حبیب احمد خان صاحب، رئیس محبوب احمد خان صاحب، رئیس مطلوب احمد خان صاحب، یہ ابھی کمسن ہیں اور ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ دعا ہے کہ نواب الاولیاؒ کے ارادتمندوں کا یہ گھرانہ سدا بہار پھول کی طرح ہمیشہ شگفتہ اور آباد ہے ؎

یا رب نگاہ بد سے چمن کو بچائیو!
بلبل بہت ہے دیکھ کے پھولوں کو باغ باغ

Marfat.com

سیدالسادات اُچ کو چلے

سید السادات جلال بخاری حضرت غوث العلمین کے خلیفۂ اعظم اور معتقد علیہ تھے۔ تیس برس کامل انہوں نے شیخ کی صحبت میں بسر کئے اور جب مرشد رفیق اعلیٰ کو لبیک کہ گئے تو پھر بھی آستان غوثیہ کو نہ چھوڑا*۔ مسجد کے قریب ایک حجرہ میں معتکف ہو کر اللہ اللہ کرتے رہے۔ حضرت مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں۔ کہ ''میرے دادا کے ہاں لکڑی کا ایک پیالہ تھا۔ جب حضرت مخدوم حجرے کے اندر ذکر میں مصروف ہوتے تو وہ پیالہ بھی آپ کے ساتھ ذکر کرتا ایک دفعہ کسی شخص نے شیخ الاسلام عارفؒ باللہ سے پوچھا۔ کہ حجرے میں سید کے سوا اور کوئی نہیں۔ لیکن آواز سے یوں معلوم ہوتا ہے۔ گویا دو آدمی ذکر کر رہے ہیں''۔

آپ نے فرمایا پیالہ ان کی موافقت کرتا ہے اس کے بعد حضرت مخدوم جہانیاں نے متبسم ہو کر فرمایا۔ کہ ''یہ پیالہ اب تک بطور تبرک ہمارے پاس محفوظ چلا آتا ہے''۔

---

* حضرت غوث العلمین(رح) کی سیرت مرتب کرتے وقت ملفوظ المخدوم کی روایت مجھ تک نہیں پہنچی تھی صحیح یہ ہے جو حضرت مخدوم(رح) نے بیان فرمایا ہے ارشاد کرتے ہیں کہ سید جلال کو حضرت غوث العلمین نے تیس برس اپنی صحبت میں رکھا۔ بعد وفات شیخ کے حضرت عارف باللہ نے بھی کچھ عرصہ اپنے پاس رکھا پھر اچ جانے کی اجازت دی۔ (ملفوظ المخدوم صفحہ ۲۶۸)

Marfat.com

مظہر جلالی میں اس سے بھی دلچسپ روایت ملتی ہے لکھا ہے ۔ کہ

"ایک دن سید جلال بخاریؒ حجرہ میں تشریف فرما نہیں تھے ۔ دروازہ باہر سے بند تھا مسجد غوثیہ نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی ۔ دفعۃً حجرہ سے نفی اثبات کے ذکر کی آواز سنائی دینے لگی ۔ حاضرین نے شیخ العارف سے سوال کیا ۔ کہ حضرت ا سید کی عدم موجودگی میں حجرہ کے اندر ذکر کرنے والا اور کون شخص ہو سکتا ہے!"
شیخ العارف نے فرمایا ۔

یہ سیّد السّادات کے پانی پینے کا پیالہ ہے ۔ جو ہمیشہ ذکر میں مصروف رہتا ہے" *

جس صاحب کمال کے برتنوں کی بابت بھی لوگوں کا یہ عقیدہ ہو کہ وہ ذکر کرتے ہیں ۔ آن کے اپنے علوئے مرتبہ کا کیا کہنا ! اس زمانے میں اچ کا خطہ بڑی اہمیت رکھتا تھا ۔

---

* روزے سید جلال الدین بخاری رونق افزائے حجرہ شریف نبود و در حجرہ مسدود بود ۔ لیکن از اندرونِ حجرہ آواز ذکر نفی اثبات بگوش حاضرین مسجد مے آمد حاضرین از شیخ عارف سوال کردند کہ یا حضرت باوجود عدم موجودگی حضرتِ سیّد شخصے دیگر اندرون حجرہ کیست کہ صدائے ذکر آں بگوش ما مے آید؟ فرمود کہ ایں کاسۂ آبنوشی حضرتِ سید است کہ مدام ذاکر مے باشد ۔
(خزینۃالاصفیا بحوالہ مظہر جلالی صفحہ ۳۷)

سندھ اور پنجاب کے درمیان واقع ہونے کے سبب اکثر صوبیدار یہیں رہا کرتے تھے - ڈیراور ، بھاگلہ ، جیسلمیر کے قلعے راجپوتوں کے قبضے میں تھے ، اور اُن کا رویّہ مسلمانوں سے متشدّانہ تھا - اچ میں اگرچہ گازرونیوں اور شیخ جمال خنداں روؒ کی خانقاہیں موجود تھیں - لیکن اس کے باوجود تبلیغی مرکز قائم کرنے کے لئے ''مردِ آھن'' کی ضرورت تھی - شیخ العارفؒ نے دیکھا کہ اس مقصد کو صرف سیدالسادات کی ذات ھی پورا کر سکتی ھے - تو انہوں نے اُن کو اچ تشریف لے جانے کی اجازت دی* - یہ ملتان سے بڑی شان کے ساتھ روانہ ہوئے - اچ میں پہنچ کر محلہ بخاریاں** کی بنیاد رکھی - اور اپنے بے پناہ اثر و نفوذ کی بدولت بہت جلد وھاں کے بلند و پست پر چھا گئے - شیخ محمد اکرام اپنی تازہ ترین تصنیف آب کوثر میں بحوالہ بہاول پور گزٹیر لکھتے ھیں کہ ''آپ (سید جلالؒ) ترک سکونت کرکے ١٢٤٤ء میں اچ آئے - اُس زمانے میں اچ کو دیو گڑھ کہتے تھے - اور یہاں ھندوؤں کی اکثریت تھی - آپ کے آنے سے اسلام کو رونق ھوئی - راجہ نے آپ کی مخالفت کی - لیکن بالآخر اُسے اپنی ریاست سے ھاتھ دھونے پڑے اور یہ شہر اشاعت اسلام کا ایک بڑا مرکز بن گیا -''

چند وجوہ کی بنا پر شیخ محمد اکرام کا یہ بیان صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا - آپ کا دعویٰ ھے کہ سید جلال ١٢٤٤ میں

---

* ملفوظ المخدوم صفحہ ٦٨ -

** آبِ کوثر صفحہ ٣٠٩ -

اُچ تشریف لائے۔ لیکن سید جلالؒ کے نامور پوتے مخدوم جہانیاںؒ فرماتے ھیں ۔ کہ میرے دادا شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ ملتانیؒ قدّس سرہ کے وصال سے کافی عرصہ بعد ملتان سے اُچ کو روانہ ھوئے تھے۔ شیخ الاسلام زکریا ملتانیؒ بقول شیخ محمد اکرام ۱۲۶۴ء میں فوت ھوئے ۔ کچھ عرصہ کو چھ سات برس پر محمول کر لیں ۔ تو سید جلالؒ کی اُچ میں آمد لامحالہ ۱۲۷۰ھ میں ھی تسلیم کرنا پڑیگی ۔

اکرام صاحب کا دوسرا دعویٰ یہ ھے ۔ کہ ۱۲۴۴ء میں اُچ پر ایک ھندو راجہ راج کرتا تھا ۔ اُس شہر کا نام دیو گڑھ تھا ۔ راجے نے سید جلالؒ کی مخالفت کی ۔ اور منہ کی کھائی ۔ افسوس ھے کہ یہ بیان بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ تمام مؤرخین کا اس امر پر اتفاق ھے ۔ کہ ۱۱۷۵ء میں سلطان محمّد غوری کے لشکر نے اُچ کو فتح کر لیا تھا ۱۲۱۰ء میں قباچہ نے اسے پایۂ تخت بنایا ۔ اور ۱۲۲۸ء تک یہ شہر اسکے قبضے میں رہا ۔ اس کے بعد سلطان شمس الدین التمش کے تصرّف میں آ گیا ۔ قباچہ سے ٹکر لینے کے لئے خود سلطان المعظم اُچ تک تشریف لائے تھے اور فتح کرنے کے بعد یہ علاقہ نظام الملک جنیدی کی تحویل میں دے کر چلے گئے ۔ خدا معلوم ۱۲۴۴ء میں راجہ کہاں سے آ دھمکا ۔ کہ نہ صرف بہاولپور گزٹیر نے اسے صحیح مان لیا ۔ بلکہ اکرام صاحب نے بھی اسکی توثیق کر دی ۔ بھر حال امر واقع یہ ھے کہ مخدوم سید جلال بخاریؒ کی تشریف آوری کے وقت یہ شہر اسلامی سلطنت

Marfat.com

کا ایک اہم مقام تھا - آپ کے دم قدم سے اسلام کو رونق ضرور ہوئی - مگر کسی راجہ وغیرہ سے تصادم کا قصّہ غلط ہے -

ملفوظالمخدوم کے صفحہ ٥ پر حضرت مخدوم جہانیاںؒ پھر فرماتے ہیں - کہ

"سید جلال ؒ حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی کے خلیفہ تھے - انہوں نے خطۂ اُچ میں سکونت اختیار کی - اور متاھل ہوئے - ان کے تین لڑکے پیدا ہوئے ایک سید احمد کبیر اور دوسرے بہاءالدین تیسرے سید محمد" -

مفتی غلام سرور لاھوری لکھتے ہیں - کہ یہ حضرت کی وہ اولاد ہے - جو بی‌بی فاطمہ اور بی‌بی زھرا کے بطن عفت سے تولد ہوئی تھی لیکن دو صاحبزادے سید علی اور سید جعفر شاہ بخارا کی شہزادی سے بخارا میں پیدا ہو چکے تھے - یہ دونوں صاحبزادے حضرت کے ساتھ ملتان تک آئے - کافی عرصہ آپ کے ھاں مقیم رہے - پھر بخارا واپس چلے گئے - مفتی صاحب ان پانچوں صاحبزادوں کا ذکر کرتے ہوئے کیا ھی خوب لکھتے ہیں - کہ یہ پانچوں فرزند ارجمند پانچ بناء اسلام کی طرح ولایت، شرافت، اور خوارق میں خاص شہرت رکھتے تھے *

* این پنج فرزند چوں پنج بناء اسلام در ولایت و شرافت و خوارق اشتہار داشتند - (خزینۃ الاصفیاء)

Marfat.com

سید جلالؒ کا عتاب تغلق درویش پر

شیخ جمال الدین محدّث آچی لکھتے ہیں - کہ حضرت کے زمانے میں تغلق نامی ایک درویش آچ میں وارد ہوا - جو ظاہری باطنی تصرّفات کی طاقت رکھتا تھا - راستے میں جو درویش ملاقی ہوا - اسکی درویشی سلب کر لی - جب آچ میں داخل ہؤا - تو اس نے خادم کو سید جلال الدین کی خدمت میں بھیجا - وہ مسجد میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا - کہ حضرت حجرہ کے اندر مصروف عبادت ہیں - آپ کو دیکھ کر اتنا مرعوب ہوا - کہ عرض حال نہ کر سکا - واپس آ کر شیخ تغلق سے امر واقع بیان کیا - تغلق خود سوار ہو کر مسجد کے دروازے پر پہنچا - اور آپ پر تصرّف کرنے میں کوشاں ہؤا - مگر کامیاب نہ ہو سکا - تھک ہار کر بولا - کہ یہ سیّد کامل اور اکمل ولی ہے - لیکن افسوس ہے کہ متاہل ہے اس سے کثیر اولاد پیدا ہوگی - یہانتک کہ دنیا اسکی اولاد سے بھر جائیگی - اور اس میں سے بہت سے سیہ کار اور گناہ گار ہونگے - اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر شادی نہ کرتے تو کیا ہی اچھا ہوتا -

اتفاق سے تغلق کی آواز حضرت کے کانوں تک جا پہنچی - آپ برہم ہو کر حجرہ سے نکلے - غیظ و غضب سے جو نظر فرمائی تغلق آتش جلال سے جل بھُن کر بھسم ہو گیا - لوگوں نے دفن کرنا چاہا - مگر زمین نے قبول نہ کیا - سات دن تک اسکی لاش قبر سے باہر پڑی رہی - انجام کار شیخ جمال خنداں رُو نے سفارش کی - جس پر حضرت نے دفن کرنے کی اجازت دے دی - اور سوختۂ جلال کو بڑی مشکل سے سپرد خاک کیا گیا -

Marfat.com

چنن پیر

حضرت کے زمانے میں جیسلمیر کی ریاست ڈیراور تک پھیلی ہوئی تھی - دریا اس ملک میں سے ہو کر گذرتا تھا - اسلئے یہ علاقہ نہایت سر سبز اور شاداب تھا - اتفاق سے حضرت کا گذر اِس مقام سے ہؤا - آپ نے دریافت فرمایا - کہ یہاں کوئی مسلمان ہے ؟ جب اس سوال کا جواب نفی میں ملا - تو آپ نے یہ معلوم کر کے کہ راجہ کی بیوی حاملہ ہے - دعا کی اور فرمایا کہ راجہ کے گھر میں ہونے والا بچّہ مسلمان اور ولی اللہ ہوگا - راجہ نے اس خبر کو سن کر بڑا افسوس کیا - اور جب بچّہ پیدا ہوا تو اسے ڈیراور کے قریب اس ٹیلہ پر پھینکوا دیا - جب ملازم شاہی واپس لوٹنے لگے - تو کیا دیکھتے ہیں - کہ بچّہ صندل کے خوبصورت گہوارے میں پڑا انگوٹھا چوس رہا ہے راجہ کو اطلاع ملی - تو وہ رانی سمیت بچے کو دیکھنے آئے - جس ٹیلے پر انہوں نے قیام کیا تھا - وہ راجہ کے نام کی رعایت سے سدھیرن بھٹ کہلایا - والدین نے بچے کا نام سدھو رکھا تھا - لیکن عوام میں چنن پیر کے نام سے مشہور ہؤا -

راجہ نے اس جگہ راجکمار سدھو کی رھائش کیلئے ایک محل تعمیر کرا دیا - اور پرورش کے لئے کئی ملازم متعین کئے - جوان ہونے پر راجکمار اسلام کے زبردست داعی ثابت ہوئے اس مقصد کیلئے انہوں نے دُور دراز کی مسافتیں طے کیں - کئی مقامات پر اب تک ان کی تبلیغی مجالس کی یاد تازہ کرنے کے لئے بیٹھکیں موجود ہیں - ایک بیٹھک چنن پیر کے نام سے کہروڑ پکا (ضلع

Marfat.com

ملتان) میں بھی ملتی ہے ۔ جہاں موسم بہار میں زائرین کی آمد و شد سے بڑی رونق رہتی ہے ۔ راجکمار سدھو عمر بھر مجرد رہے ۔ لیکن اس کے بھائی میہن سے جو ان کے بعد جانشین ہوئے تھے ۔ بڑی اولاد ہوئی ۔ چنانچہ اس خاندان کے بعض قبائل لودھراں اور شجاع آباد کی تحصیلوں میں اب تک آباد ہیں ۔ حضرت سید جلالؒ کے دست حق پرست پر راجپوتوں کے متعدد قبائل مسلمان ہوئے ۔ راجہ گھلو کو بھی آپ نے مسلمان کیا تھا ۔ جس کی اولاد ٹھٹھ گھلواں ۔ اوباوڑہ ۔ چھنڈہ میانی ۔ بیٹوواھی ۔ چوٹالہ ۔ خانواہ ۔ سلک پور۔ صبرا ۔ کرم علی والا اور سعداللہ پور وغیرہ (ضلع ملتان) کے مواضعات میں پھیلی ہوئی ہے ۔ اور اعلیٰ ملکیت کی مالک ہے ۔ سیال بھی آپ کے دست مبارک پر مشرف با سلام ہوئے ۔ جھنگ سیال آپ کا ہی آباد کیا ہؤا ہے ۔ آپ کے مرشد طریقت حضرت غوث العالمین اور ان کے صاحبزادوں سے اتنی عقیدت تھی ۔ کہ جب کسی کو مرید کرتے تو یہی فرماتے کہ تم مرید تو شیخ کبیرؒ کے ہو ۔ میں صرف وکیل ہوں ۔ کہ تم میری وساطت سے اس ذات بابرکات کا دامن تھام رہے ہو ۔ خلفاء میں خواجہ اختیارالدین اور آپ کے صاحبزادے سید احمد کبیرؒ کا نام ملتا ہے ۔

۷۸۵ھ میں بعمر ۹۵ سال حضرت نے عالم آخرت کا سفر اختیار فرمایا ۔ مزار پُر انوار اُچ میں ہے ۔ اور دروازے پر یہ تاریخ درج ہے ۔

تاریک گشت جملہ جہاں بے جلال شاہ
تاریخ بود هفت صد وهشتاد و پنج سال

خلفائے جلالیہ

سید احمد کبیر بخاری سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سیّدالسّادات کے فرزند ارجمند اور خلیفۂ اعظم تھے - والد ماجد کے وصال پر مسند ارشاد کے مالک بنے - آپ پر ہر وقت استغراق کا عالم طاری رهتا تها - جب نماز کے لئے مصلیٰ پر کھڑے ہوتے تو خوف الٰہی سے آپ ایک دلدوز نعرہ لگاتے اور زار زار روتے تھے - آپ کی اس محویّت کا کشف کے ذریعے سیّدالسّادات کو علم ہو چکا تھا - انہوں نے شیخ جمال خنداں رو رح کے ذمہ لگایا تھا - کہ وہ اِنکی حفاظت کریں - انہوں نے جس ذمہ داری سے اس اہم فریضہ کو انجام دیا - وہ مخدوم جہانیاں جہان گشت بخاری قدس سرّہ کے اپنے الفاظ میں ہی سنئے - فرماتے ہیں کہ :-

"جب میں نے غوث العلمین زکریا ملتانی رح" کی درسگاہ میں "ہدایہ" اور "بزودی" کو ختم کر لیا - تو حضرت قطب الاقطاب رکن الدین قدس سرہ نے فرمایا - "جلال بیٹا ! اب تم گھر جاؤ - اپنے والد کو سلام کے بعد کہنا کہ جمال الدین کی رعایت ملحوظ رکھیں - کیونکہ اگر وہ اِن کی حفاظت نہ کرتے - تو آپ کے والد وفورِ شوق سے مجذوب ہو جاتے"

پھر فرماتے ہیں :-

" واقعی میرے والد ہر وقت عشقِ الٰہی میں سر شار

Marfat.com

رہتے تھے ۔ ان کے شوق کا یہ عالم تھا ۔ کہ جب وہ فرض اور نفل کے لئے مصلٰی پر کھڑے ہوتے ۔ تو نعرہ مارتے اور زار زار روتے تھے "۔

اس کے بعد فرمایا کہ :۔

"میں کشتی کے ذریعے اچ پہنچا ۔ اور حضرت والد ماجد کی خدمت میں قطب الاقطاب کا سلام پہنچایا اور پیغام عرض کیا ۔ حضرت مخدوم یہ سنتے ہی کھڑے ہو گئے ۔ اور اسی وقت مجھے ہمراہ لے کر شیخ جمال الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ قبل اس کے کہ وہ سنبھلتے حضرت والد ان کے قدموں میں گر گئے ۔

شیخ نے لپک کر حضرت کو تھاما اور کلیجے سے لگا کر فرمایا :۔

" اے مخدوم زادے ! جب تم پیدا ہوئے تو آپ کے والد سید جلال بخاریؒ آپ کو اس درویش کے پاس لے آئے ۔ اور فرمایا برادرم جمال الدین ! یہ میرا فرزند ہر وقت عشق الٰہی میں سرشار رہے گا ۔ اسکی حفاظت کرنا ۔ چنانچہ میں وہ رعایت ملحوظ رکھتا ہوں ۔ اور ان کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کو وفا کرتا ہوں ۔"

حضرت مخدوم جہانیاںؒ فرماتے ہیں ۔ کہ اس واقعہ کے بعد میرے والد ماجد شیخ جمال الدین کے ہاں کثرت سے آیا جایا

Marfat.com

کرتے تھے*۔

حضرت سید احمد کبیرؒ کے بیشمار مرید تھے۔ اور ان میں ہزاروں قطب اور ابدال تھے۔ خلفاء میں شیخ جلال سلہٹیؒ کا نام زیادہ مشہور ہے۔ یہ حضرت سید السّادات کے نواسے اور سید احمد کبیرؒ کے بھانجے تھے۔ آپ ابھی تین ماہ کے ہی تھے۔ کہ آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ باپ ایک لڑائی میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے** اور سید السّادات نے آپ کو اپنی تربیت میں لے لیا جب وہ عالم قدس کو تشریف لے گئے۔ تو سید احمد کبیرؒ نے ان پر اپنی شفقت کا سایہ ڈالا۔

شیخ جلال مجرد سلہٹیؒ

شیخ جلال نے تیس سال تک اپنے ماموں اور مرشد کی ہدایت کے بموجب غار میں عبادت کی۔ جب آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ تو عرض کی:۔

> ”پیر و مرشد! میری دلی آرزو ہے کہ جس طرح حضور کی راہنمائی کی بدولت جہاد اکبر میں کامیابی حاصل کی ہے اسی طرح حضور کی کام بخش ہمت کے طفیل جہاد اصغر میں بھی سر بلندی حاصل کروں۔ اور جو مقام دارالحرب ہو وہاں فی سبیل اللہ

* ملفوظ المخدوم صفحہ ۱۰۰۔

** سہیلِ یمن۔ (اگرچہ اس کے بعض مندرجات اعتماد کے لائق نہیں ہیں۔ لیکن جن کی تصدیق دوسرے اسناد سے ہو سکی ہے وہ ہم نے قبول کر لئے ہیں)۔

تیغ زنی کرتے ہوئے محبوب حقیقی سے جا ملوں،،

حضرت سید احمد کبیر ؒ اپنے عزیز ترین بھانجے اور نامور مرید کی اس جرأت و جسارت پر بہت خوش ہوئے ۔ اپنے مریدوں کو اطلاعات بھجوائیں کہ جسے فی‌سبیل‌اللہ شمشیر زنی کا شوق ہو ۔ سید جلال کا ساتھ دینے کے لئے ایک ہفتہ کے اندر آج پہنچ جائے وہ پاک زمانہ تھا ۔ لوگوں کو دنیا کے مقابلے میں آخرت سے زیادہ لگاؤ تھا ۔ اس خبر کا نشر ہونا تھا کہ ہر طرف سے مردان خدا تلواریں سونت اور کفن سر سے باندھ پیر روشن ضمیر کی خدمت میں آ حاضر ہوئے ۔ آپ نے اس جم غفیر سے سات سو ایسے درویش منتخب کئے ۔ جو سید جلال کی طرح سلوک و معرفت کی تمام منزلیں طے کر چکے تھے ۔ کئی ان میں قطب تھے، کئی ابدال اور کئی اوتاد ۔ حضرت جلال ؒ نے ان سات سو خدا رسیدہ سپاهیوں کے ساز و سامان اور آلات حرب کا جائیزہ لیا ۔ تو یہ دیکھ کر انکی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ بہت سے مجاهدین زاد سفر تو بجائے خود رہا تیر و تبر اور تلوار تک سے محروم ہیں گویا ؎

کافر ہو تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاهی

چونکہ وہ انتخاب میں آ چکے تھے ۔ اور پیر روشن ضمیر نے حربی صلاحیتوں کے پیش نظر انہیں انتخاب میں لے لیا تھا ۔ اس لئے جلالی توشہ خانہ سے ان کے سامان کی تکمیل کر کے نا معلوم مہم پر روانہ ہونے کے لئے تیار ہو گئے ۔ حضرت سید احمد کبیر

مجاہدین کو خدا حافظ کہنے کے لئے محل سے بر آمد ہوئے ۔ سید جلال ؒ کو قریب بلا کر مٹھی بھر مٹی مرحمت کی اور فرمایا کہ خدا کی زمین فراخ ہے ملک ملک کی سیر کرو ۔ اور بلا ضرورت تلوار کو استعمال نہ کرو ۔ جہاں اس رنگ و بو کی مٹی ملے ۔ وہاں اپنی سکونت کی طرح ڈال لو ۔ ان ارشادات کے بعد حضرت نے قدسی صفات لشکر کو دعائے نصرت کے ساتھ رخصت کیا ۔

سہروردی مجاہدین کی یہ فوج تسبیح و تہلیل کی فلک شگاف صداؤں میں سر زمین اُچ سے روانہ ہوئی ۔ راستے میں کئی مقامات پر طاغوتی قوتیں ٹکر لینے کو بڑھیں ۔ مگر بری طرح ناکام رہیں ۔ ہر جگہ ان مٹھی بھر درویشوں نے کفر و ضلالت کے قشون قاہرہ پر فتح پائی ۔ شیخ جلال ؒ کا یہ معمول تھا ۔ کہ جو شہر فتح ہوتا وہ مع مال غنیمت کسی رفیق کے حوالے کر دیتے اور خود مختصر آذوقہ کے ہمراہ آگے چل پڑتے الغرض دیس دیس کا پانی پیتے اور خلق خدا کو وعظ نصیحت کرتے یہ درویش دہلی پہنچے ۔ یہاں محبوب الہی نظام الدین اولیاء سے ملاقات ہوئی ۔ اور پھر انکی دعاؤں کے سایہ میں جونپور ہوتے ہوئے بنگال کی سر زمین میں جا داخل ہوئے ۔

سلہٹ کی پکار

ان دنوں سلہٹ میں جس کا اصلی نام سری ہٹ تھا ۔ ایک ظالم راجہ راج کرتا تھا ۔ اسکی عسکری طاقت بیحد مضبوط تھی ۔

Marfat.com

ایک لاکھ پیادہ اور کئی ہزار سوار کا لشکر جرار ہر وقت لڑنے مرنے پر آمادہ رھتا تھا ۔ مزید بر آں اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ بہت بڑا جادو گر ہے ۔ اور ہزاروں جن بھوت اس کے تابع ھیں ۔ اس لئے کسی کو اس پر حملہ کرنے کا حوصلہ نہیں پڑتا تھا ۔ اس ظلم و تشدّد کے باوجود اسکی ریاست میں چند مسلمان بھی آباد تھے ۔ جنکی حیثیت محض سبلّغین کی تھی ۔ ان میں سے ایک بزرگ برھان الدین کے گھر میں لڑکا پیدا ھؤا ۔ اس تقریب پر انہوں نے ایک گائے ذبح کی ۔ سوء اتفاق سے ایک چیل گوشت پر لپکی ۔ اور ایک ٹکڑا اٹھا کر لے گئی ۔ جو اس سے ایک برھمن کے گھر میں گر پڑا ۔ برھمن بڑا بگڑا اور راجہ کے پاس شکایت لے گیا ۔ اس نے حکم دیا ۔ کہ جس بچّے کی ولادت پر گائے ذبح کی گئی ھے ۔ اُسے تو قتل کر دیا جائے ۔ اور اسکے باپ کا ھاتھ کاٹ دیا جائے ۔ اس ظالمانہ حکم کی تعمیل کے لئے سرکاری کارندے برھان الدین کے گھر کی طرف لپکے ۔ برھان الدین بچارا رویا پیٹا ، چیخا چلایا مگر اِس کی شنوائی نہ ھوئی ۔ سپاھی مکان میں گھس گئے ۔ اور معصوم بچے کو جسے اس دنیا میں آنکھ کھولے ابھی چند دن ھی گذرے تھے ۔ زبردستی اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا ۔ جس سے وہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ھو گیا ۔ بچے کی ماں اس صدمے کی تاب نہ لا کر بیہوش ھو گئی ۔ اس کے بعد انہوں نے برھان الدین کو پکڑا اور اس کا ھاتھ کاٹ ڈالا ۔ جو مسلمان اس حادثۂ فاجعہ پر جمع ھو گئے تھے ۔ انہوں نے برھان الدین کو مشورہ دیا ۔ کہ تو شاہ بنگال کے پاس جا کر فریاد کر ۔ اُمید ھے وہ ھماری ضرور مدد

Marfat.com

کرے گا۔ برہان الدین بیوی کو دم دلاسہ دے کر ”گور“ کو روانہ ہوا۔ جو ان دنوں شاہان بنگالہ کا پایہ تخت تھا۔ سلطان شمس الدین فیروز شاہ نے بڑی ہمدردی اور دلسوزی سے برہان الدین کی آپ بیتی سنی۔ اور اپنے بہادر بھانجے سلطان سکندر کو اس مہم پر روانہ کیا۔

”سہیل یمن“ کا بیان ہے۔ کہ راجہ گوڑ گوبند* ایک بڑا جادوگر** تھا اس نے جنوں اور بھوتوں کا ایک لشکر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور مسلمان ہار گئے۔ سلطان سکندر نے اس شکست کی اطلاع سلطان فیروز شاہ کو بھیجی۔ اس نے اپنے معتمد مصاحب اور پختہ کار سپہ سالار ملک نصیرالدین کو تازہ کمک کے ساتھ روانہ کیا۔ لیکن چونکہ گوڑ گوبند کے جادو کا اثر اسلامی لشکر سے زائل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے سلطان سکندر اور ملک نصیرالدین نے آپس میں مشورہ کیا۔ کہ گوڑ گوبند کے جادو کو زائل کرنے کے لئے کسی اہل اللہ سے درخواست کی جائے۔ ان ایام میں شیخ جلال؟ تازہ تازہ اس ملک میں وارد ہوئے تھے۔ اور انکی بڑی شہرت ہو رہی تھی۔ اس لئے یہ دونوں امراء انکی خدمت میں

---

* سہیل یمن میں گوڑ گوبند کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ چون زادبوبش ملک گوڑ بود اوزا گوڑ گوبند گفتند ے۔

** آسام کے جادو کا ابوالفضل نے بھی ذکر کیا ہے۔ خان بہادر مولوی محمد حسین صاحب سفر نامہ ابن بطوطہ کے حواشی میں آسام کے جادو کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ ”اس ملک پر کئی دفعہ مسلمانوں نے حملے کئے لیکن انہیں ہر دفعہ ناکامی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا۔ کچھ تو جنگل اور پانی کی فراوانی سے گھبرا گئے۔ اور کچھ اس قسم کے جادو کی افواہ جو تمام ہندوستان میں مشہور تھی۔ ہر ایک ارضی و سماوی و اتفاقی آفت کو ان کے سامنے جادو کی صورت میں پیش کرتی تھی۔ (آب کوثر از شیخ محمد اکرام)

حاضر ہو کر طالب امداد ہوئے۔ آپ نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اور فرمایا "اطمینان رکھئے۔ اب راجہ کا جادو آپ لوگوں پر اثر نہیں کریگا" ساتھ ہی فرمایا "قطعاً کوئی فکر نہ کیجئے ہم لوگ آپ کی فوج میں شامل ہو کر آپ کے دوش بدوش اس بہادری سے لڑینگے کہ راجہ کو چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا"۔

شاہ جلال راستے میں اپنے رفیقوں کو ملک کی اصلاحِ احوال اور اشاعت اسلام کے لئے متعین کرتے چلے آئے تھے۔ اس لئے اب اُن کے پاس صرف تین سو تیرہ درویش باقی رہ گئے تھے۔ بالکل وہی تعداد جو جنگ بدر میں مسلمانوں کی تھی۔ حضرت کی دعا اور درویشوں کی شمولیت سے شاہی لشکر کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اب وہ گوڑ گوبند کے جادو کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اور نہ ہی ان پر کچھ اثر ہوتا تھا۔ ایک ساعت سعید میں شاہ جلال نے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ بیک وقت سارا لشکر راجہ کی فوج پر پل پڑا۔ درویش عقاب کی طرح جھپٹ جھپٹ کر گرتے اور گوڑ گوبند کی فوج کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیتے تھے۔ آسامیوں پر مسلمانوں کا اور بالخصوص درویشوں کا اتنا رعب چھایا کہ وہ ہراساں ہو گئے اور سب کٹ کٹا کر ختم ہو گئے۔ العظمۃ للہ! برہان الدین کو سلہٹ کے مغرور راجہ نے کمزور اور بے بس سمجھ کر تختۂ مشق بنایا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ کہ اس کمزور اور ناتواں مسلمان کے سبب اس کے پندار کا نشہ اس قدر جلد ٹوٹ جائے گا۔ وہ کارندے جو اس ظلم و ستم میں

Marfat.com

برابر کے شریک تھے۔ یا جن امراء نے اس موقع پر راجہ کو ایک بے قصور مسلمان پر قہر توڑنے سے نہیں روکا تھا۔ خود قہرِ الہٰی کی لپیٹ میں آگئے اور وہ سلہٹ، جہاں خدا کے نام لینے کی اجازت نہ تھی۔ اس کے درودیوار تسبیح و تہلیل کی صداؤں سے گونج اٹھے۔ اور اس کے بلند و پست پر تجلیات الہٰی کا نزول ہونے لگا ؎

سلہٹ از شرف فلک برابر شد ۔ ہر سنگِ درو بہ تاب گوہر شد
ہر قطرہ ازو بوسعتِ دریائیست ۔ ہر ذرہ اش آفتاب دیگر شد

ضلع سلہٹ کے سرکاری گزٹیر کی رو سے سلہٹ ۱۳۸۴ء میں فتح ہوا۔ چنانچہ لکھتا ہے:

> ''گوڑ یا سلہٹ کو مسلمانوں نے ۱۳۸۴ء میں فتح کیا۔ آخری ہندو راجہ گوبند کو سکندر غازی کی فوجوں سے زیادہ شاہ جلالؒ کی کرامات نے بے بس کر دیا تھا۔ شاہ صاحب کی وفات کے بعد یہ علاقہ صوبہ بنگالہ میں داخل کیا گیا۔ اور نظم و نسق کے لئے ایک علیحدہ صوبیدار مقرر ہوا۔''

لیکن حال میں محکمہ آثار قدیمہ کو درگاہ شاہ جلال سے جو پرانا کتبہ دستیاب ہوا ہے۔ اس سے گزٹیر کے بیان کی توثیق نہیں ہوتی۔ یہ کتبہ اب ڈھاکہ میوزیم میں محفوظ ہے اور اس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

"بہ عزّت شیخ المشائخ مخدوم شیخ جلال الدین مجرد بن محمد اول فتح اسلام عرصہ سری ھٹ (سلہٹ) بہ دست سکندر خان غازی بعہد سلطان فیروز شاہ دلوئی (کذا) سنہ ثلث وسبع مائۃ ...."

یہ کتبہ ۹۱۸ ہجری یعنی ۱۵۱۲ء میں نصب کیا گیا تھا۔ مؤرخین نے بالاتفاق اِسی پر اعتماد کیا ہے۔

سہروردی درویشوں کی آبادیاں

شاہی لشکر سلہٹ کو شیخ جلال کے انتظام میں دے کر چلا گیا تھا۔ آپ نے اس دوران میں دیکھا۔ کہ اس سر زمین کی مٹی رنگ اور خوشبو میں اس مٹی سے ملتی ہے۔ جو ان کے مرشد شیخ احمد کبیر بخاری سہروردی نے مرحمت کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے رفیقوں کے ہمراہ اس ملک میں بس جانے کا فیصلہ کر لیا*۔ جن مجاہدین نے اس لڑائی میں

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا

* آج سے چھ سو سال پیشتر جبکہ آمدورفت کے ذرائع اس قدر سہل نہ تھے۔ سات سو سہروردی درویشوں کا ہزار میل کی مسافتِ بعید طے کرکے راجہ گوبند پر جا پڑنا اتنا بڑا کارنامہ ہے۔ کہ ہر انصاف پسند آدمی جب سلہٹ میں داخل ہوتا ہے۔ تو وہ ان سر باز مجاہدین کو خراج تحسین ادا کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ بلکہ انگریزی حکومت کے ابتدائی دور میں ہر نئے حاکم ضلع (کلکٹر) کو شیخ جلال مجرد رضی اللہ عنہ کے مزار نوربار پر لازمی طور پر حاضری دینا پڑتی تھی۔ اب تو خیر حکومت ہی اسلامی ہے اور مسلمان حکام کو دلی ارادت اور عقیدت کشاں کشاں اس گنج شہیداں پر لے آتی ہے۔ جنہوں نے آج سے چھ سو برس پیشتر مشرق بنگال کے کفرستان میں پہنچ کر راجہ گوبند کو یہ بتا دیا تھا کہ مسلمان لا وارث قوم نہیں ہے۔ اگر مشرق میں کسی کمزور مسلمان پر ظلم ہوگا تو مغرب سے بگولے کی طرح طاقتور مسلمان اسکی مدد کو آ پہنچینگے۔

Marfat.com

کا خلعت زیب تن کیا تھا - انہیں بڑے اعزاز و اکرام سے دفن کیا - یہ شمشیر بکف درویش "لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ" کی چادر تانے سلہٹ کے گلی کوچوں میں محو خواب ہیں جب کوئی صاحب ذوق ان کے پاس سے گذرتا ہے - تو ان کی سادہ مگر پر عظمت قبریں زبان حال سے پکار اٹھتی ہیں کہ ؎

همیں است سردار شمشیر زن
که در جنگ بودے چوں شیر کہن

شیخ جلال جب شہداء کی تکفین و تدفین سے فارغ ہو چکے - تو انہوں نے تمام مفتوحہ زمین اپنے همراهیوں میں بانٹ دی - اور ہر ایک کو متاہل ہونے کی اجازت بھی دے دی - ضلع سلہٹ میں چار ایسے مقامات ہیں جہاں مقامی روایات کے مطابق شاہ جلال ؒ نے اپنے رفیقوں کو آباد کر کے اشاعت اسلام کے روحانی مراکز قائم کئے تھے - یعنی سلہٹ، لاتو، ہاپنیہ ٹیلہ، همنگ ٹیلہ اس تقسیم میں ایک قصبہ شیخ نورالھدیٰ ابوالکرامات سعیدی حسنی کو بھی مرحمت ہؤا - وہیں آپ متاہل ہوئے - آپ کی اولاد میں شیخ علی شیر بڑے فاضل انسان گزرے ہیں - انہوں نے نزھت الارواح کے دیباچہ میں درویشوں کی آباد کاری کا حال تفصیل سے لکھا ہے - مشرق پاکستان میں سہروردی سلسلہ کے درویشوں نے اشاعت اسلام کا جو شاندار کارنامہ انجام دیا ہے - وہ بنگالہ کی مفصل انگریزی تاریخ میں ایک ہندو مؤرخ کے قلم اور مسٹر اسٹیپلٹن کی زبان سے سنئے :-

"اس زمانہ میں بنگالہ میں اولیاء اور غازیوں کی اتنی بڑی

تعداد آ گئی تھی ۔ کہ خیال ہوتا ہے کہ یہ صورت حالات ضرور سلاطین دھلی کی بنگالہ سے متعلق کسی خاص سوچی ہوئی پالیسی کا نتیجہ تھی ۔ فی الحقیقت یہ قیاس بے جا نہیں ۔ قرون وسطی کے ان اولیائے مجاھد (Soldier-Saints) کا اسلام کی تاریخ میں وھی مرتبہ ہے ۔ جو صلیبی لڑائیوں کی تاریخ میں (ان) ٹمپلر مجاھدین کا تھا (جو مسلمانوں سے لڑنے اور عیسائی مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے اپنی زندگی وقف کرتے تھے) اگرچہ ان اولیائے کرام کی اخلاقی حالت مسیحی بہادروں (Knights) سے بہتر تھی اور دنیاوی حکام کے بھی وہ ان سے زیادہ وفادار تھے ۔ اگر گوڑ گوبند کی شکست اور سلہٹ کی فتح یا ھگلی یا نڈوا راجہ سے متعلق مسلمانوں کی عام روایات میں حقیقت کا عنصر ہے تو یہ بھی ماننا پڑتا ہے ۔ کہ ان اولیاء کے ساتھ ساتھ نسبتاً غیر محتاط پیروؤں کا بھی ھجوم ھوتا تھا ۔ جو ھندو راجاؤں کے علاقہ میں کوئی ذرا سا بہانہ لے کر جم جاتے تھے اور پھر اسلامی حکومت کی باقاعدہ فوج کو بلا لیتے تھے ۔ تاکہ وہ ان کفار راجاؤں کو مسلمانوں کے حقوق غصب کرنے کی سزا دے ۔!! سلطان جلال الدین کی رحمدلی کی طرف اشارہ کرتے ھوئے (جس نے مسلمانوں کا خون بہانے کی بجائے ایک ہزار ٹھگوں کو کشتیوں میں بھر کر بنگالے بھیج دیا تھا) مسٹر اسٹیپلٹن لکھتے ھیں ۔ ” بنگالے کے سلاطین کے لئے ایسی جلاوطنیوں کے اثر کو زائل کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ تھا ۔ کہ وہ ان نو واردوں کو اپنی بیرونی افواج (Foreign Legion) میں بھرتی کر لیتے اور بنگالہ کی سرحد پر کافر راجاؤں سے لڑائیاں لڑنے پر لگا دیتے تھے “

Marfat.com

ڈاکٹر کالیکا راجن قانونگو لکھتے* ہیں - کہ ”بلبنی سلاطین** کے عہد حکومت میں نہ صرف بنگالہ میں اسلام کو وسعت نصیب ہوئی - بلکہ اسکی بنیادیں زیادہ گہری ہو گئیں - یہ وہ زمانہ تھا - جب اولیائے کرام نے جو برہمنوں اور ہندو سادھوؤں سے عمل پارسائی، قوت عمل اور دور اندیشی میں بڑھ کر تھے - وسیع پیمانہ پر تبلیغ شروع کی - جسکی کامیابی کا باعث طاقت نہ تھی بلکہ ان کا مذہبی جوش اور انکی عملی زندگی - وہ نچلے طبقے کے ان ہندوؤں میں رہتے اور اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے جو اس وقت بھی (ہمیشہ کی طرح) توہم پرستی اور معاشرتی دباؤ کے پنجہ میں گرفتار تھے - دیہاتی علاقوں کے یہ باشندے مسلمان ہو کر اسلامی حکومت کے لئے ایک نئی تقویت کا ذریعہ ہو گئے بنگالہ کی عسکری اور سیاسی فتح کے سو سال بعد (اسلامی) صوفیانہ سلسلوں کی مدد سے جو ملک کے کونے کونے میں پھیل گئے تھے - اس سر زمین میں اخلاقی اور روحانی غلبہ کا سلسلہ شروع ہوا - مندروں اور ہندو خانقاہوں کو تباہ و برباد*** کر کے ابتدائی مسلمان فاتحین نے

* تاریخ بنگالہ مرتبہ جادو ناتھ سرکار جلد دوم صفحہ ۶۸ تا ۷۰ -

** شاہ جلال سہروردی رحمۃاللہ علیہ سلطان شمس‌الدین فیروز شاہ کے زمانے میں سلہٹ تشریف لائے تھے - جو سلطان رکن‌الدین کیکاؤس کا لڑکا اور ناصرالدین بغرا خاں کا پوتا تھا -

*** مسلمان حملہ آوروں نے صرف ان مندروں میں مداخلت کی جہاں شاہی خزانے کے زروجواهر مجوف بتوں میں بھر دئے گئے تھے - اور یہ حملہ آوروں کا حق تھا - لیکن جن مندروں کے بارہ میں اس قسم کا شک و شبہ نہیں تھا۔ مسلمانوں نے انہیں کوئی زخم نہیں پہنچایا - اورنگ زیب کو اس سلسلے میں زیادہ بدنام کیا جاتا ہے - لیکن اورنگ آباد جہاں وہ دفن ہے اس کے قریب ہی ایلورا کی غاروں میں ہزاروں بت صحیح سالم کھڑے ہیں - جنہیں تیرہ صدیوں میں کسی مسلمان بادشاہ نے زخم پہنچانے کی ضرورت محسوس نہیں کی -

صرف ان کے زر و جواھر پر قبضہ کیا تھا - لیکن تلوار کے زور سے تاریخی روایات ختم نہ ہو سکتی تھیں - اور نہ ھی ان غیر فانی روحانی خزائن کا خاتمہ ہو سکتا تھا - جن پر ھندو قومیت اور ھندو مذھب کی بنیادیں قائم تھیں - مسلمان اولیاء نے اخلاق اور روحانی فتح کے عمل کو مکمل کیا - اس مقصد کے لئے ھندو دھرم اور بودھ مت کے پرانے استھانوں* پر (جو اب برباد ہو گئے تھے) ایک پالیسی کے مطابق درگاھیں اور خانقاھیں قائم کر دیں - اس کے دو نتیجے ہوئے ایک تو بت پرستی کے ان قدیم استھانوں میں ھندو مت کے احیاء کا امکان جاتا رھا - اور دوسرے عوام الناس میں ایسے قصے کہانیاں رائج ہو گئیں - جن کے مطابق یہ نو وارد قدیمی مقدس ھستیوں کے جانشین ہوگئے ھندو عوام جو صدیوں سے ان مقامات کو مقدس مانتے آئے تھے ان کی پرانی تاریخ کو بھول گئے - اور بڑی آسانی سے انہوں نے اپنی ارادت کا سلسلہ ان پیروں اور غازیوں سے وابستہ کر لیا - جو ان مقامات پر قابض ہو گئے تھے مذھبی دائرہ میں اس ارتباط کا ایک نتیجہ یہ بھی ھؤا - کہ بالآخر ایک رواداری کی فضا پیدا ہو گئی - جس نے ھندؤوں کو اپنی شکست سے بے پرواہ کر دیا - نچلے طبقہ کے ھندو اولیاء اور غازیوں کی کرامات کے ایسے قصوں کی بدولت جو بسا اوقات قدیم ھندو اور بودھی روایات پر مبنی تھے - آھستہ آھستہ اسلام

* پرانے استھانوں کو مسلمان حملہ آوروں نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا دراصل معاملہ یہ ہے - کہ ان کے پروھت مسلمان ہو چکے تھے اور انہوں نے ھی از خود ایسے استھانوں کو اسلامی معابد کی شکل میں بدل لیا - تاریخیں اس حقیقت پر شاھد ھیں - فریدی

Marfat.com

کی طرف مائل ہو گئے ۔ شاید ہندو تیرتھوں پر اس یورش کی سب سے نمایاں مثالیں دو ہیں ۔ ایک راج گیر میں "سرنگی رشی کنڈ" کا "مخدوم کنڈ" بن جانا اور دوسرے دیوا دتا روایات کے معجزہ باز بدھ کا ایک مقدس مسلمان ولی مخدوم صاحب میں تبدیل ہو جانا"۔

ہم ڈاکٹر کالیکا راجن کے اس بیان پر اپنی طرف سے کوئی تبصرہ نہیں کرتے۔ یہ ان کے بیان سے واضح ہو چکا ہے ۔ کہ بنگال میں اسلام شمشیر کے زور سے نہیں بلکہ اولیاء اللہ کی روحانی عظمت اور اخلاقی سر بلندی کے غلبہ سے پھیلا ہے ۔ اور قانونگو صاحب نے خود تسلیم کیا ہے ۔ کہ مسلمان صوفیاء ہندو سادھوؤں اور برھمنوں سے عملی پارسائی ، قوت عمل اور دور اندیشی میں بڑھ کر تھے ۔ اور یہی چیز اشاعت اسلام کا موجب ہوئی ۔ اب اس بیان پر سر جادو ناتھ سرکار کی رائے ملاحظہ ہو ۔

سر جادو ناتھ سرکار کا بیان

لکھتے ہیں :۔

"مسلمانوں کی فتح بنگالہ کے وقت (۱۲۳۰ء) سے کئی صدیاں پہلے مشرقی بنگال کے عوام (اور فی الحقیقت بہت سے شرفاء کا) مذہب ہندومت کا تن ترک طریقہ Tantric Hinduism تھا ۔ جو بعد کے بدھ مت کی ارواح پرستی اور جادو سے جواب یہی تبت میں رائج ہے ۔ مختلف نہ تھا ۔ ہندوؤں کے عہد حکومت میں سنسکرت کے عالم ، ہندو وید اور بڑے بڑے ہندو پنڈت مغربی بنگال سے دریا کو عبور کر کے مشرق میں آتے اور مشرقی بنگال میں آباد ہو جاتے ۔ اس طرح مشرقی بنگال کے درباروں اور مشہور استھانوں کی زیارت کرتے ۔ لیکن وہ سوسائیٹی کے اونچے طبقے سے تعلق رکھتے تھے ۔ اور مشرقی بنگال کے بڑے شہروں اور دولت مند استھانوں سے متعلق تھے ۔ لیکن جب ندیا اور گوڑ پر

Marfat.com

مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ۔ تو یہ تمدنی آمدورفت بھی ختم ہو گئی ۔ اور اس کے بعد عرصہ تک ھنساء برھم پتر کے مشرقی علاقہ میں لوگ ھندو رہے ۔ لیکن اُن کا مذھب گوڑ کے ھندوؤں کا سا نہ تھا ۔ ان کے ھاں نہ تو پڑھے لکھے برھمن پجاری تھے نہ سنسکرت کی مقدس کتابیں تھیں ۔ اور نہ ھی ویدک رسومات رائج تھیں ۔ قریب قریب ھر جگہ ان کی عبادت ان پڑھ مظاھر پرست پوجاریوں (بلکہ صحیح طور پر یہ کہنا چاھئے کہ بھوت پریت کے ماننے والے Witch Doctors) کے ھاتھوں ھوئی ۔ اس وقت مشرقی بنگال کے ھندو عوام کی یہ حالت تھی کہ تعلیم یافتہ آریہ پرست انہیں نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے اور اُن کے درمیان کوئی برھمن ایسے موجود نہ تھے جو انہیں مذھبی تعلیم دیتے ۔ یا ان کی مذھبی رسوم کو پوری طرح بجا لاتے فی الحقیقت کامروپ اور اراکان کے منگول بدھ مت والوں کی طرح وہ بھیڑوں کا ایک ایسا گلہ تھے جس کا گلہ بان کوئی نہ ھو ۔ اس لئے جب سلہٹ کے شاہ جلال اور اسلام کے دوسرے مبلغین وھاں اشاعت مذھب کے لئے پہنچے ۔ تو اُن کے مقابلے کے لئے ھندومت کا کوئی لائق پجاری سامنے نہ آیا اور مشرقی بنگال کے ھندو بڑی آسانی سے ارواح پرستی چھوڑ کر (خواہ اسے آپ بعد کا بدھ مت کہ لیں یا تنترک طریقے کا ھندو مذھب کیونکہ فی الحقیقت یہ دونو ایک ھی چیز کے دو نام ھیں) ۔ گروہ در گروہ مسلمان ھوگئے ۔ سلہٹ اور راج گیر (جنوبی بہار) کے ابتدائی مسلمان مبلغین اور اُن کے ھاتھوں مقامی ھندو پروھتیوں یعنی جوگیوں کی زور کرامت سے شکست کا فی الحقیقت اصل مطلب یہی ہے» ۔ صفحہ ۲۲۷ - ۲۲۸

بنگالی ھندوؤں کے مسلمان ھونے کی وجہ بہر حال کچھ کیوں نہ

Marfat.com

ہو یہ صاف ظاہر ہے کہ انہیں مسلمان درویشوں نے حلقہ بگوش اسلام کیا۔ اور تبدیلی مذہب میں تشدّد یا کسی قسم کے لالچ کو دخل نہ تھا۔ اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ اشاعت اسلام کی سرعت رفتار شیخ جلالؒ اور ان کے یاران بے ریا کی مساعی جمیلہ سے زیادہ خود اسلام کے تابناک محاسن کی شرمندۂ احسان ہے۔ اسلام شہروں کی نسبت دیہات میں اور اونچی ذاتوں سے زیادہ نیچی ذاتوں میں پھیلا۔ اسکی وجہ ''ڈاکٹر ہنٹر'' یہ بیان کرتے ہیں :-

''ان لوگوں کے لئے جن میں مفلس ماھی گیر، شکاری قزاق اور ادنیٰ قوم کے کاشتکار تھے۔ اسلام ایک اوتار تھا۔ جو اُن کے لئے آکاش سے اُترا تھا۔ وہ حکمران قوم کا مذہب تھا۔ اس کے پھیلانے والے با خدا لوگ تھے۔ جنہوں نے توحید و مساوات کا مژدہ ایسی قوم کو سنایا۔ جس کو سب ذلیل و خوار سمجھتے تھے۔ اسکی تعلیم نے خدا اور اسلامی اخوت کا بلند تر تخیّل پیدا کر دیا۔ اور بنگال کی کثرت سے بڑھنے والی قوموں کو جو صدیوں سے ہندوؤں کے طبقے سے تقریباً خارج ہو کر بڑی ذلّت و خواری کے دن کاٹ رہی تھیں۔ اسلام نے بلا تامّل اپنی اخوت کے دائرے میں شامل کر لیا'' *

کیا ڈاکٹر ہنٹر، ڈاکٹر کالیکا راجن قانونگو، مسٹر سٹیپلٹن

* آب کوثر صفحہ ۳۶۸ بحوالہ پریچنگ آف اسلام صفحہ ۳۸۰

اور سر جادو ناتھ سرکار کی ان موثق شہادتوں کے بعد بھی کوئی غیر مسلم یہ کہنے کا حق رکھتا ہے۔ کہ اسلام کی اشاعت بزور شمشیر ہوئی !! ہاں البتہ ہمارے صوفیاء کے اخلاق حمیدہ کی شمشیر بڑاں ضرور چمکی ان کے دروازے تمام اقوام کے لئے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ اور وہ بلا امتیاز رنگ و ملت سب کو روحانی زندگی کا پیغام دیتے تھے۔ انہوں نے کبھی یہ راستہ پسند نہیں کیا تھا کہ دوسرے مذاہب اور ان کے بانیوں کے عیوب ظاہر کرکے اپنے مذہب کی سچائی ثابت کریں۔ دوسرے مذاہب کے مبلغین کے علی الرغم ان کا طرزِ عمل ہر ایک سے حد درجہ مشفقانہ تھا جیسا کہ سلسلۃالذہب کا مصنف حضرت غوث العلمین زکریا ملتانی قدس سرہ کے مطمح نظر اور طریقِ کار پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے:۔

> ''لوگوں کی ارشاد و ہدایت میں کفر سے ایمان کی طرف، گناہ سے عبادت کی طرف، نفسانیت سے روحانیت کی طرف، ان کا بڑا مرتبہ تھا''۔ (اخبارالاخیار)

اس کا عملی نتیجہ یہ نکلتا تھا۔ کہ اسلام کی کششِ صادقہ کفار کو اپنی طرف خود بخود کھینچ لیتی تھی۔ یہی طرز عمل تمام مشائخ بالخصوص سہروردی حضرات کا تھا اور حضرت سید جلالؒ بھی آخر اسی خانوادے کے ممتاز بزرگ تھے۔ انہوں نے اسی نہج پر آسامیوں اور بنگالیوں کی تربیت کی۔ جس پر وہ لوگ صدق دل سے حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

Marfat.com

لال شہباز قلندر پھر ملتان میں

حضرت لال شہباز قلندرؒ اگرچہ اپنے شیخ طریقت کی زندگی میں ہی سندھ کی اصلاحِ احوال پر متعین ہو کر چلے گئے تھے ۔ لیکن ان کی آمد و رفت کا سلسلہ مرشد کے بعد بھی جاری رہا ۔ وہ سہوان سے بڑے ٹھاٹ کے ساتھ تشریف لاتے اور کئی کئی دن مرشد کی خانقاہ میں مقیم رہتے ۔ پہروں شیخ الاسلام عارف باللہ سے سلوک و معرفت کے موضوع پر گفتگو ہوتی ۔ سلطان محمد بلبن صوبیدار ملتان بھی آپ کا بڑا معتقد تھا ۔ اُس نے کئی بار استدعا کی ۔ کہ آپ مستقل طور پر یہاں تشریف رکھیں ۔ لیکن آپ راضی نہ ہوئے ۔ کیونکہ آپ اپنے پیر کے آستان کے مقابلے میں ایک اور بارگاہ کھڑی کرنا پسند نہیں کرتے تھے ۔ چنانچہ فرشتہ لکھتا ہے کہ :۔

"جس زمانہ میں سلطان محمد ملتان میں مقیم تھا ۔ شیخ عثمان المرندیؒ جو اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ تھے وہاں تشریف لائے ۔ اس نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی ۔ ان کی خدمت میں نذر اور ہدیہ پیش کیا اور بہت اصرار کیا کہ وہ ملتان میں قیام فرمائیں ۔ نیز ان کے لئے خانقاہ تعمیر کرانے اور مصارف کے سلسلہ میں کئی گاؤں وقف کرنے کا ارادہ بھی کیا مگر شیخ نے قبول نہ کیا اور وہاں سے چل کھڑے ہوئے ۔

Marfat.com

ایک روز شیخ عثمانؒ اور شیخ الاسلام صدر الدینؒ عارف شہزادہ کی مجلس میں تشریف رکھتے تھے - مجلس میں عربی اشعار پڑھے جا رہے تھے - کسی شعر پر ان بزرگوں اور مجلس کے تمام درویشوں پر وجد طاری ہو گیا اور وہ رقص کرنے لگے - محمد خان سلطان شہید ان کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا اور برابر زار و قطار روتا رہا "-

ضیاءالدین برنی کا بھی تقریباً یہی بیان ہے - لکھتا ہے :-

"خان شہید نے بڑی کوشش کی - کہ آپ ملتان میں اقامت پذیر ہو جائیں - اور اس مقصد کے لئے ایک خانقاہ کی تعمیر بھی شروع کی لیکن آپ نہ مانے البتہ گاھے گاھے خان شہید کی محفل میں جاتے اور شیخ صدرالدین عارفؒ کے ساتھ سماع و رقص میں حصہ لیتے تھے" -

۷۲۳ھ میں آپ نے سفرِ آخرت اختیار فرمایا - مزار پُر انوار سہوان میں عجب با برکت مقام ہے - مجھے عرصہ سے حضرت کے روضہ اقدس پر حاضری دینے کا اشتیاق تھا - ۱۱ نومبر ۱۹۵۵ء کو میری صدق نیّت اور طلب صادق کا پودا بار آور ہؤا - اور میں نے کراچی سے واپس آتے ہوئے حضرت قلندر کی بارگاہ میں حاضری دی پہلے لکی شاہ صدر آترا - اسٹیشن کے قریب ہی کوہ لکی کے دامن میں شاہ صدرؒ کا حسین و جمیل مقبرہ خوش آسدید کہتا دکھائی دیتا ہے - پاس ھی ریلوے لائن کی دوسری جانب ان کے یارانِ بے ریا کے مقبرے اپنی قدامت کا پتہ

دیتے نظر آتے ہیں ۔ ان کا طرز تعمیر فیروز شاہی ہے کوئی انکی مرمت کی طرف متوجہ نہیں ہو سکا ۔

پہاڑی سلسلہ ریلوے لائن کے متوازی میلوں تک چلا جاتا ہے ۔ دوسری طرف دریائے سندھ سانپ کی طرح بل کھاتا دکھائی دیتا ہے ۔ گاڑی بے ہنگم شور کرتی اور کیڑے کی طرح رینگتی ہوئی سہوان اسٹیشن پر جا پہنچتی ہے ۔ شہر ارل ندی کے دائیں کنارے ایک بلندی پر واقع ہے ۔ جو جھیل منچھر سے نکل کر دریائے سندھ میں جا گرتی ہے ۔ طغیانی کے دنوں میں ندی جھیل کی طرف بہتی ہے ۔ اور سرما میں اس کے برعکس چلتی ہے ۔ دریائے سندھ پہلے سہوان کے قریب* بہتا تھا ۔ اب تین میل ہٹ کر بہتا ہے ۔ حضرت شہباز شریعت کی خانقاہ شہر کے عین وسط میں واقع ہے ۔ اور نشیب میں ہے ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس شہر نے بہت سے انقلابات دیکھے ہیں کئی بار بگڑ کر بنا ہے اس لئے اسکی سطح بلند ہوتی چلی گئی ۔ پہلے صحن آتا ہے ۔ جس میں ایک بلند مستول پر جھنڈا لہرا رہا ہے ۔ جو ریلوے سٹیشن سے بخوبی دکھائی دیتا ہے ۔ پھر ایک عظیم الشان ڈیوڑھی آتی ہے ۔ جس کے بیرونی دروازے پر رنگین ٹائلیں لگی ہیں ۔ یہ پُر شوکت ڈیوڑھی غلام شاہ** کلہوڑہ نے بنوائی تھی ۔ اور اس کے روکار پر دو کتبے بھی لگوائے تھے ۔ جو علی حالہ موجود ہیں ۔ ہم اُن کا متن ذیل میں درج کرتے ہیں ۔

* ماثرالامراء ۳ : ٦٩٧ پر ہے قلعہ سہوان — کہ بر ساحل دریائے سندھ است ۔
** میاں غلام شاہ کلہوڑہ کا مفصل حال صوبہ سندھ کے گزیٹیر میں درج ہے صفحہ ۱۱۲ ۔

Marfat.com

دروازہ کے دائیں طرف کا کتبہ

چه خوش جناب مبارک که نور حقانی
ز روضه است عیان ظاهری و پنهانی

قلندر و سخی و کام بخش اهل یقین
ولی و سید عثمان پیر نورانی

بخاص و عام که مشهور لعل شهباز است
بپاد شاه گدا باز داد سلطانی

بایں جناب هر آنکس ارادتے دارد
بکام مے رسد از دولت فراوانی

غلام شاه میاں صاحب سعادتمند
نشان* حضرت عباس کان احسانی

سخی و غازی و فیاض معدن الطاف
چو سرفراز شد از لطف وجود ربّانی

بائیں جانب کا کتبہ

زخاص نیت خود کرد تازه خوش تعمیر
که فرش و صحن در روضه شد گلستانی

قبول حضرت مخدوم شد نشانے کو
ز رحمت نبوی و علی عمرانی

هر آنکه دید و بەبیند زشوق نورِ ظهور
شود دو چشم ودلش روشن و درخشانی

* معلوم ہوتا ہے کہ میاں غلام شاہ نے یہ نشان ۱۱۷۳ھ میں پیش کیا تھا۔ فریدی

Marfat.com

ہزار یکصد و ہفتاد و سہ زہجری بود
زکار داری باقر نشاں شد ارزانی

قبولیت کہ ز تعمیر جستم از ہاتف
ندا بگوش من آمد ز لطف سبحانی

زیمن مصرع تاریخ خوش بگو صابر
قبول باد نشاں در جناب شاہانی

۱۱۷۳ھ

ڈیوڑھی سے آگے وسیع صحن ہے۔ جس کے مغربی سرے پر حضرت کا روضہ اقدس ہے۔ اس کے روکار پر کاشی کا نفیس کام ہوا ہے۔ دروازے کی چوکھٹوں اور قبر شریف کے کٹہرے پر چاندی چڑھی ہے۔ روضہ اقدس کی بیرونی دیوار پر دو اہم تاریخی کتبے ملتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں ملک اختیارالدین والی سیوستان نے یہ مقبرہ بنوایا تھا اور اس میں سات طاق اور چھ گنبد تھے۔ دوسرا کتبہ نواب دیندار خاں سے متعلق ہے۔ اِن کتبوں کا متن حسب ذیل ہے۔

بعہد دولت فیروز شہ سلطان دیں پرور
کہ خاک درگہش سازند شاہان جہان افسر

ازانکاہے کہ بر تخت شہنشاہی نشست ایں شہ
سرا سر گشت گیتی از شعاع دولتش انور

عمارت شد مقام شیخ عثمان مرندی کو
ولی اللہ باز اسفید میر بحر بود و بر

اگرچہ اولیاء اندر زمان شیخ بس بودند
ولیکن در کرامت بود او از ہمگناں برتر

Marfat.com

چه زیبا بارگاهے شد بهفت(کذا) طاق شش گنبد
که رنگ نه فلک گشته ز رشک بام او اخضر

بروز هفتم از ماهِ رجب مبنی شد این روضه
بسال هفصد و پنجاه و هفت از هجرت سهتر

بنایش کرد والی اختیارالدین ملک ارشد
امیر عادل و باذل تهمتن ثانی اسکندر

که تابوداست سیوستان نبودست این چنین والی
تقی و مشفق و مکرمِ سخی و پاک دین دیگر

اُمید آنست که یابد جزائے این چنیں خیرے
هزاران قصر در جنت بفضل ایزد اکبر

دیندار خان کا کتبہ

چون در عهد سلطان فیروز مرحوم روضه قدیم حضرت مخدوم بنا شده بود و این دوسنگ تاریخ نوشته نصب کرده بودند۔ آخر چون گنبد کلاں در عهد میرزا جانی ترخان* بنا یافته این سنگ ها برهم اُفتاده بودند۔ الحال که این فقیر سید بهووه عرف دیندار خاں باشد در عهد دولت حضرت صاحبقران ثانی صحن روضه را ترتیب داده و در مسجد

* مرزا جانی بیگ ارغون حاکم ٹھٹھ — ۹۹۳ھ میں باپ کا جا نشین ہؤا ۹۹۹ھ میں اکبری لشکر نے اس پر تاخت کی۔ اگرچہ اس نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ مگر مور ناتواں کجا اور لشکر سلیماں کجا! ۱۰۰۰ھ میں شکست کھا کر اس نے صلح کا ہاتھ بڑھایا۔ بادشاہ نے پہلے تو ملتان کی حکومت عطا کی۔ مگر آخر میں صوبہ سندھ کا حاکم بنا دیا۔ ماثر کی رائے اس کے متعلق یہ ہے۔ مرزا بفراست و دانائی آراستہ و درستی و راستی از گفتار و کردار او نمایان و شناسائی و آهستگی از نشست و برخاست او پیدا بود از صغر سنی شیفته باده شده اما ناهنجاز ازو سر بر نزدے و در کار کردن و گفتن پاسبان خود بودے از فراوانی مے رنجور شد ورعشه بسرسام کشید مرزا در ۱۰۰۸ھ بمقام بُرهان پور فوت شد"

راست بے ساخت۔ ایں دو سنگ را ہم در دیوار خانقاہ بنہادہ تا یادگار سلاطین گذشتہ مے باشد،،

دیندار خاں کا ایک اور کتبہ

دیندار خاں کا ایک اور کتبہ خط نستعلیق میں مقبرے کی روکار پر پیوست ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۰۴۰ھ میں شاہ جہان کے حکم سے اس مقبرہ کی سہ بارہ تعمیر ہوئی۔ کتبے کا متن حسب ذیل ہے۔

بدوران شہاب‌الدین جہان شاہ - جہاں از عدل او خورسند و آباد
شدہ تعمیر فرش عرش مسند - حسینی صاحب شہباز آزاد
قبول آمد نیاز خاں دیندار - در آنحضرت زعون طالع (شاد ؟)
چگویم وصف آں صحن مقدس - بجائے خشت انجم چیدہ استاد
چوخواہی سال او باچشم دانش - بمقطع بیں کہ آمد سال بنیاد
یکے باشد ز فرش مسند شاہ (۱۰۴۱)
دگر باشد زہ فرش جنت آباد (۱۰۴۱)

عقبی کتبے

خانقاہ کے باہر، مگر اس سے متصل ایک کاشی کار مقبرہ نظر آتا ہے۔ اسی احاطہ میں خدام درگاہ کے رہائشی مکانات ہیں۔ پاس ہی ڈیڑھ فٹ اونچی دیوار سے گھری ہوئی مختصر سی چاردیواری ہے۔ یہ سلطان محمد تغلق کا پہلا مدفن ہے۔ ۲۱ محرم ۷۵۲ھ کو سلطان سندھ کے کنارے فوت ہؤا۔ چونکہ ٹھٹھ دشمن کے قبضے میں تھا۔ اور وہ اس جگہ کے قریب تھا۔ اس لئے لاش کو وہاں دفن کرنا مناسب نہ تھا۔ سہوان نواح ٹھٹھ کی نسبت محفوظ مقام تھا۔ اور یہاں بادشاہ کی لاش بیحرمتی کے تصور تک سے محفوظ تھی۔ اس لئے فیروز شاہ نے سلطان کو حضرت شہباز کے سایہ میں دفن کرا دیا۔ اور جب حالات موافق ہو گئے۔ تو سلطان کی لاش کو

Marfat.com

یہاں سے نکال کر دھلی لے گئے اس عارضی مدفن کی دیواروں پر دو سنگی کتبے نصب ھیں۔ جن سے دنیا کی ناپائیداری مترشح ہوتی ہے۔

جہاں مردم کش است اے دل مباش از جان وفادارش
کی جز کین و جفا نامد زبیدادی دگر کارش
تو از حال محمد شاہ بر گیر اعتبار از وے
کے چوں اورنگ شاہی در ربود این دور غدّارش
شہنشاھیست این اے خواجہ کش بینی بخاک اندر
کے ھمچوں بندگاں بودند شاھان جہاندارش
اگرچہ پیش ازیں صد بار دربارش چناں دیدی
کنوں چشم خرد بکشا درینجا بنگر این بارش
جہاں بکشاد از مردمی و بخشید از جوانمردی
بدھر از کوشش و بخشش فراواں بود کردارش
(شداز) ماہ محرم (بیست و یک*) کاندر شب شنبہ
گذشتہ ھفصد و پنجاہ و دو شد عزم آں دارش

پرانا قلعہ

ریلوے سٹیشن اور شہر کے درمیان پرانے قلعہ کے کھنڈرات ملتے ھیں۔ جو اب قبرستان کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ قبریں نہایت خستہ حالت میں ھیں۔ ان کے سنگ مزار جگہ جگہ مٹی کے ڈھیروں کے اوپر، سیدھے یا ان کے اندر دبے ہوئے ٹیڑھے ترچھے پڑے ھیں۔ کہیں کہیں فرسودہ لاشیں صاف نظر آتی ھیں۔ اس سے اندازہ

* ۔ جو الفاظ خطوط واحدانی میں دئے گئے ھیں وہ قیاسی ھیں۔ فریدی

ہوتا ہے۔ کہ بارشوں کے ریلے پانچ فٹ کے قریب قلعہ کی مٹی بہا لے گئے ہیں۔ ان پتھروں میں ایک پر نستعلیق خط میں ذیل کا کتبہ درج ہے ؎

محمد یادگار آں کز قضا شد ۔ شہید و رفت تا جنت خراماں
چو دیدش از رہ تعظیم تاریخ ۔ شدہ شاہ شہیداں گفت رضواں
۹۸۵

یہ محمد باقی بن عیسیٰ خاں ترخاں فرمانروائے سندھ کے زمانہ کا امیر تھا۔

اس کے علاوہ دوسرے پتھروں پر دلشاد بیگم، عصمت مآب فتح بیگی سلطان اور امیر ولی محمد کے نام مرقوم ہیں۔ ان پر نہایت نفیس ثلث میں قرآنی آیات درج ہیں خط کے اعتبار سے یہ کتابے اعلیٰ نمونہ ہیں۔ ابھرے ہوئے الفاظ کو اس طرح ڈھالا اور پالش کیا گیا ہے کہ نقوشِ صنعت کاری کا بہترین نمونہ بن گئے ہیں۔ جو قبے سلامت ہیں۔ ان میں "چھٹہ عمرانی" کا قبہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ "تحفۃالکرام" نے اس کو "چھوتہ عمرانی" لکھا ہے۔ اس کا یہ نوٹ ملاحظہ ہو۔

"چھوتہ امرانی از برادران بنی اعمام دلورائے تتمہ رایان الور* (روہڑی) است آنچنانکہ در خرابی

* دلو رائے الور کا آخری راجہ تھا جب یہ شہر تباہ ہوگیا تو دلو رائے برہمن آباد میں منتقل ہو آیا۔ جو بھانبٹرا یا بھنبور کے نام سے زیادہ مشہور تھا۔ یہ راجہ سخت ظالم اور بدچلن تھا۔ اس کا معمول تھا کہ شہر میں جب کسی دوشیزہ کی شادی ہوتی۔ تو یہ اسے شب عروسی میں ہی اٹھوا لیتا تھا۔ جب شاہ چھٹ(رح) عرب سے کتخدا ہوکر وطن تشریف لائے۔ تو اس نے حضرت کی مستورہ بی بی فاطمہ(رح) پر تصرف کرنے کا ناپاک ارادہ کیا۔ حضرت شاہ چھٹ(رح) کو کشف کے ذریعے اس شرارت کا علم ہوگیا۔ وہ اپنی اہلیہ کو لے کر شہر سے باہر نکل آئے۔ اور ندا کی کہ حاکم شہر کی بدبختی کے سبب آج یہ شہر الٹ دیا جائے گا۔ جسے اپنی جان پیاری ہو۔ وہ شہر سے نکل آئے۔ مگر کم لوگوں نے آپ کے ارشاد پر اعتماد کیا۔ پہلی رات ایک عورت کے چرخہ کاتنے کے سبب اور درمیانی رات ایک گداگر کے باعث شہر تباہی سے بچا رہا رات کے تیسرے حصہ میں عذاب کے فرشتوں نے شہر کو الٹ دیا صرف ایک مینار عبرت کی غرض سے باقی رہ گیا۔ تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۳۶

الور و بھانیرا ذکر رفتہ (یعنی جلد ۳ صفحہ ۳۵
پر) وے از انجا کو چیدہ بیسوستان متوطن و مدفون
گردید، تا اکنون مرجع اہل اللہ است

مقبرہ کے صحن میں نیلی ٹائلیں لگی ہیں۔ بعض دیواروں پر مصطبے بنے ہوئے ہیں۔ اور ان پر بھی یہی ٹائلیں پیوست ہیں۔ مغربی دیوار پر یہ کتبہ نظر آتا ہے۔

بدور شہنشاہِ شاہ جہاں خدیوے خرد مند صاحبقراں
چو خلد بریں روضہ شاہ چھٹ بنا کرد نواب دیندار خاں
زسال بنایش طلب داشتند
بہشتے بروئے زمیں گفت عثماں (کذا)

آخری مصرعہ وزن پر صحیح نہیں اترتا۔

غارِ اعتکاف

اسٹیشن سہوان سے نصف میل جنوب کو ایک پہاڑی پر خوش منظر غار ہے۔ ریلوے لائن پر گینگ کام کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ یہ غار کیسی ہے۔ ایک بوڑھے آدمی نے جواب دیا۔ حضور یہ نبی پاک کے چار یاروں کی غار ہے۔ اس میں وہ مدتوں تک عبادت کرتے رہے تھے۔ مجھے اس کے جواب پر ہنسی آئی۔ کیونکہ میں تحفۃالکرام کا یہ بیان پڑھ چکا تھا۔ کہ

"وانجا چہار یار اعنی مخدوم عثمان، شیخ بہاءالدین
شیخ فریدالدین و سید جلال بمکا شفاف نشستہ اند"

(تحفۃالکرام ج ۳ بذیل سیوستان)

Marfat.com

میرا بڑا لڑکا محمد علی خاں میرے ہمراہ تھا ۔ ہم لمبے لمبے ڈگ بھرتے پہاڑی پر پہنچے ۔ اس کے پاس مجاوروں کے جھونپڑے بنے ہوئے تھے ۔ ہمیں دیکھ کر ایک مجاور لپک کر آ گیا ۔ ہم اس کی راہنمائی میں سیڑھیاں طے کرتے غار کے دھانے پر جا پہنچے ۔ پہلے ہم ایک چھوٹی سی غیر مسقف مسجد میں داخل ہوئے ۔ جس میں بیک وقت چھ آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں ۔ غار اندر سے مدور ہے اور ایک ستون پر قائم ہے ۔ اس کے مغرب میں محراب ہے جس میں ایک مصلّیٰ رکھا ہے غار کی ہئیت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ چاروں بزرگوار اس میں بیک وقت آسانی سے مصروف عبادت رہ سکتے ہونگے ۔ موسم گرما میں دن کو یہ غار ٹھنڈا رہتا ہے ۔ یہاں دوگانہ ادا کرنے کے بعد ہم غار کی چھت پر گئے ۔ تحفۃالکرام میں پڑھا تھا ۔ کہ ,, مردم بسیر وصفا انجا روند و برسقفش نظارہ کنند،، واقعی عجیب سیرگاہ ہے ۔ حضرت غوث‌العلمین اور ان کے یاران بے ریا دن غار میں بسر کرتے تھے ۔ اور رات اس سقف پر نوافل و اذکار اور تسبیح و تہلیل میں کٹتی تھی ۔ چھت کے چاروں گوشوں پر چار مینار ہیں ۔ جو دور سے نظر آتے ہیں ۔ طرز تعمیر فیروز شاہی ہے ۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ انہیں ان چار یاروں کی یاد تازہ کرنے کے لئے تعمیر کیا گیا ہے ۔ سامنے دوسری بلند پہاڑی پر جمال مروندیؒ کا مزار نظر آتا ہے ۔ تاریخ میں اس مرد مجاہد کا کہیں ذکر نہیں ملا ۔ ہو سکتا ہے ۔ کہ یہ حضرت غوث‌العلمین اور ان کے یاروں کا خدمت گار ہو ۔ اور انکی غلامی میں ہی اسکی روح اعلیٰ علیین کو پرواز کر گئی ہو ۔ بہر حال اس غار سے اس مزار کا تعلق ضرور ہے ۔

Marfat.com

چشمۂ واھی

ہم اس غار سے ریلوے لائن کے راستہ سے لال باغ کو گئے۔ یہ اول ندی کے بائیں کنارے ایک مختصر سا باغ ہے۔ جو چشمہ واھی سے سیراب ہوتا ہے۔ اس میں آم اور کھجوروں کے کافی درخت موجود ہیں۔

اس میں مخدوم لال شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ کی ایک بیٹھک ہے۔ مشہور ہے کہ آپ کافی مدت یہاں معتکف رہے تھے۔ میں نے سیرت حضرت غوث العلمین میں ''معارج الولایت'' کے حوالہ سے مخدوم لال شہباز کے بارہ میں لکھا تھا۔ کہ چوں جذب و مستی بغایت داشت پابند احکامِ شرع نبود لیکن جب میں نے یہاں آکر چپے چپے پر انکی عبادت گاہیں دیکھیں۔ تو مجھے ''معارج'' کی صحت پر یقین نہ رہا۔ اور پھر وہ ذات گرامی جو حضرت غوث العلمین جیسی سرکار شریعت کی صحبت میں ایک دو دن نہیں کئی سال بسر کر چکی ہو۔ اس سے متعلق اس قسم کی رائے تہمت نہیں تو کیا ہے؟ میر حاجی محمد بخش صاحب* تالپور ایم ایل اے میر پور خاص نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت پر احکام شرع پر پابند نہ رہنے کا الزام بے اصل ہے۔

لال باغ پانی کی جس سوت سے سیراب ہو رہا تھا ہم اس کے

* میر حاجی محمد بخش صاحب تالپور ایم ایل اے (میر پور خاص) اسلامی تاریخ سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ چونکہ سہوان ان کے بزرگوں کی عملداری میں شامل رہا ہے۔ اس لئے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ان کی واقفیت خاصہ وزن رکھتی ہے۔

Marfat.com

کنارے کنارے روانہ ہوئے ۔ دو فرسنگ کے فاصلے پر آٹھ کنال کے لگ بھگ سطح مرتفع کا ایک ایسا حصہ آگیا ۔ جس کو جہاں سے کریدتے ۔ پانی رسنے لگ جاتا ۔ اس چشمہ سے متعلق صاحب تحفۃالکرام کا نوٹ یہ ہے :۔

"بر کوھش چشمہ واھی از عجائبات است ۔ اکثر ارباب امراض بغلش شفا یابند ۔ ھموارہ بریک قرار آبش پُرو جائے آمدنِ آب محسوس نہ ، ھنود آنجا پرستش در ایام معہود ھجوم کنند"۔

پاس ہی پختہ اینٹوں سے ایک چھوٹا سا تالاب نظر آیا ۔ ہم وہاں گئے ۔ تبرکاً دو تین گھونٹ پانی کے پئے اور لوٹ آئے ۔

Marfat.com

امیر حسینی ؒ بہرات رسید

حضرت غوث العلمینؒ کے اس محبوب اور نامور مرید کا تفصیلی ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ شیخ کے وصال کے بعد یہ بھی اپنے وطن مالوف ھرات چلے گئے۔ آپ کی خانقاہ کا چرچا دور دور تک پھیل گیا اور ہزاروں گمراھوں نے آپ کی توجہ سے ھدایت حاصل کی۔ دولت شاہ اپنے تذکرہ میں حضرت کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:-

"سالک مسالکِ دیں و عارف اسرارِ یقین است در کشف رموز حقائق و دقائق، کنز معانی بودہ و در فضیلت و علوم جنید ثانی، خاطر پر نور او گلشن راز، طوطی نطق او عندلیب خوش آواز *"

مولانا جمالیؒ لکھتے ہیں:-

در عہد او کسے در نواحی خراسان در علم و معرفت و روش مشیخت ہمتائے او نبود و ریاضتے عظیم و عبادتے مستقیم داشت۔

یعنی ان کے زمانے میں خراسان کے مضافات میں کوئی درویش ان کے مرتبہ کا نہ تھا۔ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں، کہ:-

جب شیخ الاسلام زکریا قدس سرہ سید جلال تبریزی کے تصفیہ کے لئے دھلی تشریف لے گئے۔ تو میر حسینیؒ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے اس ناگوار واقعہ کو تفصیل سے قلمبند کیا ہے۔

* تذکرہ دولت شاہ صفحہ ۲۲۲ -

سیرالعارفین کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

"و چنین استماع است که آنچه حضرت شیخ الاسلام بہاءالدین ذکریاؒ در عہد سلطان شمس الدین التمش از جہۃ قضیہ محضر حضرت شیخ جلالؒ تبریزی دہلی رفتہ بودند تمام کیفیت بتفصیل مرقوم نمودہ اند۔"

ایک روایت کے بموجب آپ کو بھی حضرت غوث العلمینؒ کی دامادی کا شرف حاصل تھا۔ سہ

وفات

"نفحات الانس" کے نزدیک آپ کی وفات ۱۶ شوال ۷۱۸ھ کو ہوئی۔

دولت شاہ ۷۱۹ھ لکھتا ہے۔ لیکن ان کی تصنیف زادالمسافرین کے مندرجہ ذیل شعر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ ۷۲۹ھ تک زندہ تھے۔ شعر یہ ہے۔ سہ

در ہفت صد و بست و نہ ز ہجرت
گشت آخر ایں کتاب ختمت*

مولانا جامیؒ نے بھی ہرات پہنچ کر آپ کے مزار پرانوار پر حاضری دی ہے فرماتے ہیں:۔

مزار مبارک سید صاحب** کا موضع ہری پور میں واقع ہے۔ اس دیار کے لوگ انکی زیارت کے واسطے جایا کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ ان کا مرقد منور زائر کے بے جان جسم میں تازہ روح بخشتا ہے عجب

* فہرست کتب خانہ شاہ اودھ صفحہ ۴۳۰۔
** سید صاحب عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہم کے گنبد کے باہر مدفون ہیں۔

دلکشا اور جانفزا مقام ہے۔ جن ایام میں یہ ضعیف جمالیؒ ھری پور میں پہنچا تھا۔ اس وقت مولانا عبدالرحمان جامی اور مولانا عبدالغفور قدس اسرارھم بھی سیّد صاحب کی زیارت کیلئے تشریف لائے تھے۔ زیارت کے بعد ھم سب نے ملکر اس جگہ ظہر و عصر کی نماز ادا کی اور بڑا فیض حاصل کیا *

نمونۂ کلام

حضرت غوث العلمین کے تذکرہ میں میر حسینیؒ کی تصانیف کا ذکر ہو چکا ہے یہاں مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق زادالمسافرین کی ایک حکایت درج کرتے ھیں۔

این طرفہ حکائیست بنگر ۔ روزے ** ز قضا مگر سکندر
مے رفت و همه سپاہ با او ۔ صد حشمت و مال و جاہ با او
ناگہ بخرابۂ گذر کرد ۔ پیرے ز خرابہ سر بدر کرد
پیرے کہ نہ کہ آفتاب پرنور ۔ در چشم سکندر آمد از دور
پرسید کہ این چہ شاید آخر ۔ این کیست کہ مے نماید آخر
در گوشۂ این مغاک دلگیر ۔ بیہودہ نہ باشد این چنیں پیر
چوں راند بداں مغاک چوں گور ۔ پیر از سر وقت خود نہ شد دور
چوں باز نہ کرد سوئے اوچشم ۔ پرسید سکندرش بصد خشم
گفت اے شدہ غول این گذرگاہ ۔ غافل چہ نشستۂ دریں راہ
بہرچہ نہ کردی احترامم ۔ آخر نہ سکندر است نامم

---

* اردو ترجمہ سیرالعارفین۔

** تذکرہ دولت شاہ میں یہ مصرع اس طرح ہے ع روزے مگر از قضا سکندر

Marfat.com

دانی که منم به بختِ فیروز - پشت همه روئے عالم امروز

دریا دل و آفتاب رایم - فرق فلکست زیر پایم

پیر از سر وقت بانگ بر زد - گفت این همه نیم جو نیرزد

نه پشت نه روئے عالمی تو - یکدانه زِ کشتِ آدمی تو

دوران فلک که بے شمار است - هر ساعتش از تو صد هزار است

نه غول و غا فلم دریں گوئی - هشیار تراز توام به صد روئی

از روز پسیں چو آگهم من - چون منتظر آن دریں اهم من

غافل توئی کز برائے پیشی - مغرور دو روزه عمر خویشی

چون آخر کار ها جدائیست - با خلق مرا چه آشنائیست

دو بنده من که حرص و آزند - بر تو همه روز سر فرازند

با من چه برابری کنی تو - چون بندهٔ بندهٔ منی تو

گریان شد ازیں سخن سکندر - بفگند کلاه شاهی آذر

از خجلتِ خود نفیر مے زد - سر بکف پاے پیر مے زد

پیر از سرِ حال راه نمودش
کاندر همه وقت یاد بودش

آتشکدہ میں کچھ اور اشعار بھی درج ہیں۔ مثلاً

بخدا که درد مندم زغم فراق یارا
نه خلاف گوید آنکس که حکم کند خدارا

Marfat.com

شیخ اسمٰعیل قریشیؒ عمر پور میں

(درگھ اور ڈھول اقوام میں سہر وردی سلسلے کا پہلا داعی)

آپ ذات کے قریشی صدیقی اور مادر زاد ولی تھے۔ موضع حجرہ (سندھ) میں پیدا ہوئے۔ دس برس کی عمر میں حضرت غوث العلمینؒ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بیس برس کے ہوئے تو حضرت نے انہیں شھنی (مقام اتصال دریائے چناب و ستلج) کے جنگل میں چلہ کشی پر مامور فرمایا۔ زاں بعد اقوام درگھ اور ڈھول کی اصلاحِ احوال پر متعین ہوئے۔ آپ نے ہزارھا گم گشتگان بادیۂ ضلالت کو صراط المستقیم پر گامزن کیا۔ اور اسّی (۸۰) برس کی طویل عمر پا کر راھگرائے عالمِ جاودانی ہوئے۔ آپ کی خانقاہ عمر پور میں ہے۔ اور فیوض و برکات کا سر چشمہ بنی ہوئی ہے ہر سال اساڑھ کے سہینہ میں یہاں زبردست میلے لگتے ھیں۔ ۱۰ اور ۲۲ اساڑھ کے میلے خاص طور پر قابل ذکر ھیں۔

شیخ اسمعیلؒ کو اپنے شیخ طریقت سے والہانہ محبت تھی۔ اگرچہ حضرت غوث العلمینؒ کے لنگر خانہ میں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ لیکن یہ بزرگوار ایک عرصہ تک دودھ کا مٹکا گھر سے سر پر اٹھا ملتان پہنچاتے رہے۔ ایک رات سرِ شام گھٹا چڑھ آئی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام عالم تیرہ و تار ہو گیا۔ شیخ اسمعیل اسی عالم میں ملتان کو روانہ ہو پڑے۔ اس وقت ہر طرف تہ بہ تہ اندھیرا چھا رہا تھا۔ سیاھی کے بے پایاں سمندر میں موسلا دھار بارش کے تھپیڑے سہتا ، بادلوں کی گھن گرج ، رعد کی کڑک اور بجلی

Marfat.com

کی چمک میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا بارگاہِ غوثیہ کا یہ مجاھد چلتا ھی رھا۔ یہاں تک کہ کافی رات گئے راوی کو عبور کر کے خضری دروازے پر جا پہنچا۔ پہرے دار ان کو خوب پہچانتے تھے۔ انہیں دیکھتے ھی کھڑکی کھول دی۔ شیخ اسمعیل سپاھیوں کو سلام کہ کر اندر داخل ہوئے۔ اور بڑی سرعت سے حضرت کے لنگر خانے کی طرف لپکے۔ ابھی تک بارش کی رم جھم جاری تھی۔ ھر طرف ھُو کا عالم طاری تھا۔ خانقاہ کے چند حجروں سے درویشوں کے اوراد و اذکار کی آواز آ رھی تھی۔ شیخ یہاں سے گذر کر حجرہ شریف کے پاس پہنچے ھی تھے۔ کہ حضرت غوث العلمینؒ برآمدے میں کھڑے نظر آئے۔ ایسے گویا انہی کا انتظار کر رھے ھیں۔ خداوند مجازی کو دیکھتے ھی سفر کی ساری کلفت دور ھو گئی۔ دودھ کا مٹکا اُتار کر ایک جانب رکھا اور اپنے آپ کو اسی حالت میں مرشد کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت نے لپک کر شیخ اسمعیل کو اُٹھا کر سینے سے لگایا۔ اور شفقت سے فرمایا کہ ”اس قدر تکلّف کی کیا ضرورت تھی!“

”حضور! میں نے کیا تکلف کیا۔ تکلیف تو حضور کو ھوئی۔ کہ برستی بارش میں برآمدے میں کھڑے غلام کا انتظار فرماتے رھے۔ یہ دودھ کا مٹکا تو بہانا ھے۔ اصل غرض تو سرکار کی زیارت ھے۔ اس کے بعد سفر کی کلفت کا احساس کیونکر ھو سکتا ھے! یہ شب تار بادل کی گھن گرج، تیز و تند طوفان، باد مخالفت کے تھپیڑے تو وادئی عشق میں طالب صادق کو مزا دیتے ھیں۔“

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
شرط اول قدم آن است کہ مجنوں باشی

یہ شب دیجور شیخ اسمعیل کے لئے شب وصال سے کم نہ تھی۔ بلکہ یہ رات اسکی خوش بختی کی پہلی رات تھی۔ مرشد کامل نے آغوش میں کیا لیا*۔ اسکی دنیا کو بدل ڈالا۔ اور وہ بیک طرفۃالعین کہیں سے کہیں جا پہنچا۔

یہ صحیح ہے کہ آج حضرت غوث العلمینؒ جیسے پیر نہیں ملتے لیکن شیخ اسمعیلؒ جیسے مرید کہاں ہیں۔ جو گھٹا ٹوپ اندھیری رات میں دودھ کا مٹکا سر پر، برستی بارش میں، گھٹنے گھٹنے پانی میں پینتالیس میل چل کر مرشد کے حضور میں پہنچیں۔ اور ایک دو دن نہیں اس نہج پر زندگی کا غالب حصہ گذار دیں۔ شاعر مشرق کا یہ قول اپنے اندر کتنی صداقت رکھتا ہے۔ ؏

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

جن لوگوں کے اندر سچی تڑپ موجود ہے وہ قحط الرجالی کے اس دور میں بھی اہل اللہ سے اپنا نصیبہ وصول کر رہے ہیں۔ دنیا خدا کے نیک بندوں سے خالی نہیں۔ ہر محکمہ، ہر طبقہ اور ہر گروہ کے اندر مردان خدا موجود ہیں۔ نظر چاہئے بقول کسے ؎

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

* حضرت کی وفات کے بعد ایک بزرگ باوا گوری نام دھلی سے اس نواح میں تشریف لائے۔ اور کشف سے اس خانقاہ کی برکت دیکھ کر متعلقین سے وصیت کی۔ کہ مرنے کے بعد مجھے یہاں دفن کرنا چنانچہ یہ درویش حضرت کی آغوش میں محو خواب ہے۔ فریدی

Marfat.com

علّامہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی عقیدت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ایک اور مقام پر اپنے فرزند ارجمند جاوید اقبال کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ؎

ترسم ایں عصرے کہ تو زادی دراں
در بدن غرق است و کم داند زجاں
چوں بدن از قحط جاں ارزاں شود
مردِ حق در خویشتن پنہاں شود
در نیابد جستجو آں مرد را
گرچہ بیند رو برو آں مرد را
تو مگر ذوق طلب از کف بدہ
گرچہ درکار تو افتد صد گرہ*

* اے نور چشم ! یہ دَور جس میں کہ تو پیدا ہوا ہے ''بدن'' کی کائنات (ارتقائے مادہ یعنی مادہ پرستی) میں غرق ہے اور روح سے کم تعلق رکھتا ہے۔ روح کے قحط کے باعث جب جسم سستا ہو جاتا ہے تو مرد حق اپنے آپ میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ پھر اگرچہ وہ سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ ظاہر بین نگاہیں اسے پہچان نہیں سکتیں۔ اس لئے تو ذوق طلب کو ھاتھ سے نہ دے۔ اگرچہ تیری راہ میں سینکڑوں مشکلات حائل کیوں نہ ہوں۔

Marfat.com

حضرت غوث العلمینؒ کی حاضر باش خلفاء

پیر عمر سہروردی

سندھ سے شیخ عمر نام ایک نوجوان حضرت غوث العلمینؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہؤا ۔ اور آستانِ غوثیہ پر پڑ رہا ۔ ایک مرتبہ حسن اتفاق سے کیمیا اثر نظر کچھ اس انداز سے اس درویش پر پڑی ۔ کہ یہ جوان ، طریقت اور معرفت کے فلک الافلاک پر پہنچ گیا ۔ حضرت غوث العلمینؒ کی زندگی میں سایہ کی طرح ساتھ لگا رہا ۔ اور جب حضور رفیق اعلیٰ کو لبیک کہہ گئے ۔ تو پھر حضرت کے مسند نشین شیخ العارفؒ کی خدمت میں حاضر رہنے لگا ۔ آخری دنوں میں ایک نواب کی اہلیہ حاضر ہوئی ۔ اور بولی سرکار دعا کیجئے ، نواب کی توجہ ادھر ہو جائے ۔ آپ نے ایک ٹھیکری اٹھائی ۔ اور اس پر لکھا ۔ کہ " اگر نواب اپنی بیگم سے محبت کرے تو عمر کو کیا اور اگر نہ کرے تو کیا ! " بیگم سے کہا کہ اسے اپنے پاس رکھ ۔ اس کا نتیجہ یہ ہؤا ۔ کہ نواب اس سے محبت کرنے لگ گیا ۔ بیگم نے شکرانے کے طور پر اشرفیوں کا ایک تھال آپ کی خدمت میں لا کر پیش کیا ۔ آپ نے ایک اشرفی اٹھا کر منہ میں ڈال لی ۔ بیگم نے عرض کی ۔ حضور ! یہ کھانے کی چیز نہیں ۔" آپ نے فرمایا "تو پھر تم لائی کیوں ہو؟" بیگم نے جب زیادہ اصرار کیا ۔ تو فرمایا کہ "یہ اشرفیاں واپس لے جاؤ ۔ اور فقیر کو قبر کے لئے کچھ زمین دلا دو" ۔ چنانچہ اس خاتون نے شیخ العارفؒ کے محلات کے مشرق میں ایک وسیع و عریض قطعہ اراضی حضرت کی

نذر کر دیا۔ آپ وفات کے بعد اسی جگہ دفن ہوئے۔ رفتہ رفتہ یہ اراضی بہت بڑے قبرستان کی صورت میں تبدیل ہو گئی۔ جو اب گورستان پیر عمرؒ کے نام سے مشہور ہے۔

بانگا بلال فوت شد

مولانا محمدؒ حضرت غوث العلمینؒ کے مؤذن تھے۔ رنگ کے سانولے اور آواز پر بھی حجازی جھلک غالب تھی۔ اس لئے حضرت شفقت سے انہیں بانگا بلال کہہ کر ہی پکارتے تھے۔ خمس الاوقات سرکار غوثیہ میں حاضر رہنے کے سبب بڑے مرتبہ کو پہنچ گئے تھے۔ اکابر خلفاء اور نامور مرید ان کا ادب کرتے تھے۔ شیخ العارفؒ کے زمانے میں ان کا انتقال ہؤا۔ سارا شہر جنازہ پر جمع تھا۔ حضرت عارف باللہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اهل محلہ کی استدعا پر انہیں اسی حجرہ میں دفن کرا دیا۔ جس میں وہ رہا کرتے تھے۔ یہ محلہ آپ کے نام سے ہی موسوم ہو کر رہ گیا۔ اب محرّف ہو کر بانگا بلیل کہلاتا ہے۔

جے توں بہت آوتاولا منگ شاهد شہید

یہ بھی حضرت غوث العلمینؒ کے حاضر باش غلام تھے۔ حضرت غوث العلمینؒ انہیں بمثل اولاد کے عزیز جانتے اور اعتماد کرتے تھے۔ حضرت کے بعد شیخ العارفؒ کے معتمد علیہ بنے رہے۔ اور انہی کے زمانہ میں ہی داعی اجل کو لبیک کہ کر دهلی دروازہ کے اندر دفن ہوئے۔ ان سے متعلق آج تک ایک مقولہ مشہور چلا آتا ہے۔

اندر غوث بہاء الحق باهر قطب فریدؒ

جے توں بہت اوتاولا منگ شاهد شہید

خواجہ حسن افغانؒ

یہ حضرت غوث العلمینؒ کے محبوب مرید اور ممتاز خلیفہ تھے۔ ان کا کچھ حال پہلی جلد میں بھی آ چکا ہے۔ مولانا جامی لکھتے ہیں۔ کہ یہ حضرت کوہ سلیمان* کے دامن کے باشندے تھے۔ انہوں نے بڑی عمر پائی تھی۔ حضرت قطب الاقطاب کے زمانہ میں ان کا وصال ہؤا۔ مخزن افغانی کے قلمی نسخہ میں آپ کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ افغان نہیں بلکہ سید** تھے۔ اس کتاب میں آپکا نسب اس طرح درج ہے :۔

سید حسن المعروف خوندی بن ابو محمد بن سید علی بن سید جعفر بن موسیٰ بن ابراھیم اصغر بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین بن حسین بن علی رضوان اللہ علیہم اجمعین صاحب مخزن افغانی لکھتے ھیں کہ کوہ سلیمان کی تلہٹی کا ایک افغان دادی خاں گھوڑے خریدنے کے لئے قندھار گیا ہؤا تھا۔ وھاں ایک سرائے میں اسکی ملاقات خجند کی ایک عصمت مآب خاتون سے ھوئی۔ اس کا خاوند فتنہ تا تار کی نذر ھو چکا تھا اور وہ اپنے کمسن بچے سید حسن کے ھمراہ ملتان جا رھی تھی۔ دادی خاں نے اسے تسلی دی۔ اور کہا کہ میں تمہیں تیری بہن کے ھاں ملتان پہنچا دونگا۔ چنانچہ گھوڑے خریدنے کے بعد دادی خاں اس مستورہ کو اپنے ھمراہ ملتان لے آیا۔ یہ بی بی جوان اور بہت خوبصورت تھی۔

* او مردے کوھستانی بودہ است کہ دراں افغانستان سکونت دارند و آں کوہ را کوہ سلیمان مے نامند۔ (سیر العارفین)

** تاریخ بلوچستان صفحہ ۱۳ ۔

بڑی بہن نے اسے شادی کا مشورہ دیا۔ اور ساتھ ہی یہ کہا۔ کہ اگر تو میرا مشورہ مانے تو اسی جوان سے شادی کرلے۔ جو تجھے اپنے ہمراہ لایا ہے۔ چنانچہ وہ خاتون دادی خاں کے نکاح میں آ گئی۔ اور خان اسے اپنے وطن میں لے آیا۔ صاحب مخزن افاغنہ دادیِ خاں کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

دادی سہ پسر داشت دو اصلی و یک وصلی دمر،
حمرا و آنکه وصلیت حسن نام بود که بخوندی اشتہار داشت

خلاصہ یہ کہ دادی خاں نے سید حسن کی والدہ سے شادی کر لی اور لوگ اسے بھی افغان سمجھنے لگ گئے۔

بیائید ! ھر کرا خدا بد ھد !!

یہ حسن جوان ہو کر بڑا چالاک نکلا اور غرغشتیوں کے ساتھ مل کر ڈاکے ڈالنے لگا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے دل میں خدا کا خوف پیدا ہوا۔ اور اپنی والدہ سے مرخص ہو کر ملتان کو چل دیا۔ ان دنوں اس نواح میں حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کی بزرگی کا چرچا ہو رہا تھا۔ یہ بھی ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے۔ ایک اور بزرگ حسنؒ نام اس آستان پر مقیم تھے۔ انہوں نے حضرت شیخ الاسلام سے عرض کی کہ مدت سے یہ آرزو رکھتا ہوں ''حضور حق'' کے وقت اس خاکسار کو نعمت حق سے بہرہ ور* فرمائیں۔

* یا پیر دستگیر ! مدتے است آمید دارم کہ در وقت حضور حق آیں خاکسار را از نعمتِ حق بہرہ ور سازی۔ (مخزن افغانی)

Marfat.com

حضرت غوث العلمینؒ نے فرمایا "رات کے آخری حصے میں حاضر ہونا۔!" سیدحسن پیر و مرید کے راز و نیاز کی باتوں کو سن رہے تھے۔ وہ حجرہ میں وقت کے انتظار میں بیٹھ گئے اور آفتابہ پانی سے بھر کر رکھ لیا۔ رات کے آخری حصہ میں میاں حسن پر نیند نے غلبہ کیا اور وہ سو گئے۔ سید حسن حاضر تھے۔ اور وقت کا انتظار کر رہے تھے۔

ایک تہائی رات رہتی تھی۔ کہ غوث العلمین نے میاں حسن کو آواز دی۔ مگر وہ تو پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ بخت بیدار خواجہ حسن پانی لے کر گیا۔ اس نے بڑے ادب سے سرکار کو وضو کرایا۔ پھر آکر اپنی جگہ پر بیٹھ رہا۔

کچھ دیر گذری تھی کہ دفعتاً حجرہ شریف سے با عظمت گونج اٹھی "حسن !"

خواجہ حسن نے عرض کی "لبیک"

فرمایا "کون حسن۔۔۔!" *

حسن خاموش رہا۔

تین مرتبہ حضرت نے آواز دی اور خواجہ حسن جواب میں عرض کرتا "لبّیک" لیکن جب حضور فرماتے "کون حسن !" تو پھر چپ ہو جاتا اور جواب نہ دیتا۔ چوتھی مرتبہ فرمایا

"بیائید ! هر کرا خدا بد هد !!"

حسن تو اسی اشارے کا منتظر تھا لبیک کہہ کر اندر پہنچا اور قدموں میں گر پڑا۔ حضرت نے اٹھا کر گلے سے لگایا۔ اور شفقت سے ایسی توجہ فرمائی کہ تمام جہاں اس پر کشف ہو گیا۔ فرمایا

* آئے جسے خدا دینا چاہتا ہے۔

Marfat.com

کہ "ملا نورباف کے پاس جا ۔ اور اپنا قصہ اُس سے بیان کر ۔!"
جب حسن وھاں حاضر ھؤا ۔ تو اس نے کہا
"اے بھائی! میں کیا جانوں، اتنا معلوم ہے کہ
کپاس کو صاف کرتے ھیں تو تاگا عمدہ بنتا ہے ۔"
اس عارفانہ گفتگو سے خواجہ حسن نے معلوم کر لیا ۔ کہ مجھے محنتِ شاقّہ کا حکم ھؤا ہے ۔ اس پر خواجہ نے بڑی ریاضتیں کیں اور عمر کا بیشتر حصہ پیر کے قدموں میں بسر کیا ۔ یہاں تک کہ مرتبہ ولایت پر فائز ھؤا اور وہ درجہ پایا کہ حضرت غوث العلمینؒ فخر سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کے دن مجھ سے سوال ھؤا کہ تم دنیا سے کیا تحفہ لائے ھو تو عرض کرونگا کہ خواجہ حسن کا صدق اور صحیح اعتقاد لایا ھوں ۔!"
جب فقر و ولایت کی تکمیل ھو چکی تو شیخ الاسلام نے حکم دیا کہ افغانوں میں جا کر تبلیغ کرو ۔ خواجہ حسن مرشد کے حکم سے ملتان کی درو دیوار پر حسرت کی نظر ڈالتے ھوئے غرغشتیوں کے قبائل میں تشریف لے گئے ۔ انہیں نیکی کا راستہ دکھایا اور اپنے زھد و ورع کے سبب خوندی کے لقب سے مشہور ھوئے ۔ مخزن افاغنہ کے الفاظ یہ ھیں :۔

"حسنؒ مدتے ریاضت کشید و در خدمت پیر مدتے گذرانید تا آنکہ بولایت رسید، حضرت غوث العلمینؒ فرمود برو! در قومِ افاغنہ ھدایت حق بکن! حسنؒ بحکم شیخ بہاء الدین زکریا رخصت شدہ در قوم غرغشتیاں درآمد و خلق را ھدایت کردن گرفت۔ در اصل ارجمند بود، در عالم بخوندی شہرت یافت ۔

حضرت غوث العلمینؒ اپنے اِس محبوب مرید کو شفقت کے سایہ میں لئے پڑے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ خواجہ حسن ضعیفی کے زمانہ میں پھر ملتان تشریف لے آئے ہونگے اور بقیہ زندگی قبہ ابیض کے سایہ میں دفن ہونے کی آرزو میں یہیں بسر کر دی ہو گی۔ رحمة اللہ علیہ۔

یہ چند شخصیتیں ایسی ہیں جو سیرت کے اوراق پر لائی جا سکی ہیں ورنہ حضرت غوث العلمینؒ کے خلفاء اور مریدوں کا شمار کیونکر ہو سکتا ہے۔ ملتان کا چپہ چپہ اپنے دامن میں ایسے بزرگوں کو لئے پڑا ہے جو سرکار غوثیہ کے منظورِ نظر اور حاضر باش غلام تھے۔ حضرت کے فیضان سے دین دنیا کی سعادتیں لپیٹ محبوب حقیقی سے جا ملے۔ اسی بنا پر صاحبدل ملتان کے ذرہ ذرہ کو سرمۂ ہدایت سمجھتے اور جانتے ہیں یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت غوث العلمینؒ بے اختیار پکار اٹھے تھے۔

ملتان ما بجنّت اعلیٰ برابر است

آهسته پابنه که ملک سجده مے کنند

سرزمین ملتان

ملتان ما بجنت اعلیٰ برابر است
آہستہ پا بنہ کہ ملک سجدہ می کنند

عروس البلاد ملتان کی مختصر مگر جامع تاریخ

سرزمینِ ملتان کو تاریخ پاک و ہند میں جو امتیازی درجہ حاصل ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ اِس گرانقدر تصنیف میں عُروس البلاد ملتان کی تاریخی حیثیت واضح کرنے کے علاوہ ان اولیائے کرام و صُوفیائے عظام کی سچّی اور دِلگداز داستانیں تفصیل سے پیش کی گئی ہیں، جو حیاتِ سرمدی کی چادر تانے اِس شہر میں محوِ خواب ہیں۔

از مولانا نُور احمد خاں فریدی

مجلد دُو روپے آٹھ آنے — بے جِلد دُو روپے

ناشر منیجر قصرالادب، جگووالہ براہ لودھراں ضلع ملتان

سنہ ۶۸۳ھ

فقر و شاہی کا تصادم

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُسکے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اقبالؔ

Marfat.com

۶۸۳ھ میں حضرت غوث العلمینؒ کے تقریباً تمام خلفاء رخصت ہو چکے تھے - اور نئے متلاشیان حق نے ان کی جگہ لے لی تھی - حضرت عارف باللہؒ انکی تربیت میں مصروف تھے خواجہ احمد معشوقؒ قطب الاقطاب شیخ رکن الدینؒ سلطان التارکین حمیدالدین حاکمؒ شیخ صلاح الدین درویشؒ، شیخ علاءالدینؒ اور خواجہ حسام الدینؒ جیسے اکابر صوفیاء نے خانقاہ غوثیہ کا نظام سنبھال رکھا تھا۔ اگرچہ شیخ العارفؒ خزانہ میں کچھ جمع نہیں ہونے دیتے تھے - اس کے باوجود روزانہ ہزاروں آدمی لنگر سے کھانا کھاتے اور سینکڑوں نقد و جنس کی صورت میں امداد پاتے تھے - اس سال ملتان کا گورنر جو سلطان غیاث الدین بلبن کا ولیعہد بھی تھا - کسی غلط فہمی کی بنا پر حضرت سے بگڑ بیٹھا اور یہ صورت حال روز بروز شدت اختیار کرتی چلی گئی - یہاں تک کہ ایک دن وہ اپنے تمام لاؤ لشکر کے ساتھ خانقاہ عالیہ پر چڑھ آیا - کشت و خون کا بازار گرم ہونے کو تھا کہ عین موقع پر قادر قیوم نے چنگیزی افواج کو بھیج دیا جنہوں نے شہزادے کو سنبھلنے کی فرصت تک نہ دی اور وہ لڑتا ہؤا مارا گیا - اس واقعہ کے چار پانچ سالوں کے اندر ہی اندر بلبن اعظم؛ معز الدین کیقباد سب مر کھپ گئے اور سلطنت خاندان غلاماں کے پنجۂ اقتدار سے نکل کر خلجیوں کے ہاتھوں میں چلی گئی - اس اجمال کی تفصیل دلچسپ بھی ہے اور عبرت انگیز بھی، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اہل اللہ سے الجھنے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے ! ہم

Marfat.com

سیرت غوث العلمینؒ میں بیان کر چکے ہیں کہ اعزالدین بلبن کی معزولی کے بعد سلطان ناصر الدین محمود نے نواب شیر خاں کو ملتان کا صوبیدار مقرر کیا تھا یہ اس دور کا نامی گرامی جرنیل تھا اور شمال مغربی سرحد کے لئے فصیل کا کام دے رہا تھا - اس نے جاٹوں ، گکھڑوں ، بھٹیوں اور دیگر سرکش قوموں کو مار دھاڑ کر ایسا ڈرا دیا تھا کہ وہ لوگ چوہوں کی طرح بل ڈھونڈتے پھرتے تھے - اس نے بھٹنیر* اور بٹھنڈہ کے قلعوں کی از سر نو مرمت کرائی اور سرحدی دروں پر فوجی اڈے مقرر کئے - ان کے علاوہ اور بہت سی حفاظتی تدابیر اختیار کر کے دھلی کو مغلوں کے حملوں سے بے خوف کر دیا تھا - چونکہ دارالسلطنت میں شمسی امراء کو بغاوت کے ادنیٰ سے گمان پر بھی قتل کر دیا جاتا تھا - اس لئے شیر خاں نے عمر بھر دھلی کا رخ** نہ کیا - اس نے مستقل طور پر ملتان کو ہی اپنا وطن بنا لیا تھا - قلعہ کے غرب میں دور دور تک اسکے محلات*** کا سلسلہ چلا گیا تھا - اس کے دورویہ سر سبز اور شاداب باغات تھے - جن میں کابل سے انگور اور کشمیر سے سیب اور ناشپاتی کے درخت منگوا کر لگوائےگئے تھے - شہر کو بارونق بنانے میں شیر خاں نے اپنی تمام توجہ صرف کر رکھی تھی - اس سے پہلے

* ایلیٹ کی تحقیق کے مطابق بھٹنیر "بھیرا" کا ہی قدیم نام ہے -

** تاریخ ہند از مولانا ذکاءاللہ -

*** مرور زمانہ سے وہ محلات اور باغات تو نہیں رہے - البتہ کوٹلہ تغلق خان کے پہلو میں ایک محلہ "ٹبی شیر خاں" کے نام سے ابتک مشہور چلا آتا ہے - ملتانی زبان میں "تودہ خاک" کو "ٹبی" کہتے ہیں - شیر خاں کے بعد یہ بنگلے غیر آباد ہو کر تودہ خاک بن گئے تھے جس پر لوگوں نے اسے "ٹبی شیر خاں" کے نام سے پکارنا شروع کر دیا - (مؤلف)

Marfat.com

بارش کے دنوں میں برسات کا پانی جمع ہو کر لوگوں کے لئے وجہ مصیبت بن جاتا تھا ۔ اور ویسے بھی گندے پانی کے نکاس کا کوئی تسلی بخش انتظام نہ تھا ۔ شیر خاں نے چھوٹی چھوٹی نالیوں کا پانی نکالنے کے لئے شہر کے اطراف میں بڑی بڑی بدرروئیں* تعمیر کرائیں ۔ ۶۶۴ھ میں اس کا چچا زاد بھائی غیاث الدین بلبن تخت نشین ہؤا ۔ اس کے دور میں شیر خاں کی قدر و منزلت اور بڑھ گئی ۔ اور یہ شاہی خاندان کا قابل قدر رکن بن گیا ۔ اسے فقراء سے چنداں عقیدت نہ تھی اس لئے حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر قدس سرہ العزیز اس کے بارے میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔ شعر

افسوس کہ از حال منت نیست خبر
آنگہ خبرت شود کہ افسوس خوری

ملتان کا نیا گورنر

شیر خاں کے مرنے** پر سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنے ولیعہد سلطان محمد کو قآن الملک کا خطاب اور چتر شاہی عنایت کرکے ملتان کا صوبیدار مقرر کیا ۔ اور امیر خسروؒ و خواجہ حسنؒ جیسے اکابر امراء بھی ساتھ کر دیئے ۔ اس سے پہلے یہ شہزادہ کوئل (علی گڈھ) اور اس کے چند اقطاع کا حاکم رہ چکا تھا ۔ وہاں اس نے اچھا انتظام کیا تھا ۔ نہایت حسین اور خوش اخلاق نوجوان تھا اس نے آتے ہی اہل ملتان کا دل موہ لیا ۔ اسکی مجلس ہمیشہ

* دھلی دروازہ کے اندر اب بھی ایک بدررو شیر خاں کے نام سے موسوم ھے ۔
** بعض مؤرخین کا بیان ھے کہ سلطان غیاث الدین بلبن نے بغاوت کے خدشہ کے پیش نظر اسے زھر دلا کر مروا ڈالا تھا ۔ (تاریخ ھند از مولانا ذکاءاللہ)

Marfat.com

علمائے کرام، مشائخ عظام اور شعرائے باکمال سے آراستہ رہتی تھی - اور یہ بھی انہیں انعام و اکرام سے خوش رکھتا تھا - حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ابھی زندہ تھے شہزادہ نے زاد راہ بھیج کر انہیں ملتان تشریف لانے کی درخواست کی مگر وہ پیرانہ سالی کے سبب تشریف نہ لا سکے - جواب میں گلستان اور بوستان کا ایک ایک نسخہ ارسال کیا - اور امیر خسروؒ کی سفارش فرمائی - فرشتہ لکھتا ہے کہ :-

> ''یہ شہزادہ اس قدر مہذب اور شائستہ تھا - کہ اگر کسی مجلس میں تمام دن رات بیٹھنا پڑتا تو بھی اپنا زانو اونچا نہ کرتا -''

ایک اور مقام پر رقمطراز ہے کہ :-

> ''زمانہ اس کے جُود و کرم کی وجہ سے بہار اور چمن بنا ہؤا تھا - اور اس کا (یعنی زمانہ کا) جیب و دامن نسرین و نسترین سے پر تھا -''

حضرت امیر خسروؒ کا بیان ہے کہ :-

> ''میں نے سخن فہمی، باریک بینی، ذوق صحیح اور متقدمین کے اشعار کی یاد داشت میں اس کے برابر بہت ہی کم لوگ دیکھے ہیں اسی قابلیت کے طفیل اس نے بیس ہزار منتخب اشعار کی بیاض مرتب کی تھی - اس زمانے میں یہ اتنی نادر اور بیش بہا خیال کی جاتی تھی کہ شعرائے عصر اس کو نقل کرنے کی آرزو رکھتے تھے *''

■ شہزادے کی وفات کے بعد سلطان غیاث‌الدین بلبن نے یہ بیاض امیر علی جامدار کو مرحمت فرمائی تھی- اس کے بعد امیرخسرو (رح) کو ملی - ۔ شمار شعراء نے اس سے استفادہ کیا - (فرشتہ) -

Marfat.com

قال و حال کی مجلسیں

حضرت شیخ الاسلام عارف باللہؒ سے شہزادہ کے تعلقات ابتداء میں خاصہ تسلی بخش تھے ۔ وہ اکثر و بیشتر حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا ۔ اور حضرت بھی اس کی خاطر گاہے گاہے مجلس خاص میں تشریف لے جاتے تھے ۔ حضرت شیخ عثمان المرندی المعروف بہ لال شہباز سہوان سے اپنے مرشد طریقت کے آستان پر حاضری دینے آتے تو وہ بھی شہزادہ کی دلجوئی کے پیش نظر اس کی علمی صحبتوں میں شریک ہوتے ۔

ایک روز آسمان سہرورد کے یہ دونو شمس و قمر یعنی شیخ العارفؒ اور لال شہباز قلندرؒ شہزادے کے ہاں تشریف فرما تھے ۔ ان کی معیت میں اور بھی بہت سے درویش چلے آئے تھے ۔ خوش گلو غزل خوان عربی اشعار پڑھ رہا تھا ۔ ایک شعر پر دفعۃً ان بزرگوں اور دوسرے درویشوںؒ پر وجد طاری ہوگیا ۔ اور وہ رقص کرنے لگے ۔ تمام مجلس ادب سے کھڑی ہوگئی ۔ شہزادہ بھی ان کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا اور زار قطار روتا رہا *۔

فقرو شاہی کا تصادم

افسوس کہ یہ خوشگوار فضا دیر تک قائم نہ رہ سکی ۔ اور چند ایسے اسباب پیدا ہوگئے کہ شیخ العارفؒ اور شہزادے کے درمیان کشیدگی پیدا ہوگئی ۔ بعض کہتے ہیں کہ شیخ الاسلام نے سلطان رکن الدین کی صاحبزادی سے شادی کرلی تھی یہ امر سلطان محمد کو شاق گذرا ۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک دفعہ شہزادے نے

* سیرالعارفین از مولانا جمالی ۔ تاریخ معصومی ۔ فرشتہ ۔

Marfat.com

خواجہ حسن سنجریؒ (کاتب و مرید محبوب الہی نظام الدین اولیاءؒ) کو تازیانے سے پٹوایا تھا ۔* حضرت عارف باللہ کو علم ہؤا ۔ تو وہ سخت برہم ہوئے ۔ اور منافرت کی یہ خلیج روز بروز وسیع تر ہوتی چلی گئی ۔ بعض کہتے ہیں کہ خانقاہ غوثیہ پر ہر وقت ڈیڑھ دو ہزار آدمی مقیم رہتے تھے ۔ اور وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ شہزادے کو ان سے بغاوت کا خدشہ لاحق ہؤا ۔ حاسدین نے واہمہ کو یقین سے بدل دیا ۔ اور جب شیخ الاسلام کو شہزادے کے ان خیالات کا پتہ چلا تو انہوں نے اس کے دربار میں آنا چھوڑ دیا ۔ یہ شکر رنجی روز بروز بڑھتی چلی گئی ۔ یہاں تک کہ شہزادہ ان کی جان کا دشمن ہوگیا ۔ اور ایک دن اپنی منتخب فوج کے ساتھ خانقاہ غوثیہؒ پر چڑھ آیا ۔ دیدبان سے نقارہ بجنے کی آواز آ رہی تھی۔ ہر محلے اور ہر چوک سے سپاہی تلواریں سنبھالے شاہی کیمپ کی طرف لپکے چلے آتے تھے ۔ مولانا جامیؒ لکھتے ہیں کہ شہزادہ اس قدر بپھرا ہؤا تھا کہ اس نے صبح سے نوالہ تک منہ میں** نہیں ڈالا تھا ۔ مشکی گھوڑے پر سوار تھا ۔ اور امرائے لشکر سے کہہ رہا تھا کہ اگر صبح سویرے دس ہزار نیزہ باز تیرانداز مہیا نہ ہوئے تو تم سب کو قتل کرا دونگا ۔ بارگاہ غوثیہؒ کے فقراء اپنے اپنے حجروں میں دنیا و مافیہا سے بے خبر پڑے اللہ اللہ کر رہے تھے ۔ جونہی جنگی نقارے کی آواز کان میں پڑی ۔ صورت حال معلوم کرنے کے لئے باہر نکل آئے ۔ اور جب یہ سنا کہ شہزادہ شیخ الاسلام سے ٹکر

* سلطان خواجہ حسن(رح) را طلب کرد و از روئے غضب چند تازیانہ زد الی آخرہ (مجالس العشاق)

** اسلحہ داران خود را پیش خواند و اشارت نمود کہ تعداد دہ ہزار سوار نیزہ باز تیر انداز اگر وقت صباح مستعد و مکمل در دیوان حاضر نشوند از سر خود گزشتہ باشند و ایں سخن در وقت نماز ظہر گفتہ بود و ازغایت قہر و غضب طعامے و شرابے ہم نخورد (س ع)

Marfat.com

لینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو وہ بے تاب ہوگئے۔ اور ہر درویش پیرِ طریقت پر جان نچھاور کرنے کو تیار ہوگیا۔ پل کی پل میں یہ وحشت اثر خبر ہر طرف پھیل گئی۔ تمام شہر گھبرا اٹھا۔ لوگ مسجدوں میں حضرت کی عافیت کے لئے دعائیں مانگنے لگے اور کئی منچلے تلواریں سونت خانقاہ عالیہ پر پہنچ گئے۔ قلعہ اور شہر میں تو گویا ایک آگ سی لگ رہی تھی۔ لیکن جس ذات مقدّس کے خلاف ہزاروں تلواریں "بزن" کا حکم سننے کے لئے نیام میں مچل رہی تھیں۔ وہ یہ سب کچھ سننے اور جاننے کے باوجود اس طرح مصروف عبادت تھے گویا کوئی خلاف معمول بات وقوع میں ہی نہیں آئی۔ وہ اوراد و اذکار سے فارغ ہو کر اپنے حجرے سے برآمد ہوئے تو ان کے چہرے سے وہی سکون و اطمینان برس رہا تھا۔ خدّامِ درگاہ شیخ طریقت کے حوصلے کو دیکھ کر حیران تھے اور سوچ رہے تھے کہ کیا حضرت کو دشمن کی تازہ کاروائی کا علم نہیں ہے۔ کہ ان کی جبینِ پاک پر تردّد اور فکر کی شکن تک نظر نہیں آتی۔ محمود خاں سندھی نے قدم بوس ہوکر عرض کی "پیر و مرشد! شہزادے کا لشکر بڑھا چلا آتا ہے۔ اجازت ہو تو سب سے پہلے سندھی مجاہدین کو سرخرو ہونے کا موقع دیا جائے!" حضور نے مسکرا کر فرمایا۔ کیا تم اپنے بادشاہ سے لڑوگے؟ سندھی زائرین سمٹ کر صحن میں جمع ہوگئے تھے۔ انہوں نے بیک زبان چلّا کر کہا ہم اپنے پیر کے دشمن کی جان نکال لینگے خواہ وہ ملک کا بادشاہ کیوں نہ ہو۔ ہمارا بادشاہ ہمارا پیر ہے۔ اس کے سوا ہم کسی کو کچھ نہیں جانتے ــــ!"

اتنے میں سرائے غوثیہ سے ”مدد بہاءالحق“ کے نعرے سنائی دئیے - معلوم ہؤا کہ شہر کے لوگ حضرت کی آبرو پر نثار ہونے کو اُڑے چلے آتے ھیں - حضرت شیخ العارفؒ سندھیوں کے سروں پر شفقت کا ھاتھ پھیرتے آگے کو بڑھے - قطب الا قطاب شیخ رکن عالمؒ دائیں طرف اور شیخ اسمعیلؒ بائیں جانب حضرت کے ساتھ تھے- شہر کے ہزاروں آدمی جن میں بچے، جوان اور بوڑھے سب شامل تھے- خواجہ احمد معشوقؒ کی قیادت میں آگے بڑھ کر قدم بوس ہوئے- ایک جرأت مند نے نعرہ لگایا :-

”غوث کے دشمن کا منہ کالا ـــــ !“

ہجوم نے بیک زبان کہا ”دنیا خراب ! عاقبت برباد ـــــ ! !“

احمد معشوقؒ بولے - ”جب کبھی بادشاھوں نے فقراء کی شان میں گستاخی کی ھے اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلا !“

واللہ یعصمك من الناس

شیخ العارف نے ھجوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا -

”غوث العلمینؒ کے روحانی فرزندو ! تمھارے جذبۂ اخلاص کی میں قدر کرتا ھوں - لیکن ذرا سوچو ! یہ چیونٹی اور ھاتھی کا مقابلہ ھے - وہ ہزاروں کی تعداد میں ھیں- اور مسلّح ھیں - تمھارا ہجوم محض جذباتی ھے اور پھر اس میں نصف سے زیادہ بچے اور بوڑھے ھیں - ایسی حالت میں ہمارے لئے ضروری ھے کہ خدا کی طرف رجوع کریں - اور جو غیب سے اشارہ ھو اس کی تعمیل کریں -“

عوام نے کہا یہ صحیح طریق کار ھے - ضرور استخارہ فرمائیے- حضرت شیخ العارفؒ ، قطب الا قطاب، خواجہ احمد معشوقؒ اور

Marfat.com

سلطان التارکین کو همراہ لے کر روضۂ مبارک میں داخل ہوۓ۔ اور غوث العلمینؒ کے مزار نوربار پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مراقبہ میں بیٹھ گئے ۔ کچھ دیر بعد کھڑے ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ۔ اور باہر نکل آئے ۔ هجوم نے ایک دفعہ پھر مدد بہاء الحق" کا نعرہ لگایا ۔ آپ نے فرمایا ۔ "دوستو! میں نے ابھی ابھی غوث العالمینؒ کی روح پر فتوح سے ملاقات کی ہے۔ حضرت نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی ہے ۔ "واللہ یعصمک من الناس" یعنی اللہ تجھے لوگوں کے شر سے بچالے گا۔ اس لئے میں بالکل مطمئن ہوں۔ آپ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں ۔ انشاء اللہ مقابلے کی ضرورت نہ پڑے گی ۔"

لوگ پر آمید ہو کر اپنی اپنی منزلوں کی طرف روانہ ہوئے ۔ راستے میں شہزادہ کا لشکر پڑا تھا ۔ حدّ نگاہ تک سوار ہی سوار دکھائی دیتے تھے ۔ وہ یہ دیکھ کر دل ہی دل میں سوچتے تھے ۔ کہ خدا تو ہر امر پر غالب ہے ۔ مگر بظاہر تو بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ۔ اتنا بڑا لشکر اور پھر شہزادہ حضرت کو شہید کرنے کی قسم کھا چکا ہے ۔ آخر کیا بنے گا"۔! اس اثنا میں شیخ العارفؒ بھی شہزادہ کے لشکر کو دیکھنے کے لئے قلعہ کی فصیل پر پہنچ چکے تھے ۔ نیچے جھانک کر دیکھا تو ہر طرف لشکر کو حکم کا منتظر پایا ۔ حضرت نے ٹکٹکی لگا کر دیکھتے ہوئے فرمایا شہزادہ شبدیز پر سوار ہے ۔ امیر خسرو اور قاضی اثیرالدین بھی ساتھ ہیں ۔ اللہ اللہ !! ایک درویش کو قتل کرنے کے لئے اتنا اہتمام ۔! پھر یہ اشعار پڑھے ۔ ؎

نحن الجبال الراسخان لا تزجیها الریاح العاصفات
تزجی ای تحرك الازجاء الامراك

یعنی ''ہم بڑے جمے ہوئے پہاڑ ہیں۔ ہمیں سخت چلنے والی ہوائیں بھی نہیں ہلا سکتیں۔ تحمّل اور برداشت ہمارا ہمیشہ کا معمول ہے'' مولانا علاؤالدینؒ نے عرض کی حضور! اگر ہم اپنی جمعیت کے ساتھ مقابلے کو نکلیں تو فوج ضرور ہمارا ادب کرے گی۔

شیخ العارفؒ نے قطب الاقطاب کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے فرمایا۔''سنتے ہو رکن الدین! مولانا کیا کہتے ہیں۔ کیا حسینؓ مظلوم کا اثر ہم سے کم تھا؟ عزیز من! عوام کا کوئی اعتبار نہیں، سیاست سب کچھ کرا لیتی ہے، انسان کو ہر حالت میں اپنے خدا پر بھروسہ کرنا چاہئے۔''

سلطان محمد کا قتل

ابھی شیخ العارفؒ فصیل سے اتر ہی رہے تھے۔ کہ لشکر میں عجیب گل کھلا۔ ایک سوار ہانپتا کانپتا سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بولا* ''شہزادۂ عالم! تیمور خان کی بیس ہزار فوج چناب کو

* مولانا جمالی(رح) کے الفاظ یہ ہیں:—

بفرمان اللہ تعالیٰ بین العصر و المغرب خبر رسید کہ موازیہ بیست ہزار سوار خونریز جگر خوار از ملک بالا بنواحی ملتان در آید۔

لیکن بدایونی کا دعویٰ ہے کہ مغلوں نے یہ حملہ لاہور پر کیا تھا۔ حاکم لاہور نے شہزادے کو اطلاع کی جس پر یہ دس ہزار سواروں کے ساتھ لاہور پہنچا اور مغلوں سے لڑتا ہؤا شہید ہو گیا۔

منتخب التواریخ کے اصل الفاظ یہ ہیں:—

''حاکم لاہور عریضہ مشتمل بریں مضمون بخان شہید فرستاد''

پھر آگے چل کر لکھتا ہے۔

او در مجلس خویش سی ہزار را سہ ہزار خوانده با ستعداد تمام یکوچہائے متواتر در حدود باغ سریر (سرد) بر کرانہ آب لاہور آمده با کفار جنگ کرده بدرجۂ شہادت رسید، لیکن ہم جمالی(رح)

[بقیہ بر صفحہ ۲۳۰]

Marfat.com

عبور کر کے المنصورہ* کی طرف بڑھی چلی آتی ہے ۔ اگر اس سیلاب کو آگے بڑھ کر نہ روکا گیا ۔ تو ملتان کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی ۔

امیر خسروؒ نے عرض کی ”شہزادہ صاحب ! شیخ الاسلام سے تو بعد میں نپٹ لینگے پہلے اس خونخوار دشمن کو دفع کرنا ضروری ہے ۔“

”ہاں ! آپ درست کہتے ہیں ، مغلوں کا دفع کرنا کونسی بڑی بات ہے !“ شہزادہ نے پر امید لہجہ میں جواب دیا ۔ بقول مولانا جمالیؒ شہزادہ نے اعلان کیا ۔ کہ شہر کے تمام جنگ آزما جوان مسلّح ہو کر اس جہاد میں شریک ہوں تا کہ پہلے اس وحشی لشکر کا خاتمہ کیا جا سکے ۔ اس خبر سے اگرچہ اہل بلدیہ کو اپنی جان و مال کا خطرہ بھی لاحق ہو چلا تھا ۔ لیکن کم از کم انہیں یہ یقین ضرور ہو گیا ۔ کہ خداوند عالم نے اپنے نیک بندے

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۹]

کے بیان کو ترجیح دینگے ۔ کیونکہ یہ مؤرخ بدایونی سے زیادہ ثقہ اور قریب العہد ہے ۔ لکھتا ہے کہ لشکر چاشت کے وقت حرکت میں آیا اور دوپہر کو دشمن کے لشکر پر جا پڑا ۔ تین گھنٹوں میں لشکر شاہی چناب کے ساحل پر تو پہنچ سکتا ہے ۔ لیکن لاہور نہیں ۔ جمالی(رح) کے الفاظ ملاحظہ ہوں” در وقت چاشت لشکر کشید و قریب نیم روز بلشکر مخالف رسید “

* محمد بن قاسم نے ملتان کے قریب المنصورہ کے نام سے ایک چھاؤنی کی بنیاد رکھی تھی ۔ عرصہ دراز تک یہ مقام عربوں کی سول لائنز کا کام دیتا رہا ۔ اب کھجوروں کے چند جھنڈ رہ گئے ہیں ۔ جو ان سرباز مجاہدوں کا پتہ دیتے ہیں ۔ یا ان کی اولاد ہے ۔ جو ”منصورے“ کی جگہ ”سورے“ کہلاتی ہے ۔ موضع کا نام بگڑ کر علمدی سورہ رہ گیا ہے ۔ اور گاؤں سورہ میانی سے موسوم ہے ۔

کو ظالم کے شر سے بچانے کے لئے یہ بلا بھیجدی ہے۔ اہل خانقاہ نے اس خبر کو سن کر اطمینان کا سانس لیا۔ کہ "اگر خدا نے اس آفت سے بچا لیا ہے۔ تو چنگیزی تاخت سے بھی ضرور محفوظ رکھے گا"۔ شیخ الاسلام عشا کے وقت مسجد میں تشریف لا کر شامل نماز ہوئے۔ اور فرمایا :۔

"لوگو! رب کریم سے دعا مانگو کہ وہ غوث کی نگری کو ان دونو فتنوں سے اپنی حفاظت میں رکھے۔"

مولانا علاؤالدین نے بلند آواز سے کہا آمین۔ اور ساتھ ھی تمام حاضرین نے اس زور سے آمین کو دوھرایا کہ مسجد کے درودیوار گونج اٹھے۔ مولانا جامیؒ لکھتے ھیں۔ کہ پھر دن کو لشکر شاھی نے حرکت کی۔ شہزادہ نے شبریز کو المنصورہ کی سڑک پر ڈال دیا۔ فوجیں عقب میں روانہ ھوئیں۔ دریا کے کنارے پر دونو لشکر ایک دوسرے کے مقابل ھوئے۔ تلواریں چمکنے اور ڈھالیں رقص کرنے لگیں راجگھاٹ کی فضا میں منجنیقوں کی دنادن اور تلواروں کی کچا کچ سے ایک مہیب ارتعاش پیدا ھو گیا۔ ھر طرف کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ مغلوں کو شکست ھوئی اور تیمور خاں بھاگ گیا۔

لشکر شاھی فتح کی خوشی میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ امیر خسروؒ اور چین قلیچ خاں نے افسران فوج کو نام لے لے کر پکارا مگر وہ بہت دور جا چکے تھے۔ اس لئے کسی نے جواب نہ دیا۔

شہزادہ نے امیر خسرو سے مخاطب ھو کر کہا :۔

Marfat.com

"اے شاعرِ شیریں مقال! دشمن پامال ہو چکا ہے
مگر میری تلوار کی پیاس ابھی تک نہیں بجھی اسے
شیخ کے خون سے رنگین کرنے کے بعد رات کو
چین سے سو سکونگا۔"

"ایسا نہ فرمائیے شہزادہ صاحب! میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ یہ بلا محض اسی اقدام کا نتیجہ تھی جو ہم نے کل شیخ الاسلام سے روا رکھا تھا۔ اگر آپ اس کا پھر اعادہ کرینگے تو یقیناً ہم سب کسی اور مصیبت میں پھنس جائینگے۔!"

"اونہہ۔! یہ محض واھمہ ہے جس کا حقائق سے کچھ تعلق نہیں۔ مغل ہمیشہ آیا ہی کرتے ہیں۔ یہ اِلتمش کے زمانے میں بھی آئے اور ناصرالدین محمود کے دَور میں بھی۔ تو کیا انہوں نے بھی کسی درویش کی اہانت کی تھی۔؟"

دفعتاً شہزادے نے چونک کر کہا افسوس! میں نے ابھی تک ظہر کی نماز نہیں پڑھی۔ پھر فوج سے مخاطب ہو کر بولا "جن لوگوں نے ظہر کی نماز نہ پڑھی ہو پڑھ لیں" شہزادہ اور اس کے ساتھی وضو کرکے نماز پڑھنے لگے۔ اچانک عقب سے آواز آئی۔ "چلو۔ چلو! حملہ کرو۔ دیکھو جانے نہ پائیں!!"

شہزادہ نماز ختم کر کے پھرتی سے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ لشکر کا بیشتر حصہ بھی اس دوران میں نماز سے فارغ ہو چکا تھا۔ شہزادے نے گھوڑے کی باگ اٹھائی۔ اور چنگیزیوں میں گھس گیا۔ اگرچہ اس کے رفیقوں کی تعداد پانچ سو سے کم اور دشمن کا لشکر دو ہزار سے زیادہ تھا۔ پھر بھی اس نے حوصلہ نہ ہارا اور اس

شدّت سے حملہ کیا کہ چنگیزیوں کے دانت کھٹے کر دئیے۔ اس کے بڑے بڑے امراء کٹ کٹ کر ختم ہو رہے تھے اور وہ ہر وار پر للکار کر کہتا :-

"مردان بکوشید، تا جامۂ زنان نپوشید"

بچے کُھچے جان نثار سمٹ سمٹا کر شہزادے کے قریب آگئے۔ اور جم کر مغلوں سے لڑنے لگے۔ شہزادہ دو دستی تلوار چلا رہا تھا اور یہ شعر اسکی زبان پر تھا۔ ؎

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید
یا جاں رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

مغل گاجر مولی کی طرح کٹ رہے تھے۔ ان میں ہراس پھیل چکا تھا۔ وہ بھاگنے کو تھے۔ کہ دفعتاً ایک تیر شہزادے کے جگر میں آ لگا۔ شہزادے نے ایک سرد آہ کھینچی اور کہا۔

من در چہ خیالیم و فلک درچہ خیال
کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال

وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ ایک اور تیر آیا اور سینے میں پیوست ہو گیا۔ شہزادہ گھوڑے سے گر پڑا۔ امیر خسروؒ پاس ھی مغلوں سے لڑ رہے تھے انہوں نے رفیقوں کو پکار کر کہا "تم دشمنوں سے لڑتے رہو۔ میں شہزادہ کو سنبھالتا ہوں"۔ امیر خسروؒ نے لپک کر سلطان محمد کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ شہزادے کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ سکرات کی علامتیں ظاھر ہونے لگیں۔ امیر خسروؒ زیر لب "دعائے عدیلہ" پڑھ رہے تھے۔ کہ شہزادے نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں کلمہ ادا کیا۔

Marfat.com

اور ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا*۔ مغل تاخت کرتے ہوئے آئے انہوں نے شہزادے کا قیمتی لباس اتار لیا۔ اور امیر خسرو رح کو ان کے چند رفیقوں سمیت گرفتار** کر کے لے گئے۔

مرگِ عدو جائے شادمانی نیست

حضرت شیخ العارف رح حرم سرا میں مصلّیٰ پر بیٹھے قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ کہ خادمہ نے آکر عرض کی

"حضور! اطلاع ملی ہے۔ کہ شہزادہ نے مغلوں کو شکست دے دی ہے۔ اور اب وہ ہماری جانب بڑھا چلا آتا ہے۔"

حضرت نے تلاوت ختم کی اور مصحفِ مجید کو بند کرتے ہوئے فرمایا ؎

گربہ شیر است در گرفتن موش
لیک موش استہ در مصاف پلنگ

بارگاہ غوثیہ کے عقیدتمندوں کو تسلّی دو۔ ہمارے لئے کوئی

---

* تاریخ وفات ع
" چوں محمد رفت شہ را عاقبت محمود باد" روز آدینہ سلخ ماہ ذی الحج ٦٨٣ھ
منتخب التواریخ از بدایونی (کالج پریس کلکتہ)

** حضرت امیر خسرو(رح) اپنی گرفتاری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

من کہ برسر ننہادہ بودم گُل
تو برہ برسرم نہاد و گفتا چل

چُل بمعنی چل خالص ملتانی لفظ ہے۔ مغل حضرت امیر خسرو(رح) کو گرفتار کر کے ہرات اور بلخ لے گئے۔ دو برس کے بعد اس بلا سے نجات ملی افتاں و خیزاں اپنے وطن پٹیالی آئے۔ آپ کی والدہ اس وقت تک زندہ تھیں۔ آپ کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوئیں کہ ان کی چھاتیوں سے دودھ کی دھاریں جاری ہوگئیں۔
(حیات خسرو(رح))

خطرہ نہیں بچارہ سلطان محمد شہید ہوگیا۔ ؎

روز چون باقی نبود آن آفتاب ملک را
روز چیزے بود کاں چوں آفتاب اُفتادہ شد

مولانا جمالی لکھتے ہیں کہ یہ خبر مغرب کے قریب ملتان پہنچی۔ اہل بلدیہ پر مغلوں کی لوٹ مار کا خوف طاری ہوگیا۔ مگر خدا نے فضل کیا۔ مغل سردار اسی فتح کو غنیمت سمجھ کر واپس لوٹ گیا۔ اور اہل شہر کو کچھ آسیب نہ پہنچا۔

فرشتہ نے یہ واقعہ اپنی تاریخ میں تفصیل سے درج کیا ہے۔ آخر میں سلطان محمد کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

اے روبہک چرانہ نشینی بجائے خویش
با شیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

نیز لکھتا ہے ؎

گنج قارون کہ فرو مے رود از قعر ہنوز
خواندہ باشی کہ ہم از غیرت درویشانست

"تذکرہ ملتان" کا فاضل مؤلف فترو شاہی کے محولہ بالاتصادم کو اپنے الفاظ میں اس طرح دوہراتا ہے:۔

"شہزادہ محمد سلطان اگرچہ باکثر محامد متصف بود اما بشیخ الاسلام صدرالدین عارف بن قدوۃ الواصلین حضرت شیخ المشائخ بہاءالدین زکریا قریشیؒ عداوت ورزید و خواست کہ مجوّز تکالیف واذیّت بہ نسبت شیخ العارف گردد ازانجا کہ مقرر است مصرع :۔

باوّل شدگان ہر کہ در افتاد بر افتاد

فوراً نتیجۂ نیت بد از شجرۂ ناکامی چید۔ چنانچہ در آویختن سنہ ثلث و ثمانین و ستمائۃ ناگہانی لشکر چنگیز خانی قریب ملتان رسیدہ تاخت و تاز نمود۔ شہزادہ دفع شورش لشکر مغول را بمقدم الامور انگاشتہ بافوج گراں از شہر برآمد بتقدیر ایزدی باندک جنگ مقتول گردید و شیخ صدرالدینؒ از آسیب شہزادہ محفوظ ماند بفحوائے ؎

چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد
ہر آنکس پف زند ریشش بسوزد

جب یہ خبر دہلی پہنچی۔ تو بادشاہ کو سخت صدمہ* ہوا۔ اگرچہ ظاہر میں وہ استقلال طبع دکھاتا تھا۔ لیکن دل کا خدا حافظ تھا۔ رات کو زار زار روتا تھا۔ سلطان محمد کی تمام جاگیر اور ملتان کی صوبیداری اس کے بیٹے کیخسرو کو مرحمت کی۔ اور چیدہ امراء کے ہمراہ اسے ملتان روانہ کیا۔ سلطان بیٹے کے غم میں بتاشے کی طرح گھلا جا رہا تھا۔ عمر بھی اسّی برس سے تجاوز کر چکی تھی۔ ان اسباب نے اُسے زندہ درگور کر دیا تھا۔ لیکن بایں ہمہ

* فرشتہ کا بیان ہے کہ سب سے پہلے یہ خبر ملّا باقر نے دربار تک پہنچائی تھی۔ لکھتا ہے کہ ملّا باقر روتے دھوتے آگے بڑھے اور سلطان شہید کی شجاعت بسالت اور شہادت کے واقعات کو منظوم کر کے کچھ ایسے پیرائے میں پڑھا کہ حاضرین دربار روتے روتے بیہوش ہوگئے۔ سلطان میں خواہ کتنا استقلال کیوں نہ ہوتا۔ آخر باپ تھا رہ نہ سکا۔ چشم پرآب ہوگئیں دربار برخاست کر کے محلسرائے میں داخل ہوگیا۔ وہاں پہلے سے قیامت برپا تھی صغیر و کبیر سب کے سب دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ (الی آخرہ)

Marfat.com

دل کی کیفیت کو چہرے سے ظاہر نہیں ہونے دیتا تھا۔ بڑے استقلال سے دربار لگاتا اور امورِ سلطنت انجام دیتا۔ اسی عالم میں مغلوں کی قید سے امیر خسروؒ رہا ہوکر دہلی پہنچے اور ماتمی لباس میں تعزیت کو حاضر ہوئے۔ سید رکن الدین نظامی لکھتے ہیں۔ کہ :-

"امیر خسروؒ نے اپنے دو پُر درد مرثیے جو انہوں نے سلطان محمد کی شہادت سے متعلق لکھے تھے۔ بڑی رقّت اور درد سے پڑھے۔ امیر خسروؒ بھی روتے جاتے تھے اور تمام حاضرینِ دربار بھی بے قرار ہوکر رو رہے تھے۔ سلطان بڑے حوصلہ سے ان مرثیوں کو سنتا رہا جب امیر خسروؒ پڑھ کر فارغ ہوئے۔ تو سلطان دربار برخاست کرکے محلسرا میں داخل ہوگیا۔ اور وہاں بند کمرے میں اس قدر رویا کہ اسے سخت بخار ہوگیا۔ اور اسی دلی صدمہ اور بخار میں تیسرے ہی دن اس کا انتقال ہوگیا۔"

حضرت امیر خسروؒ کے ہر دو مرثیے مدتوں تک لوگوں میں متداول رہے۔ اور دہلی والے انہیں بار بار پڑھتے اور اپنے اعزّا و اقربا کی یاد میں جو شہزادے کے ہمراہ داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ روتے تھے۔ یہ مرثیے حضرت امیر خسروؒ کے مشہور دیوان "عزّۃ الکمال" میں مکمل درج ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں :-

واقعہ ہست این یا بلا از آسمان آمد پدید
آفت است این یا قیامت درجہان آمد پدید

راہ در بنیاد عالم داد سیل فتنہ را
رخنۂ کا مثال در ہندوستان آمد پدید
مجلس یاراں پریشان شد چو برگ گل ز باد
برگ ریزی گوئی اندر گلستاں آمد پدید
بسکہ آب چشم خلقے شد رواں در چارسوے
پنج آب دیگر از مولتاں آمد پدید
خواستم تا زآتش دل بر زباں آرم سخن
صد زبانِ آتشیم در دہاں آمد پدید

حضرت امیر حسن دہلوی نے بھی ایک مرثیہ لکھ کر دہلی بھیجا تھا ۔ جو بدایونی کی تاریخ منتخب التواریخ میں درج ہے ۔

سلطان کے انتقال پر اس کی وصیت کے علی الرغم وزیراعظم نے کیخسروؒ کی بجائے بغرا خاں کے نوجوان لڑکے کیقباد کو تخت نشین کر دیا ۔ یہ شہزادہ بے حد خوبصورت اور خوش اخلاق تھا ۔ سترہ اٹھارہ برس کی عمر تھی مکتب سے اٹھا کر تخت پر بٹھا دیا گیا ۔ ملکداری کا کوئی تجربہ نہیں رکھتا تھا ۔ ملک نظام الدین نام ایک بد سیرت امیر نے اسے شیشے میں اتار لیا ۔ اور پھر جو چاہا کرایا ۔ وہ دربار — ! جس میں بلبن اعظم نے برسوں کی تلاش کے بعد بڑے بڑے علماء اور مدبر و منتظم جمع کر لئے تھے ۔ اب وہاں ڈوم ڈھاری، گویے، مسخرے اور بھانڈ نظر آنے لگے ۔ امیروں نے بھی بادشاہ کی دیکھا دیکھی یہی صورت اختیار کی ۔ ہر کوچہ پریوں کا اکھاڑہ بن گیا ۔ اور ہر مکان میں ساغر و مینا اور مے کا دور چلنے

Marfat.com

لگا ۔ خانقاھیں ویران ، مسجدیں خالی مگر شراب خانے معمور دکھائی دینے لگے ۔ نظام الملک کے سر میں یہ خبط سمایا کہ کیقباد کے کانٹے کو نکال کر خود دھلی کے تخت کا مالک بنے لیکن کیخسرو ابھی زندہ موجود تھا ۔ جو بڑے لڑکے کی اولاد ھونے کے سبب تخت کا صحیح مستحق تھا ۔ نیز بلبن نے وصیت بھی اسی کے حق میں کی تھی ۔ اس لئے نظام الدین نے پہلے اس کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کرلیا ۔ اس نے کیقباد کو سمجھایا ۔ کہ کیخسرو آپ کا برابر کا دعویدار سلطنت ھے اور بادشاھی کی تمام صلاحیتیں رکھتا ھے نیز تمام اُمراء دل سے اُس کے طرفدار ھیں اس لئے اگر آپ اطمینان سے حکومت کرنا چاھتے ھیں ۔ تو اس کانٹے کو درمیان سے نکلوا دیجئے ۔ کیقباد نشے میں بدمست ھو رھا تھا ۔ اس نے کچھ سمجھا کچھ نہ سمجھا ۔ نظام الدین کے جواب میں سر ھلا دیا بس پھر کیا تھا ۔ بدطینت نظام الدین نے کیخسرو کے نام دربار میں حاضر ھونے کا فرمان بھجوا دیا ۔ اور راستے میں عزرائیل مقرر کر دیئے۔ چنانچہ جب وہ قسمت کا مارا رھتک تک پہنچا ۔ انہوں نے لپک کر اس کی جان نکال لی ۔ اس خبر سے تخت کے خیرخواھوں میں ایک تہلکہ سا برپا ھوگیا ۔ لیکن نظام الدین نے کسی کو ابھرنے کا موقعہ نہ دیا ۔ ایک ایک کو چن چن کر مروا ڈالا ۔ بنگال میں بغراخان نے جب یہ ماجرا سنا ۔ تو وہ بیٹے کو سمجھانے کے لئے روانہ ھؤا۔

قران السعدین

کیقباد کا ارادہ تھا ۔ کہ وہ اکیلا باپ کی ملاقات کو جائے ۔ لیکن نظام الدین نے یہاں بھی شیطانی جال بچھا دیا ۔ کہا ”بادشاھی میں

Marfat.com

باپ بیٹے کا رشتہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ تاج و تخت کے لالچ پر باپ بیٹوں میں جنگیں ہوتی چلی آئی ہیں۔ آپ کا باپ اصلی وارث سلطنت ہے، صاحب خطبہ و سکہ ہے۔ اس لئے مصلحت اسی میں ہے کہ آپ لشکر سمیت باپ کا استقبال کریں۔ خدا معلوم ملاقات میں کیا صورت پیش آئے،،۔ الغرض ایسی ایسی پٹیاں پڑھائیں کہ ناتجربہ کار بیٹا گمراہ ہوگیا۔ اور ایک بڑا لشکر جلو میں لے کر روانہ ہؤا۔ ادھر باپ کو پتہ چلا کہ بیٹا اس شان سے آرہا ہے تو اس نے بھی لکھنوتی سے پورا لشکر منگوا لیا۔ گھاگرہ کے ایک طرف باپ کا لشکر اور دوسری طرف بیٹے کا لشکر آمنے سامنے ایسے پڑے تھے کہ ایک دوسرے کے خیمے نظر آتے تھے۔ دو تین روز تک پرانے نمک حلال ادھر اُدھر دوڑتے پھرتے اور باپ بیٹوں کے درمیان کاغذی گھوڑے دوڑاتے رہے۔ انجام کار باپ کا دل رہ نہ سکا۔ اس نے محبت پدری سے بے قرار ہو کر لکھا:۔

"بیٹا میں فقط تمہارے دیدار کا شائق ہوں سلطنت اور تاجداری کا دعوے دار نہیں ہوں۔ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو۔ اور ایک دفعہ اپنی صورت دکھا دو۔ یوسفؑ کی طرح یعقوبؑ کی آنکھیں روشن کرو۔ میں تمہارے عیش و طرب میں خلل انداز نہونگا"

باپ کا یہ خط پڑھ کر کیقباد بھی چشم پرآب ہوا اور کھڑا ہوگیا۔ کہ اسی طرح جا کر باپ سے ملاقات کرے۔ لیکن شیطان کی خالہ نظام الدین پھر رخنہ انداز ہؤا۔ کہ حضور آپ یہ کیا

کر رہے ہیں ۔ بغرا خاں بہرحال لکھنوتی کا صوبیدار ہے آپ کا اس طرح سے چل کر جانا دلی کے تخت کی توہین ہے ۔ اگر آپ ملاقات کا موقع دینا چاہتے ہیں ۔ تو مراسم دربار کو پس پشت نہ ڈالیں ۔ الغرض اس کم بخت نے ایسے ایسے ضابطے تجویز کئے ۔ کہ اس میں نہ صرف بغرا خاں کی اہانت ہوتی تھی ۔ بلکہ انہیں کھل کر باتیں کرنے کا موقع بھی نہ ملتا تھا ۔ تاہم بغرا خاں نے یہ سب کچھ قبول کرلیا اور کہا کہ :—

”مجھے بیٹے کے دربار میں اس طرح حاضر ہونے میں بھی عذر نہیں ہے ۔ کیونکہ وہ اس وقت میرے باپ کا جانشین ہے اور دھلی کے تخت پر بیٹھا ہے ۔ مجھے باپ نے نصیحت کی تھی کہ دھلی کے بادشاہ کی ہمیشہ تعظیم کرنا ۔ اگر میں اپنے بیٹے کی خدمت بجا نہ لاؤنگا تو دھلی کے تخت کی اہانت ہوگی !“

الغرض بغرا خاں بیٹے کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہؤا ۔ جب ایوان شاہی میں داخل ہؤا ۔ تو چوبدار نے آواز دی

”بغرا خاں — نگاہ روبرو — جہاں پناہ سلامت !“

دوسرا چوبدار پکارا :—

”لکھنوتی کے گناہگار کو امان — امان !“

تین دفعہ بغرا خاں کو زمین بوس ہونا پڑا ۔ ناخلف بیٹا یہ سب کچھ دیکھتا تخت پر بُت کی طرح خاموش بیٹھا رہا ۔ اس ناشائستہ حرکت کو دیکھ کر بغرا خاں کی بے اختیار چیخ نکل گئی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا ۔ باپ کا گریہ اثر کئے بغیر نہ

Marfat.com

رہا ۔ کیقباد کو نظام الدین کی تمام نصیحتیں بھول گئیں ۔ اور وہ تخت سے اُتر کر باپ کی طرف دوڑا ۔ اور جاتے ہی سر قدموں میں رکھ دیا ۔ باپ نے بیٹے کو اُٹھا کر گلے سے لگایا ۔ اور دونوں دیر تک بھرے دربار میں گلے مل کر روتے رہے ۔ اس حال کو دیکھ کر نظام الدین کا تو منہ زرد ہوگیا ۔ لیکن ہزاروں اہل دربار جن کے دل برسوں سے بھرے ہوئے تھے زار زار رونے لگے ۔ بعد ازاں کیقباد باپ کو لے کر آگے بڑھا ۔ اور آپ سے تخت پر بٹھا کر خود دست بستہ سر جھکا کر کھڑا ہوگیا ۔ باپ کو بیٹے کی یہ ادا پسند آئی سالہا سال کے شکوے بھول گئے ۔ تخت سے اُٹھا ۔ بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے تخت پر بٹھا خود با ادب سامنے ہو بیٹھا ۔ شعراء موقع کی تاک میں تھے تڑپ کر نکلے اور باری باری قصیدے پڑھنے لگے ۔ گویوں اور ڈوم ڈھاریوں نے اپنے کمالات دکھائے ۔ بےشمار روپیہ صدقہ و خیرات ہوا ۔ اور خوشی کی وہ تمام رسمیں جو اس زمانہ میں مروّج تھیں ادا ہوئیں ۔ اس کے بعد بغرا خان اٹھ کر اپنے لشکر کو گیا ۔ دونو لشکروں کو حکم ہوگیا ۔ کہ آپس میں بے تکلف آئیں جائیں اور ایک دوسرے کی مہانداری کریں ۔ کئی دنوں تک دونو لشکروں میں ہر روز روز عید اور ہر شب شب برات کی کیفیت قائم رہی ۔ وداع کے وقت بغرا خان پھر کیقباد کے ہاں آیا ۔ اور بولا "برخوردار آخری ملاقات ہے ۔ اگر مناسب سمجھو تو تنہائی میں دو باتیں سن لو" ۔ کیقباد فوراً کھڑا ہوگیا ۔ مگر اس عالم میں بھی نظام الدین نے دامن نہ چھوڑا ۔ قوّام الدّین کا ہاتھ پکڑ کر باپ بیٹوں کے درمیان آ پڑا ۔ بغرا خان نے کہا :۔

Marfat.com

"بیٹا! جب میں نے سنا کہ تو تخت دھلی پر بیٹھا ہے۔ تو میں بہت خوش ہؤا۔ اور میں نے سمجھا کہ ملک دھلی مجھے ہی ملا ہے لیکن جب میں نے تیری غفلت اور بےخبری کا حال سنا۔ تو اپنی اور تیری زندگی سے مایوس ہوگیا۔ دو سال سے اپنی اور تیری تعزیت کر رہا ہوں۔ میرا بڑا بھائی جو جہانداری کے قابل تھا۔ باپ کی زندگی میں شہید ہوگیا۔ اس کا فرزند جو بادشاھت کے لائق اور تیرا دست راست بن سکتا تھا۔ بدخواھوں کے بہکانے سے تو نے اسے قتل کرا دیا۔ یہی لوگ ایک دن تجھے بھی قتل کر دینگے اور سلطنت ایسے بد اصل کے ھاتھ آئیگی کہ وہ روئے زمین سے ھمارا نام و نشان تک مٹا دے گا۔

اے فرزند! اگر تو اپنے اوپر رحم نہیں کرتا اپنی اولاد اور متعلقین پر تو رحم کر۔ اپنے آپ کو لہو و لعب میں مشغول نہ رکھ۔ ذرا اپنی حالت آئینہ میں دیکھ کہ تیرے چہرے کا رنگ جو گلاب کے پھول سے زیادہ خوش رنگ اور شگفتہ تھا اب سونے اور ھلدی کی طرح زرد ہو رہا ہے۔ عیاشی کی کثرت سے تو ضعیف اور لاغر ہوچکا ہے۔ اپنے آپ کو اس سے روک ورنہ بالکل ناکارہ ہوکر رہ جائے گا۔"

Marfat.com

اس کے بعد نظامِ سلطنت سے متعلق چند نصیحتیں کیں ۔ اور چپکے سے کان میں کہہ دیا کہ "نظام الدین کو جلد ٹھکانے لگا ورنہ وہ ایسا ڈنگ مارے گا کہ تو پانی نہ مانگے گا" ۔ پھر بیٹے کو گلے لگا کر رخصت کیا ۔ اور کئی بار بچشم پرنم اس شعر کو ادا کیا ۔

بگذار تا بگرییم چون ابر نو بهاران
کز سنگ گریہ آید روز وداعِ یاران

لشکر شاہی پہلے حرکت میں آیا ۔ بغرا خاں ایک مرتفع مقام سے بیٹے کے چتر شاہی پر نظر جمائے بیٹھا تھا ۔ جب قشونِ شاہی نظر سے اوجھل ہوا ۔ تو یہ نیچے اترا اور بیٹے و سلطنت دہلی کو تقدیر کے حوالے کر کے بنگالہ کو روانہ ہوا ۔

کیقباد کو کچھ عرصہ شرم و حیاء نے عیش و عشرت سے باز رکھا ۔ لیکن اس کے عیش کی شہرت چاردانگ عالم میں پھیل چکی تھی ۔ ہر طرف سے طائفے کے طائفے چلے آتے تھے ۔ اور ناز نخرے کر کے اس پر ڈورے ڈالتے تھے ۔ انجام کار ایک پریرو نے اسے دام تزویر میں پھنسا ہی لیا ۔ پھر وہی گلشن تھے اور وہی جشن ۔ اسی اثنا میں ایک دن اسے باپ کی نصیحت یاد آئی چنانچہ نظام الدین کو زہر دے کر جہنم پہنچا دیا اور اس کی جگہ ملک جلال الدین فیروز خلجی کو شائستہ خاں کے خطاب سے وزارت عظمی کا قلمدان عنایت کیا ۔ اب بادشاہ اگرچہ اپنے آپ کو سنبھالنا چاہتا تھا ۔ مگر وقت نکل چکا تھا ۔ بفحوائے ؎

اے حسنؒ توبہ آن زمان کردی — کہ ترا طاقتِ گناہ نماند

اس کے تمام اعضا مفلوج ہو چکے تھے ۔ لقوہ سے حلیہ بگڑ گیا تھا بدن میں حرکت کی طاقت نہیں رہی تھی ۔ نیم جان لاشہ کی طرح بستر پر پڑا زندگی کے دن پورے کر رہا تھا ۔ اس عالم میں با اختیار امراء نے پر پرزے نکالنے شروع کئے ۔ ہر سر میں سودائے سلطنت پیدا ہوا مگر ملک جلال الدین کے آگے ان کی ایک نہ چلی سب کو مار دھاڑ کر بھگا دیا ۔ اکثر امراء اور ملوک نے ملک جلال الدین فیروز خلجی سے بیعت کی ۔ سلطان معزالدین کیقباد نے اوائل سلطنت میں چند ترکوں کو بے گناہ قتل کرایا تھا ۔ امراء کی خانہ جنگی میں ان کے لڑکوں کو انتقام لینے کا خیال آیا ۔ وہ درّانہ وار محل میں گھس گئے بادشاہ کی حالت مردے سے بھی بدتر ہو چکی تھی ۔ نیم جان لاشہ کی طرح توشک میں لپٹا پڑا تھا ۔ کینہ توز ترکوں نے لاتیں مار مار کر بھرکس نکال دیا اور پھر نمدے میں لپیٹ کر دریائے جمنا میں پھینک دیا ۔ ایک شاعر* کیقباد کے قتل کی کیفیت اس طرح بیان کرتا ہے ؎

بناگاہ در قصر شاہ آمدند ۔ بخون پدر کینہ خواہ آمدند
بیکن جامخانہ** تن شاہ را ۔ بپیچید آن قوم وحشت گرا
بکردندش آنگہ لکد مال و زود ۔ فلک طرفہ بازی بخسرو نمود

سلطان کی بیکسانہ شہادت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے ۔ کہ سفلہ پرور زمانے نے یہ معمول بنا رکھا ہے ۔ کہ شرفاء کو ذلیل کرتا اور اراذل کو سر چڑھاتا ہے :۔

---

* تاریخ فرشتہ
** یعنی گلیم

Marfat.com

چنیں بازی ایں گنبد نیلگوں - نماید دریں دیر شش در فزوں
کشاند شہانرا بدست خساں - کسانرا کند عاجز و ناکساں
سر تاجداراں بخاک افگند - تن سرکشاں در مغاک افگند

کہتا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ اس بے وفا دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے - تخت و تاج اور عظمت شاہی سے انہوں نے منہ پھیر لیا ہے - نہ زمین والوں سے طمع رکھتے ہیں اور نہ گردش افلاک سے خوف کھاتے ہیں ؎

ازاں رو دریں عالمِ بےوفا - نہ بستند دل اہل ملک ولا
سر از تاج شاہی و گردن کشی - کشیدند با صد رضا و خوشی
نہ اُمید از عالمِ خاک شاں
نہ بیمے ز دوران افلاک شاں

المختصر ۶۸۳ھ میں سلطان محمد شہید ہؤا - ۶۸۶ھ میں سلطان غیاث الدین بلبن فوت ہؤا - ۶۸۸ھ میں سلطان محمد کا اکلوتا لڑکا کیخسرو اور اس کے خاندان کے دوسرے مقتدر اراکین ختم ہوئے - اور ۶۸۹ھ میں معزالدین کیقباد اپنے خانہ زاد غلاموں کے ہاتھوں قتل ہوگیا - اس طرح ایک شہزادے کی بے جا جسارت نے نہ صرف اس کا بلکہ پورے خاندان کا خاتمہ کرا دیا -

---

نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ غَضَبِ اللهِ وَ غَضَبِ الْاَوْلِيَاءِ

Marfat.com

اِرجعی اِلیٰ ربّکِ

شیخ صدرِ دیںؒ عارف پادشاہ چوں ندائے اِرجعی از حق شنود
رخت بست آں از فنا سوئے بقا با پدر پیشِ خدا کردہ قعود
از برائے سالِ وصلِ آں ولی
گُفت حافظ "صدرِ دیں آلِ شہود"

۷۰۹ھ

Marfat.com

حضرت شیخ العارف کیؒ تاریخ وصال میں تذکرہ نویسوں کا اتفاق نہیں ہو سکا۔ مراۃ الاسرار اور سفینۃ الاولیاء میں ۶۸۴ھ درج ہے۔ اور فرشتہ ۶۷۷ھ لکھتا ہے۔ اوّل الذکر اس لئے قابل قبول نہیں۔ کہ ۶۸۳ھ میں سلطان محمد کا مشہور عالم سانحہ پیش آیا۔ اور عام مؤرخین کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ شیخ العارفؒ شہزادہ سے کافی عرصہ بعد تک مسند غوثیہ پر متمکن رہے تھے۔ مؤخرالذکر روایت اس لئے غلط ہے کہ قطب الاقطاب کی تاریخ وصال ۷۰۳ھ ہے۔ اور وہ سالہا سال تک اپنے والد ماجد کے بعد صاحب سجّادہ رہے تھے۔ جامع السلاسل کے فاضل مؤلف* نے ''صدرالدین عارف'' کے مادہ سے آپ کی تاریخ وصال نکالی ہے۔ جو ۷۰۹ھ ہوتی ہے۔ تذکرہ ملتان** سے بھی اسی روایت کی توثیق ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہے کہ :۔

''وفاتش بست و سیوم ماہ ذی الحج سال ھفصد و نہ ہجری و قبرہ' مع قبر ابیہ الی آخرہ''

حضرت غوث العلمینؒ کی اولاد کرام کے پاس جو تاریخی ریکارڈ چلا آتا ہے اس سے بھی مؤخرالذکر بیان کو تقویت پہنچتی ہے*** بزم صوفیہ کے نزدیک آپ نے ظہر و عصر کے درمیان

---

* جامع السلاسل کے اصل الفاظ یہ ہیں ۔ شیخ عارف خطاب اوست' عالم بود با عمل و دانشورے کامل ، وفات اوشاں در سال ھفت صد و نہ ہجری کہ با ''صدرالدین عارف'' در شمار برابر است نور اللہ مرقدہ'

** از شیخ محمد یوسف گردیزی بقلم عبدالحی عرضی نویس

*** خاندانی ریکارڈ کے الفاظ ملاحظہ ہوں وفات ایشان روز سہ شنبہ بست وسیوم ماہ ذی الحج سال ھفصد و نہ ہجری الی آخرہ ۔

انتقال فرمایا۔ عمر شریف کی بھی صحیح تعین نہیں ہو سکی۔ اگر تاریخ وصال ۷۰۹ھ تسلیم کر لی جائے۔ تو شیخ العارفؒ کی عمر ۸۸ سال کہی جا سکتی ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہی روایت زیادہ موثق ہے۔ بعض مؤرخین نے ۷۰۹ھ کو تاریخ وصال تسلیم کرنے سے اس لئے انکار کیا ہے کہ ۶۹۷ھ میں جب سلطان علاؤالدین خلجی کی فوجیں سلطان جلال الدین کے لڑکوں کو گرفتار کرنے کے لئے ملتان پہنچی تھیں تو شہزادے حضرت قطب الاقطاب کی خدمت میں حاضر ہو کر سفارش طلب ہوئے تھے۔ اور وہ ثبوت میں تذکرہ ملتان کے یہ الفاظ پیش کرتے ہیں:۔

"در اوائل ایام سلطنت چہل ہزار سوار بسر کردگی الغ خان و ظفر خان بر سر ملتان کہ پسران سلطان جلال الدین مرحوم قرار گرفتہ بودند فرستاد و لشکر با ستعجال رسیدہ ملتان را محاصرہ کرد بعد از مدت سہ ماہ کار بر اہل حصار دشوار ساختہ، سپاہ از پسران جلال الدین منحرف شدہ بالغ خان پیوست، چون پسران سلطان مرحوم بیتاب شدہ قدوۃ العارفین شیخ رکن الدین ابوالفتح قریشی قدس سرہٗ را وسیلہ انگیختہ امان خواستند و ملاقات کردند، الغ خان باقتضائے اہلیت شرائط تعظیم بجا آوردہ ہمراہ خود بدھلی برد" *

ان کا کہنا ہے کہ حضرت شیخ العارفؒ زندہ ہوتے

* تذکرہ ملتان قلمی نسخہ بقلم عبدالحی عرضی نویس صفحہ ۲۹

Marfat.com

تو شہزادے انکی خدمت میں ہی حاضر ہوتے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۶۹۷ھ میں ملتان شیخ العارفؒ کے سایہ ہما پایہ سے محروم ہو چکا تھا۔ لیکن ہم اس اعتراض کو اس لئے وقیع خیال نہیں کرتے۔ کہ علماء اور مشائخ بالعموم آخری ایّام میں گوشہ نشین ہو جاتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ ۶۹۷ھ میں جبکہ حضرت کی عمر شریف ۷۶ برس کی ہو چکی تھی۔ آپ نے عوام سے ملنا جلنا ترک کر دیا ہو۔ اور ضرورت مند حضرت قطب الاقطابؒ سے ہی ملتے ملاتے ہوں اور ویسے بھی قطب الاقطابؒ تو غوث العلمینؒ کے وقت سے ہی مرجع انام بن چکے تھے۔ محض اسی واقعہ کی بنا پر ۷۰۹ھ کو سالِ وصال تسلیم نہ کرنا انصاف سے بعید ہے۔

اس امر میں بھی کافی اختلاف ہے کہ شیخ العارفؒ کے وصال کے وقت قطب الاقطاب موجود تھے یا نہیں۔ انوارِ غوثیہ کا بیان ہے کہ آپ موجود تھے اور اپنے والد ماجد کا جنازہ آپ نے ہی پڑھایا تھا۔ لیکن شیخ جمال الدین ابوبکر حاکمیؒ کی* تحقیق یہ ہے کہ شیخ العارفؒ کے وصال کے وقت حضرت قطب الاقطاب ملتان میں موجود نہ تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :۔

حضور (شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک دن مجھے بلا کر خرقہ خلافت سے مشرّف فرمایا۔ اور حصار کی طرف جانے کی اجازت دیتے ہوئے چشم پُر آب ہو کر ارشاد کیا کہ (شیخ الاسلام)

---

* شیخ جمال الدین ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی قدس سرہ، کے چھوٹے بھائی اور آپ کے خلیفہ تھے۔ آگرہ میں فوت ہو کر دفن ہوئے مزار نور بار حالیہ انقلاب میں شہید ہو چکا ہے۔ (فریدی(رح))

Marfat.com

''صدرالدّین عارفؒ کی وفات کے وقت شیخ رکن‌الدینؒ موجود نہ تھے - اور شیخ فریدالدین مسعودؒ کی رحلت کے وقت شیخ نظام‌الدینؒ حاضر نہ ہو سکے - اے میرے بھائی ابو بکر! مجھے معلوم ہوتا ہے - کہ تم بھی میرے سفر آخرت کے وقت موجود نہ ہو گے پس میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا'' - *

''بزمِ صوفیہ'' کا دعویٰ ہے** کہ حضرت قطب الاقطاب سلطان علاؤالدین خلجی کے زمانہ میں ایک بار دھلی تشریف لے گئے تھے - شیخ اکرام‌الحق صاحب مؤلف ''آبِ کوثر'' لکھتے ھیں - کہ آپ علاؤالدین کے زمانہ میں دو مرتبہ دھلی گئے تھے*** ھو سکتا ھے کہ ۷۰۹ھ میں آپ دھلی ہوں اور آپ کی عدم موجودگی میں ھی شیخ العارفؒ کا وصال ہو گیا ہو -

حضرت شیخ العارفؒ ساتویں صدی ھجری کی عظیم شخصیت تھے - آپ نے اپنے ذاتی کمالات کی بنا پر اس کشش میں کمی محسوس نہیں ہونے دی تھی - جو حضرت غوث العلمینؒ کے زمانہ میں طالبانِ معرفت کو اکنافِ عالم سے ملتان کھینچ لایا کرتی تھی - یہ سلسلہ حضرت زکریا قدس سرہ' کے بعد بھی جوں کا توں قائم رہا - ہزاروں تشنگان علوم کو کوئی غیر مرئی طاقت بے اختیار اس چشمۂ شیریں پر کھینچ لاتی تھی - اور آپ انہیں قطب و ابدال کے مراتبِ علیا پر فائز کرکے رخصت فرماتے تھے - حضرت نے اپنی ساری عمر شریف ملتان میں بسر کر دی شاھانِ اسلام کے

---

* تذکرہ قطبیہ از شیخ جمال‌الدین ابوبکر مزار شریف در آگرہ -

** بزمِ صوفیہ صفحہ ۲۶۳ -

*** آبِ کوثر صفحہ ۳۰۳ -

دعوت ناموں کے باوجود کبھی درباروں میں چل کر نہ گئے۔ اور نہ کبھی سندھ یا شمالی پنجاب کا دورہ فرمایا۔ کیونکہ اب خدا کے فضل سے جنوبی ایشیاء کے گوشہ گوشہ میں حضرت غوث العلمینؒ کے خلفاء موجود تھے۔ اور اصلاحِ احوال و تبلیغِ اسلام کا تسلّی بخش کام کر رہے تھے۔ آئے دن ملک کے طول و عرض سے تبلیغی جماعتیں ملتان پہنچتیں اور آپ سے ہدایات حاصل کرتی تھیں۔ اگر آپ باہر تشریف لے جاتے تو تبلیغی اُمور کی تکمیل میں ایک خلا سا پیدا ہو جاتا۔ دوسری وجہ یہ تھی۔ کہ شیخ العارفؒ کو اپنے والدِ بزرگوار حضرت غوث العلمینؒ سے بے پناہ محبّت تھی۔ اور وہ ان کے مرقد شریف کی جدائی کو گوارا نہ کر سکتے تھے۔ ان کا سرمایۂ حیات پدر بزرگوار کے قائم کئے ہوئے مشن کو کامیابی سے چلانا، ان کے مرقد پر حاضری دینا اور قرآن شریف کی تلاوت کر کے ان کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کرنا تھا۔ اگر شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ العارفؒ کے وصال کے وقت قطب الاقطاب موجود نہیں تھے۔ تو یہ بیان بعید از قیاس نہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے بزم صوفیہ اور آب کوثر کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت عارف باللہ نے آپ کو منصب ''شیخ الاسلامی'' کے سلسلۂ میں سلطان علاؤالدین کے ہاں دہلی بھیجا ہو۔ یا عین ممکن ہے کہ قطب الاقطابؒ ان دنوں ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے خلفاء کی تبلیغی و اِصلاحی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے لئے سندھ تشریف لے گئے ہوں والعلمُ عند اللہ۔

Marfat.com

ضریح مقدّس

حضرت شیخ العارفؒ کی زندگی کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ انہوں نے نہ تو نامور باپ کی طرح مرشد کی تلاش میں بلخ اور بخارا کا سفر کیا اور نہ ہی حریمِ معرفت تک پہنچنے کے لئے انہیں سلوک کی پُر پیچ وادیوں کو طے کرنا پڑا۔ وہ غوث الاغواث کے بیٹے تھے۔ غوث کی گود میں پلے پوسے۔ اور انکی توجّہ کے فیضان سے ایک ہی جست میں معرفت کی تمام منزلیں طے کر گئے۔ عمر کا بیشتر حصہ اسی نائب رسول کے قدموں میں بسر ہؤا۔ جب وہ رفیقِ اعلیٰ کو لبیک کہ گئے۔ تو ان کا سجادہ اس شان سے سنبھالا کہ دوست دشمن سب عش عش کر اٹھے۔ بقیہ زندگی جلیل القدر باپ اور عظیم الشان مرشد کے مزار نوربار کی مجاورت اور ان کے مشن کی تکمیل میں ختم کر کے اُن کے پہلو میں جا لیٹے۔ حضرت غوث العلمین کے چھ اور صاحبزادے بھی تھے۔ اور وہ بڑے عالم فاضل تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی قبریں بھی اسی قبّہ کے نیچے ہوں، ممکن ہے کہ باہر دفن ہوں یقینی طور پر کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ لیکن یہ شیخ العارفؒ کا ہی مقام ہے۔ کہ زندگی بھر میں ایک لحظہ کے لئے بھی آپ قبلہ و کعبہ سے جدا نہ ہوئے۔ اور جب جان ''جان آفرین،، کے سپرد کی۔ تو پھر والد ماجد کے ساتھ ایک ہی کٹہرے میں پہلو بہ پہلو اس شان سے سوئے کہ قیامت تک نہ کوئی اٹھا سکے اور نہ کوئی جدا کر سکے۔ جن لوگوں کی چشمِ تصوّر کام کرتی ہے وہ دیکھتے ہیں کہ حضرت غوث العلمینؒ اور شیخ العارفؒ ایک ہی سائبان کے نیچے تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت معمول کے مطابق اپنے فرزند ارجمند سے مصروف گفتگو ہیں۔ آنکھوں والوں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

Marfat.com

وہ سچ مچ آپ کے دربار میں حاضری دیتے اور اپنا نصیبہ وصول کرتے ہیں۔ اسی ملتان میں کئی بخت بیدار ہر رات اور کئی شبِ جمعہ اور کئی اعراس کی تقریب پر باریابی کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ اور کئی ایسے بد قسمت بھی ہیں جنھیں سالہا سال گذر گئے دروازے پر بیٹھے ہیں۔ مگر مزار نور بار پر حاضری دینے کی بھی توفیق نہیں ہوئی! سچ ہے۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت غوث العلمینؒ کا ۵ تا ۷ صفر اور حضرت شیخ العارفؒ کا ۲۳ ذی الحج کو عرس ہوتا ہے۔ پاکستان کے طول و عرض سے علماء اور مشائخ مدعو کئے جاتے ہیں۔ جو قال اللہ وقال الرسول سے متلاشیان حق کے دلوں کو گرماتے ہیں۔ اس مبارک تقریب پر اکنافِ عالم سے جو ارواحِ صادقہ یہاں جمع ہوتی ہیں۔ ان میں ابدال بھی ہوتے ہیں اور اوتاد بھی اور وہ اپنی نشست و برخاست اور اوراد و اذکار کے طور طریقوں سے پہچانے جا سکتے ہیں لیکن ارادت کی نظر شرط ہے۔ حکیم الامۃ نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی عقیدت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

تبرکاتِ عارفؒ

چونکہ حضرت شیخ الامام العارف صدرالحق والدّین رضی اللہ عنہ عرصہ تک درس تدریس کے فرائض بھی انجام دیتے رہے تھے۔ اس لئے آپ نے مبتدیوں کے لئے "تصریف جدولی" کے نام سے ایک رسالہ مرتب فرما دیا تھا۔ جو عرصہ تک عربی مدارس میں متداول رہا۔ اس کے علاوہ ایک اور علمی یادگار "کنوزالفوائد" بھی آپ سے موسوم کی جاتی ہے یہ حضرت کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جسے آں کے ایک فاضل مرید خواجہ ضیاء الدین نے مرتّب کیا تھا۔ یہ گراں قدر متحفّہ اس وقت ناپید ہے۔ محدّث دہلوی نے "اخبارالاخیار" میں اس کے چند اقتباسات درج کئے ہیں جن کا متن، ترجمہ اور شرح کے ساتھ ہم ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

خواجہ ضیاء الدّین قدس سرہ، لکھتے ہیں کہ:۔

"قال الشیخ الامام العارف صدرالحق والدّین رضی اللہ عنہ فی بعض الوصایاہ لبعض المریدین فی کلام القدسی حکایتہ، عن اللہ تعالیٰ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حِصْنِیْ فَمَنْ دَخَلَہٗ آمِنَ مِنْ عَذَابِیْ"

یعنی

حِصنِ الٰہی	کلمہ لا الہ الا اللہ حصن من است ہر کہ در آید ایمن گردد از عذاب

من — حصن است و حصار — حصار آنست کہ گرد بر گردد در گیرد

فانّما گاہ نگاہ دارد و گاہ ندارد و حِصن آن است کہ گرد گیرد و نگاہ دارد۔"

ترجمہ

یہ وہ وصیّتیں ہیں جو حضرت شیخ العارفؒ نے اپنے مریدوں کو ارشاد کی تھیں۔ آپ نے فرمایا "حدیث قدسی میں ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ حَصْنِیْ فَمَنْ دَخَلَہٗ آمِنَ مِنْ عَذَابِیْ۔ یعنی اللہ کریم فرماتے ہیں۔ کہ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو اس میں داخل ہؤا وہ میرے عذاب سے نجات پا گیا۔ قلعہ کی تصریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہاں لا الٰہ الا اللہ کو حصن کہا گیا ہے حصار نہیں۔ حصار وہ ہے کہ احاطہ میں لے لیکن کبھی نگاہ میں رکھے اور کبھی نہ رکھے۔ اور حصن وہ ہے کہ احاطہ میں بھی لے اور نگاہ میں بھی رکھے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

حِصن الٰہی میں داخلہ

"و در آمدن دریں حصن بر سہ نوع است، ظاہر و باطن و حقیقت، ظاہر آنکہ خوف و رجا بجز از خدائے قادر قیّوم زائل گرداند کہ اگر ہمہ عالم خصم شود یا دوست بجز حکم او ہیچ نفع و ضرر و خیر و شر نتواند رسانید۔ قولہٗ تعالی

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ

باطن آنکہ تحقیق کہ ہر چہ پیش از مرگ زندگانی دریں سرائے فانی رسد جاودانی نیست و رقم قلم عدم برو رفتہ بقولہ تعالیٰ "کُلُّ مَنْ

عَلَیْہَا فَانٍ، ثباتے ندارد و ہستی و نیستی آں التفات نہ نماید در باطنِ آں در آمدہ باشد۔ حقیقت آنست کہ آرزوئے بہشت و خوفِ دوزخ در دل نیارد، جز بحق قرار نگیرد۔

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ

چوں آنجا رسد بہشت خود در تبع او گردد و دوزخ از وے گریزاں باشد،،۔

ترجمہ

حصنِ الٰہی میں داخل ہونے کا ظاہری راستہ

اس قلعہ میں داخل ہونے کی تین صورتیں ہیں، ظاہری ▪ باطنی اور حقیقی۔ داخلے کی ظاہری صورت یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈرے اور نہ اُمید رکھے کیونکہ اگر ساری کائنات دشمن بن جائے تو اس کے حکم کے سوا ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ اور اگر سارا جہان دوست بن جائے اور ربِّ کائنات کا منشا نہ ہو تو کوئی اُسے نفع نہیں پہنچا سکتا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ

وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ*

پروفیسر محمد طاہر فاروقی، ایم اے اسی مسئلہ پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مقام توحید کی معرفت کے بعد سالک کی نظروں میں خدا کے سوا کسی کی کوئی اہمیت نہیں رہتی

▪ یعنی خدا ہی سب نفع و ضرر کا مالک تمام بندوں پر غالب و قاہر اور رتی رتی سے خبردار ہے۔ اگر کسی کو تکلیف یا راحت پہنچانا چاہے تو نہ کوئی مقابلہ کر کے روک سکتا ہے اور نہ اس کے غلبہ و اقتدار کے پنجے سے نکل کر بھاگ سکتا ہے۔ (ازتشریحات علامہ شبیراحمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

وہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتا وہ کسی سے مرعوب و خائف نہیں ہوتا وہ اپنی ذات کے لئے کسی شے کا خواہشمند نہیں ہوتا۔ ذاتی اغراض و مقاصد اس کے لئے لفظ بے معنی ہوتے ہیں۔ اسکی نفرت، اسکی محبّت، اس کا عمل، اسکی عبادت ہر شے خدا کے لئے ہوتی ہے۔ یہ ''عبدیتّ و للہیتّ'' اس کو بے پناہ قوّتیں عطا کرتی ہے۔ وہ خدا کے سامنے جُھکتا ہے تو خدا ہر شے کو اس کے سامنے جھکا دیتا ہے۔ ترجمان فطرت علاّمہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے۔؎

دریں مے خانہ ہر مینا ز بیمِ محتسب لرزد
مگر یک شیشۂ عاشق کہ از وَے لرزہ برسنگ است

حصن الٰہی میں داخل ہونے کا باطنی راستہ

اس قلعہ میں داخل ہونے کا باطنی راستہ یہ ہے۔ کہ سالک اس حقیقت پر یقین کر لے کہ موت سے پہلے انسان کو جو زندگی نصیب ہوتی ہے۔ یہ ''حیاتِ مستعار'' ہے اور اس کے لئے نیستی کا حکم ہو چکا ہے۔ قران مجید میں آیا ہے ''کل من علیہا فا ن'' یعنی دنیا کی کسی چیز کو ثبات نہیں۔ اس لئے اس کا ہونا یا نہ ہونا دانشوروں کے نزدیک بے معنی ہے چنانچہ شاعر انقلاب بے اختیار پکار اُٹھتا ہے؎

الٰہی پھر مزہ کیا ہے یہاں دنیا میں رہنے کا
حیات جاوداں میری نہ مرگ جاوداں میری

ایک اور مقام پر ''زندگی'' اور ''غمِ زندگی'' سے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کرتا ہے؎

Marfat.com

دمِ زندگی رمِ زندگی ، غمِ زندگی سمِ زندگی
غمِ رم نہ کر سمِ غم نہ کھا کہ یہی ہے شانِ قلندری

حصن الٰہی میں داخل ہونے کا حقیقی راستہ

اس قلعہ میں داخل ہونے کا حقیقی راستہ یہ ہے۔ کہ بہشت کی خواہش اور دوزخ کا خوف دل میں نہ آنے دے۔ اور سوائے قرب الی اللہ کے اور کوئی آرزو نہ رکھے۔ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر* جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے بہشت خودؐ بخود اسکی تحویل میں آجاتی ہے۔ اور دوزخ اس سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔ چنانچہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدّس سرہ' نے اسی مقام سے ہی بارگاہ الٰہی میں عرض کی تھی۔ ؎

چہ بودے کہ دوزخ ز من پُر شدے
مگر دیگراں را رہائی شدے

یعنی " اے پروردگار ! کیا ہو جاتا اگر تو دوزخ کو مجھ سے بھر دیتا۔ اور دوسروں کو چھوڑ دیتا " ترسِ دوزخ اور قلب مومن کی عکّاسی اس سے بہتر کیا ہو سکتی ہے ! اسی طرح ترجمانِ فطرت نے بہشت کی آرزو کا خاکہ اپنے الفاظ میں اس طرح اڑایا ہے۔ ؎

تو در زیر درختاں ہمچو طفلاں آشیاں بینی
بہ پرواز آ کہ صیدِ مہر و ماہے تواں کردن

پھر کہتے ہیں۔

ز جوئے کہکشاں بگذر ز نیلِ آسماں بگذر
ز منزلِ دل بمیر اگرچہ باشد منزلِ ماہے

* یعنی متقین اپنی سچائی کی بدولت اللہ و رسول کے سچے وعدوں کے موافق ایک پسندیدہ مقام میں ہونگے جہاں اس شہنشاہ مطلق کا قرب حاصل ہو گا۔ [القمر] (از تشریحات مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)

ایک اور مقام پر کہتے ہیں ۔ ؎

اگر عنانِ تو جبریل و حور مے گیرند
کرشمہ بر دلِ شاں ریز و محرمانہ گذر

پھر کہتے ہیں ۔ ؎

شاید جنونِ ما پہنائے دو گیتی نیست
ایں راھگذر مارا ، آں راھگذر مارا

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی مجدّدی نقشبندی اسی سلسلے میں رابعہ بصریہؒ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ ایک ھاتھ میں پانی کا کوزہ اور دوسرے میں آگ لئے جاتی تھیں لوگوں نے سوال کیا "اے بی بی! کہاں کا ارادہ ہے؟" فرمایا "جا رھی ھوں کہ دوزخ کو بجھا دوں اور بہشت کو جلا کر خاک سیاہ کر دوں۔ تا کہ لوگ محض دوزخ کے خوف اور بہشت کے لالچ سے خدا کی عبادت نہ کریں" *

معرفتِ الٰہی

ایک اور تقریب پر شیخ العارفؒ قدّس سرہ العزیز نے اپنے مریدوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا ۔

"اوّل قدم در متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ایمان آوردن است بدانچہ براو ایمان آوردن و ثابت بودن بر آن ۔ و آن ممکن نگردد الا بدانکہ بندہ بدل اعتقاد کند ، بے شک و بے شبہ و بزبان اقرار آرد بطوع و رغبت با محبت و معرفت کہ خداوند جلّ و

* ارشاد الطالبین مطبوعہ مجتبائی پریس دھلی صفحہ ۸

علا یکی ست در ذات و یگانہ است در صفات خود موصوف است ہمیشہ بصفات کمال، قدیم است با جملگی اسماء و صفات و افعال ، منزّہ است از ادراک اوہام و افہام ، مقدس است از سمات حدوث و عوارض و اجسام ۔ ہمہ عالم آفریدہ اوست ، چونی و چگونی بر ذات و صفات او درست نیست ۔ از ہیچ وجہ بہیچ چیز نماند و ہیچ چیز بہیچ وجہ بدو نماند“ ۔

ترجمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کی پہلی شرط ایمان لانا ہے۔ ایمان لانا اور اس پر ثابت قدم رہنا اور یہ اس وقت ممکن ہے۔ جبکہ بندہ شک و شبہ کی جگہ رغبت ، محبت اور معرفت کے ساتھ دل میں اعتقاد رکھے اور زبان سے اقرار کرے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی ذات میں اکیلا اپنی صفات میں یگانہ اور تمام صفات کمالیہ سے متصّف ہے ۔ تمامی اسماء صفات اور افعال کے لحاظ سے قدیم ہے اوہام و افہام کی ادراک سے بالا تر ہے ۔ حدوث ، عوارض اور اجسام کی علامتوں سے پاک ہے ۔ تمام جہان اُسی کا پیدا کیا ہؤا ہے ۔ اسکی ذات میں چون و چرا کرنا جائز نہیں ۔ نہ وہ خود کس حیثیت سے کسی چیز سے مشابہ ہے اور نہ کوئی چیز کسی حیثیت سے اس کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے ۔

اس مقام کی معرفت کے لئے ضروری ہے کہ سالک نفی اور اثبات کے مقامات کو طے کرے ۔ نفی کے بغیر مقامِ اثبات تک رسائی نہیں

ہوسکتی۔ جب سالک تمام ممکنات اور موجودات وغیرہ کو ''لا'' کی تلوار سے مٹا چکتا ہے تو اس وقت اس پر ذات واجب کا اثبات منکشف ہوتا ہے۔ جسکی رسائی مقام اثبات تک نہیں ہو سکتی۔ اور مقام ''لا'' یعنی نفی ہی کی دلدل میں دھنس کر رہ جاتا ہے۔ وہ ابدی مرگ کا شکار ہو جاتا ہے۔ عشق کی تکمیل اور ایمان کی پختگی اثبات کے بغیر نا ممکن ہے۔ اقبال نے ''لا'' و ''الا'' کے اسرار و رموز پر خوب کھل کر طبع آزمائی کی ہے۔ توحید کی معرفت میں ان سے کافی مدد مل سکتی ہے اس لئے درج ذیل کرتا ہوں*

نکتہ مے گویم از مردان حال - اُمتاں را ''لا'' جلال الاّ جمال
لا و اِلاّ احتساب کائنات - لا و اِلاّ فتح باب کائنات
ہر دو تقدیر جہان کاف و نون - حرکت از لا زائد از اِلاّ سکون
تا نہ رمز لا الٰہ آید بدست - بند غیر اللہ را نتواں شکست
در جہان آغاز کار از حرف لا ست - ایں نخستیں منزل مرد خدا ست
ملّتے کز سوز او یکدم تپید - از گل خود خویش را باز آفرید
پیش غیر اللہ لا گفتن حیات - تازہ از ہنگا مۂ او کائنات
ازجنونش ہر گریباں چاک نیست - در خور ایں شعلہ ہرخاشاک نیست
جذبہ او در دل یک زندہ مرد - مے کند صدرہ نشین را رہ نورد
بندہ را با خواجہ خواہی درستیز - تخم لا در مشت خاک او بریز
ہر کرا ایں سوز باشد در جگر - ہولش از ہول قیامت بیشتر
لا مقامِ ضرب ہائے پے بہ پے - ایں غو رعد است نے آواز نے
ضرب او ہر بود را سازد نبود - تا بروں آئی ز گردابِ وجود

* سیرت اقبال از علامہ طاہر فاروقی، ایم- اے- صفحہ ۳۰۲

Marfat.com

مرد مومن از کمالات وجود - از وجود غیر او ہر شے نمود
گر بگیرد سوز و تاب از لا اله - جز بکام او نگردد مہر و مہ
در مقام لا نیا ساید حیات - سوئے الاّ مے خرامد کائنات
لا و الاّ ساز و برگ اُمتاں - نفی بے اثبات مرگِ اُمتاں

در محبت پختہ کے گردد خلیل
تا نگردد ''لا'' سوئے ''اِلاّ'' دلیل

لا اله سرمایۂ اسرارِ ما - پردہ بند از شعلۂ افکار ما
حرفش ازلب چوں بدل آید ہمی - زندگی را قوّت افزاید ہمی

پھر کہتے ہیں:

نقطۂ ادوار عالم لا اله
انتہائے کارِ عالم لا اله

مقامِ رسالت

حضرت شیخ العارفؒ اپنے ارشادات کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:—

''پیغامبران صلوات اللہ علیہم فرستادۂ اویند و حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاضل ترجملہ پیغمبران است، آنچہ او فرمودہ است، راست و درست است و دراں ہیچ تفاوت نیست خواہ عقل کیفیت آں را دریابد خواہ در نیابد۔ تسلیم باید کرد۔ تا درستی اعتقاد حاصل آید بدانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواست و دانست و بکیفیت مشغول نگشت و اگر بر تاویل موافق آیات و اخبار محکم حمل افتد روا باشد و علامت صحت ایمان

Marfat.com

در دل آنکه اگر نیکوئی کند شاد شود و اگر بدی کند بدش آید و علامت استقامت در ایمان یقین باشد بآنکه خدا و رسول خدا دوست تر باشند نزد او از غیرِ ایشان از روئے ذوق وحال نه از روئے علم و ایمان"

یعنی

تمام انبیاء علیہم السلام اسی کے فرستادہ ھیں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں میں افضل ھیں۔ اور جو کچھ آپ نے فرمایا ھے۔ وہ صحیح اور درست ھے۔ اس میں کوئی تفاوت نہیں۔ خواہ عقل کی وھاں تک رسائی ھو یا نہ ھو۔ اور اگر فہم و ادراک میں نہ آ سکیں تو بھی انہیں تسلیم کر لینا چاھئے۔ تاکہ اعتقاد درست رھے* کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام الٰہی کو جانا اور مانا لیکن اسکی کیفیت اور کنہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کی۔ ھاں اگر خداوند تعالیٰ کے احکام کی تاویل آیات بیّنات اور احادیثِ پاک کے مطابق ھو۔ تو جائز ھے**

* سر سید احمد خان نے مولانا محمد قاسم نانو توی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی "مولانا! دین کی کوئی بات عقل کے خلاف نہیں ھونی چاھئے"۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا خان صاحب! آپ نے تو الٹ کہہ دیا صحیح یہ ھے کہ عقل کی کوئی بات دین کے خلاف نہیں ھونی چاھئے بفحوائے ع عقل قربان کن بہ پیشِ مصطفٰے۔

** رسول پر وحی آسمانی آئی ھے اس لئے اس کی تعلیم در حقیقت خدا کی دی ھوئی تعلیم ھے اور کتابِ آسمانی وہ دستور العمل اور قانونِ حیات ھے۔ جو خود خدا بندوں کے لئے تجویز اور پسند کرتا ھے رسول کی نگاہ علم و حکمت کی ان گہرائیوں کو چیرتی

بقیہ بر صفحہ ۲۶۶

Marfat.com

ایمان کی صحت کی علامت یہ ہے۔ کہ اگر بندہ نیک کام کرے تو اس کو خوشی محسوس ہو۔ اور اگر اس سے بُرائی سرزد ہو۔ تو اُسے بُرائی بُرائی معلوم ہو۔ اور ایمان کی استقامت کی علامت یہ ہے۔ کہ وہ علم و ایمان کی بجائے ذوق و حال کی بنا پر خدا اور رسول خدا کو محبوب ترین رکھے*

فاذ کرونی اذ کرکم

خواجہ ضیاء الدین ؒ مزید لکھتے ہیں کہ:۔

"قال قدس سرہ، فی وصایاہ لبعض المریدین "ہیچ نفسے بے ذکر بر نیارد کہ بزرگان گفتہ اند۔ ہر کہ از نفسے بنفسے شود بے ذکر جال خود ضائع کردہ باشد و از وسوسہ و حدیث نفس در ذکر گریزد چوں بدیں صفت مدام ذاکر باشد وسوسہ و حدیث نفس بنور ذکر سوختہ گردد و نور ذکر در دل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۵ ہے جس کا ادراک عقل کو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے احکام الٰہی میں چون و چرا کی جسارت قطعاً نا مناسب ہے۔

غنچۂ از شاخسار مُصطفےٰ ۔ گُل شو ازباد بہار مُصطفےٰ
از بہارش رنگ و بو باید گرفت ۔ بہرہ از خُلق او باید گرفت
از مقام او اگر دور ایستی ۔ از میان محشر ما نیستی

* اقبال(رح) ذوق و وجدان کو تخلیقی عشق سے تعبیر کرتا ہے۔ یہ شدّت احساس کی حالت ہے جو نہایت ہی پُر اسرار طریقے پر انسانی شخصیت کو لازوال بنا دیتی ہے چنانچہ لکھتا ہے۔ ؎

بے ندانی عشق و مستی از کجاست ۔ ایں شعاع آفتاب مصطفیٰ است
زندۂ تا سوز او در جان تست ۔ ایں نگہ دارندۂ ایمان تست
با خبر شو از رموز آب و گِل ۔ پس بزن بر آب و گِل اکسیر دل

Marfat.com

فرود آید و حقیقت ذکر در دل متمکن گردد۔
و ذکر با مشاہدۂ مذکور بود۔ و دل بنور یقین
منوّر گردد۔ این است مقصود طالبان و مقصود سالکان ع
این کار دوست است کنوں تاکرارسد“

یعنی

کوئی سانس ذکر کے بغیر باہر نہیں نکلنا چاہئے* کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کوئی ذکر کے بغیر سانس نکالتا ہے۔ وہ اپنا حال ضائع کرتا ہے۔ ذکر کے وقت وسوسہ اور حدیث نفس سے اجتناب کرنا چاہئے جب اس طریق سے ذکر میں مصروف رہے گا۔ تو وسوسہ اور حدیث نفس ذکر کے نور سے از خود جل

---

* چنانچہ حضرت غوث العلمین خواجہ بہاء الحق والدّین أبو محمد زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مقام تھا۔ ایک مرتبہ چند درویش انہیں ملنے کے لئے ملتان آ رہے تھے۔ جب کوہ سلیمان کے قریب پہنچے تو ایک چڑیا نے دوسری چڑیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ افسوس کہ۔ خواجہ بہاؤالدین کا وصال ہو گیا یہ بچارے ملتان جا کر کیا کرینگے۔ اس پر وہ درویش بڑے متردّد ہوئے۔ کہ جب شیخ ہی نہیں رہے تو ملتان جانے سے کیا فائدہ! لیکن انجام کار طے پایا۔ کہ ملتان ضرور جانا چاہئے۔ اگر شیخ کا انتقال ہو گیا ہے تو قبر پر فاتحہ پڑھنے سے تو محروم نہ رہیں۔ لیکن جب وہ ملتان پہنچے تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت غوث(رح) منبر پر بیٹھے وعظ فرما رہے ہیں۔ درویشوں کو فکر مند دیکھ کر حضرت نے فرمایا۔ اے یاران! تعجّب نہ کرو۔ تم نے راستہ میں جو کچھ سنا وہ بھی صحیح تھا اور جو کچھ اب دیکھ رہے ہو یہ بھی صحیح ہے۔ ایک لمحہ اس فقیر پر ایسا آیا تھا۔ کہ اِس کا دل خدا کی یاد سے غافل ہو گیا تھا جس پر فرشتوں نے مشہور کر دیا کہ بہاؤالدین مر گیا۔ چڑیوں نے یقیناً کسی فرشتے سے یہ بات سنی ہو گی۔ الغرض یہی قدسی نفوس وہ با عظمت لوگ تھے۔ جن کا ایک سانس بھی ذکر کے بغیر باہر نہیں نکلتا تھا۔ [فریدی]

Marfat.com

جائینگے - نورِ ذکر دل کی گہرائیوں تک آترتا چلا جائے گا - اور اس میں ذکر کی حقیقت متمکّن ہو جائے گی - پھر ذکر مشاہدہ مذکور کے ساتھ ہو گا - اور دل نور یقین کے ساتھ جگمگا آٹھے گا - یہی طالبوں اور سالکوں کا مقصود ہے

و اذ کر ربّك اذا نسيت

خواجه ضیاءالدین ؒ اپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

ایضا فی و صایاہ قدّس سرہ، ”قال الله تعالیٰ یا ایها الذین آمنوا اذکروا الله ذکرا کثیرا، اذا اراد الله تعالیٰ بعبد خیرا و کتبه، عبدا سعیدا و فقه، لدوام الذکر با للسان مع مواطاة القلب ورقاه عن ذکر اللسان الیٰ ذکر القلب حتی لو سکت اللسان لا یسکت ا لقلب و هو ذکر الکثیر و لا یوصل العبد لذا لك الا بعد التبرّی عن النفاق الخفی المشار بقوله علیه السلام اکثر منا فقی امتی قراءها اراد به نفاق الوقوف مع غیر الله تعالیٰ و تعلق الباطن بسواہ فاذا و فق العبد لتجرید الظاهر عما لا یحل ثم عما لا یحمدو اکرم بتفرید ا لباطن بتخلیة عن الخواطر الردیه والا خلاق المذمومة یوشک ان یتجلی نور الذکر فی باطنه فیقطع عنه الوساوس الشیطانیة و الهوا جس النفسانیة و تجوهر نور الذکر فی باطنه حتی یکون ذکرہ، یتجلی مشاهدة المذکور وهذه هی الرتبة العظمیٰ و المنحة الکبری التی تمد الیها اعناق ارباب معالی الهمم من اولی الایدی والابصار من الامم والله الموفق والمعین“

یعنی

فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے بندو ! خدا کا ذکر کثرت سے کرو ۔

تاک خویش از گریہ ہائے نیم شب سیراب دار
کز درون او شعاع آفتاب آید بروں

ہاں سنو ! جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے ۔ تو اس کو عبد سعید لکھ دیتا ہے ۔ اور اسے زبان کے ذکر کے ساتھ قلب کی موافقت کی توفیق عنایت کرتا ہے ۔ اور زبان کے ذکر سے قلب کے ذکر کی جانب ترقی دیتا ہے ۔ یہاں تک کہ اگر زبان ذکر سے خاموش رہتی ہے تو قلب خاموش نہیں ہوتا ۔ یہی ذکر کثیر ہے اور اس ذکر تک بندہ اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ نفاق سے بری نہ ہو ۔ جس کا اشارہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں ہے کہ میری امت کے اکثر منافق اس کے قاری ہیں ۔ اس نفاق سے مراد غیر خدا کے ساتھ وقوف اور تعلق باطن ہے ۔ اس سے پرہیز لازمی ہے ۔ باطن کا لگاؤ صرف خدا کے ساتھ ہونا چاہئے ۔ پس جب بندہ کو تجرید ظاہری یعنی ناپسندیدہ چیزوں سے علیحدگی کی توفیق ہوتی ہے ۔ اور وہ بڑے وساوس اور اخلاق مذمومہ سے پاک

Marfat.com

و صاف ہو کر تفرید باطن سے معزز ہوتا ہے۔
تو عین ممکن ہو جاتا ہے کہ اس کے باطن میں نور کا
ذکر متجلّی ہو جائے۔ اور شیطانی وساوس اور
نفسانی خواہشات اس سے دور ہو جائیں۔ اس
کے باطن میں نور کے ذکر کا جوہر اس طرح
ضیا بار ہو کہ اس کا ذکر مشاہدۂ مذکور
کو متجلّی کر دے۔ اور یہ وہ مرتبۂ بلند اور
عطیۂ عظمٰی ہے۔ کہ اس کے حصول کے لئے اُمت
کے اصحابِ ہمت اور اربابِ بصیرت کی گردنیں
بڑھتی ہیں۔

حضرت شیخ العارفؒ کا عربی قصیدہ
حضرت حاکمؒ کی شان میں

حضرت شیخ العارفؒ کی شعر و شاعری کا ایک جگر پارہ پیر غلام دستگیر صاحب نامی مؤلف تاریخ جلیلہ کی وساطت سے موصول ہوا ہے۔ جو حضرت نے سلطان التارکین حمیدالدین حاکم رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق موزوں فرمایا ہے۔ جہاں یہ اشعار حضرت حاکم کی شان بلند کے مظہر ہیں وہاں عربی ادب میں بھی خاص مقام رکھتے ہیں۔ اگر اس قصیدہ میں کہیں ادبی سقم نظر آئے تو اسے نقل در نقل کا نتیجہ سمجھا جائے۔ فرماتے ہیں:۔

۱ - یَا مَنْ بَنٰی قَصْرًا رَفِیعًا بِالْعُلٰی
وَشَیَّدَ اَرْکَانَ الزَّھَادَۃِ وَالتُّقٰی

Marfat.com

اے وہ ذات! جس نے طریقت کی رفعتوں میں قصرِ رفیع تعمیر کیا۔ اور زہد و تقویٰ کے ارکان مضبوط کئے۔

۲۔ اَنْتَ الْعَجِیْزَۃُ فِیْ اٰخِیْرِ زَمَانِنَا
وَاَظْهَرْتَ مَحْضَ کَرَامَۃِ بِالْاِنْتِهٰی

آپ ہمارے آخری زمانہ میں معجزہ ہیں۔ اور آپ نے آخری وقت میں کرامت کا اظہار کیا۔

۳۔ شِبْلِیُّ وَقْتٍ فِی الزَّمَانِ رَاَیْتَهٗ
فِی الْفَضْلِ شَمْسًا طَالِعًا بِالْاِهْتِدٰی

آپ اس زمانہ کے شبلی ہیں، اے مخاطب! تو انہیں فضیلت میں ہدایت کا چمکتا ہؤا آفتاب دیکھے گا۔

۴۔ اَعْنِیْ حَمِیْدَ الْحَقِّ قُطْبَ دِیَارِنَا
وَجُنَیْدَ ثَانٍ حَالِیًا اَهْلُ النُّهٰی

میری مراد حضرت حمیدالدین حاکمؒ ہیں جو ہمارے علاقہ کے قطب ہیں۔ جنیدؒ ثانی ہیں اور اہل بصیرت کو محبوب ہیں۔

۵۔ صَدْرُ الْمَشَائِخِ حَاکِمٌ فِیْ دَهْرِنَا
اَحْیٰی رُسُوْمَ الشَّرْعِ مِنْ بَیْنِ الْوَرٰی

آپ مشائخ کے سردار اور ہمارے زمانہ میں طریقت کے حاکم ہیں۔ جنہوں نے لوگوں کے درمیان شریعت کے احکام زندہ کئے۔

Marfat.com

۶ - فِی الْفِقْہِ اَبْھیٰ وَالْاُصُوْلُ مَدَارُہٗ

وَاَعْلَمُ مِنْ عُلَمَائِنَا فِی مَنْ بَقیٰ

وہ علم فقہ میں سب سے زیادہ روشن اور علم اصول میں اس کا مرکز ہیں۔ اور ہمارے بقیہ علماء میں سب سے زیادہ عالم ہیں۔

۷ - سَحْبَانُ عَصْرٍ فِی الْعُلُوْمِ بِفَضْلِہٖ

نُعْمَانُ وَقْتٍ بَاھِرٌ بِالْمُنْتَھیٰ

آپ اپنی فضیلت علمی کے سبب سے تمام علوم میں سحبان زمانہ ہیں۔ اپنے دور کے حضرت نعمان بن ثابت (امام ابو حنیفہ) رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور انتہائی علوم پر غالب ہیں۔

۸ - وَرِعٌ تَقِیٌّ وَاصِلُ الْحَقِّ ذَاتُہٗ

وَاَزْکیٰ بِفَضْلِ نَبِیِّنَا خَیْرِ الْوَریٰ

آپ پرہیزگاری میں صاحب تقویٰ ہیں۔ آپ کی ذات واصل حق ہے۔ اور آپ ہمارے نبی افضل الخلائق کے فضل سے زیادہ حصہ پانے والے ہیں۔

۹ - ھُوَ الْحَاکِمُ الْقُرَشِیُّ فِی الْاَسْنَادِ

قُطْبُ الزَّمَانِ وَقُدْوَۃٌ فِی الْاَصْفِیَاءِ

آپ نسبت خاندان میں حاکم قریشی ہیں۔ زمانہ کے قطب ہیں۔ اور صوفیوں کے مقتداء ہیں۔

Marfat.com

اس کے علاوہ حضرت نے ''نور عرب'' اور ''سہ بیت'' کے عنوان سے بھی چند اشعار موزوں فرمائے تھے۔ ان کا ادبی پایہ اس قدر بلند تھا۔ کہ عراقی کو کہنا پڑا۔

زندہ کردی شکستہ را بسہ بیت - کز دمِ عیسوی نشاں دارد
حرزِ جاں ساختم سہ بیت ترا - کہ دو صد فتنہ در اماں دارد

نور عرب کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

خستہ چوں خواند نظمِ عرب - پائے بر فرق فرقداں دارد
خواستم تا جواب گویم، عقل - گفت کہ طاقت و تواں دارد!

عاجز آید ز دستِ مدح و ثناش
ہر کہ پا در رہِ بیاں دارد

افسوس ہے کہ اس وقت یہ تمام جواہر پارے نایاب ہیں۔

Marfat.com

قطب الاقطاب شیخ الاسلام

رکن الحق والدین ابو الفتح فیض اللہ

طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ

ولادت	عمر شریف	رحلت
۹ رمضان سنہ ۶۴۹ھ	۸۶ سال	۷ جمادی الاول ۷۳۵ھ

مزار شریف

قلعہ ملتان

آپ کا مفصل تذکرہ الگ شائع ہو رہا ہے

شیخ الاسلام

صدر الدین محمد حاجی

قدس سرہ العزیز

Marfat.com

حضرت قطب الا قطابؒ کی اولا دنرینہ نہیں تھی۔ انہوں نے اپنے بھتیجے شیخ صدرالدین محمدؒ کو بطور اولاد کے پرورش کیا تھا اور بڑے بڑے علماء ان کی تعلیم و تربیت پر مامور فرمائے تھے۔ سلطان التاریکن حمید الدین حاکمؒ ان کے نگرانِ اعلیٰ تھے۔ کبھی کبھی خود بھی انہیں پڑھاتے تھے۔ جوان ہو کر یہ بڑے خدا رسیدہ اور فاضل انسان نکلے۔ وصال کے وقت قطب الاقطاب نے ان کے حق میں وصیت فرمائی۔ چنانچہ قطب الاقطابؒ کے بعد خاندان غوثیہ کے اکابرین نے دستارِ غوثیت آپ کے سر پر رکھی اور قطب الاقطاب کی مسند پر لا بٹھایا* آپ نے خانقاہ اور مدرسہ کے

* اسلامی دنیا کا مشہور سیاح ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ شیخ الاسلام رکن الدین ملتانی کی وفات کے بعد شیخ ہود اپنے دادا کی وصیت کے بموجب خانقاہ کے متولی مقرر ہوئے۔ لیکن شیخ رکن الدین کے ایک بھتیجے نے تنازعہ کیا۔ اور کہا کہ میں اپنے چچا کی میراث کا زیادہ مستحق ہوں۔ پھر وہ دونو بادشاہ کے پاس دولت آباد گئے۔ دولت آباد ملتان سے اسّی (۸۰) منزل ہے۔ بادشاہ نے شیخ کی وصیت کے بموجب شیخ ہود (رح) کو سجّادہ نشین مقرر کر دیا۔ یہ شخص ہود عمر میں بڑا تھا۔ اور شیخ رکن الدین (رح) کا بھتیجا ابھی نوجوان تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ شیخ ہود (رح) کی نہایت تعظیم و تکریم کی جائے۔ شہر کے مشائخ اور حکام کو ہدایت ہوئی کہ اس کا استقبال کرنے جائیں۔ جب وہ دارالخلافہ میں پہنچا۔ تو شہر کے کل علماء اور مشائخ اس کے استقبال کے لئے باہر آئے میں بھی ان میں شامل تھا۔ شیخ پالکی میں سوار تھا۔ جسے آدمی اٹھائے ہوئے تھے۔ اور اس کے گھوڑے کوتل چل رہے تھے۔ میں نے اسے سلام کیا۔ لیکن اس کا پالکی میں سوار ہونا پسند نہ آیا۔ میں نے کسی سے ذکر کیا کہ شیخ کو چاہئے۔ کہ وہ گھوڑے پر سواری کرے۔ اور علماء اور مشائخ جو اس کے استقبال کو آئے ہیں۔ انہیں اپنے جلو میں لے کر چلے۔ کسی نے یہ بات

Marfat.com

نظام پر خاص توجہ دی اور لنگر خانہ کی وھی شان قائم رکھی۔ جو ان کے آباء کرام کے زمانہ میں تھی۔ یہ وہ زمانہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۶

شیخ ھود (رح) تک پہنچا دی۔ وہ فوراً پالکی سے برآمد ہوئے۔ کہا دوستو! معاف کرنا درد کے سبب گھوڑے پر سوار ہونے سے معذور تھا۔ لیکن اب آپ کا ساتھ دوں گا۔ شیخ یہ کہ کر بڑی تکلیف سے گھوڑے پر سوار ہوئے اور شہر میں داخل ہوئے۔

بادشاہ نے شیخ کے اعزاز میں بڑی ضیافت کی۔ اور اس میں علماء اور مشائخ خواہ وہ مقامی تھے یا بیرونی ممالک کے سب مدعو کئے گئے۔ جب کھانا کھا چکے تو ہر ایک کو علیٰ قدرِ استحقاق نذر بھی دی گئی۔ چنانچہ قاضی القضاۃ کو پانچ سو (۵۰۰) دینار اور مجھے اڑھائی سو (۲۵۰) دینار ملے یہ اس ملک کا دستور ہے کہ ہر ایک دعوت پر مہمانوں کو نذریں بھی دی جاتی ھیں پھر شیخ ھود ملتان کی طرف رخصت ہوئے اور بادشاہ نے ان کے ساتھ شیخ نورالدّین شیرازی کو بھیجا۔ کہ ملتان پہنچ کر شیخ کو دادا کا سجادہ نشین کرے۔ چنانچہ ملتان میں شیخ نورالدین نے بادشاہ کے خرچ پر بہت بڑی ضیافت کا اہتمام کیا اور شیخ ھود کو بموجودگی حکام اور مشائخ دادا کی مسند پر بٹھایا۔ شیخ ھود(رح) کئی سال تک سجادہ نشین رہا۔ ایک دفعہ عمادالملک حاکم ملتان و سندھ نے بادشاہ کو لکھا۔ کہ شیخ ھود(رح) اور اس کے رشتہ دار اوقاف خانقاہ کو بے جا امور پر صرف کرتے ھیں۔ زائرین اور درویشوں کو روٹی نہیں ملتی۔ اس اطلاع سے بادشاہ سخت جھنجھلایا اور اس نے حکم دیا کہ ان سب کا مال ضبط کر لیا جائے۔ عمادالملک نے انہیں طلب کرکے بعض کو قتل کیا اور بعض کو مارا پیٹا اور کچھ دنوں تک ان سے ہر روز بیس ہزار دینار وصول کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس کچھ نہ رہا۔ اور وہ پیسہ پیسہ کے محتاج ہو گئے۔

ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ ان کے گھروں سے بڑی دولت اور بے انتہا سامان نکلا تھا۔ چنانچہ ایک جوتی کا جوڑا تھا۔ جس پر جواھر اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ اس کی قیمت سات ہزار دینار آنکی گئی۔ بعض کہتے تھے کہ جوتی کا یہ جوڑا شیخ ھود(رح) کی بیٹی کا ہے اور بعض کہتے تھے کہ اس کی لونڈی کا ہے۔ جب شیخ ھود(رح) پر زیادہ سختی ہوئی۔ تو اس نے ترکستان بھاگ جانے کا ارادہ کیا مگر راستے

تھا جبکہ حضرت غوث العلمین رح کے اکابر خلفاء اور نامور مرید ایک ایک کرکے اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے - اس عہد کی یادگار صرف سلطان التارکین رح کی ذات رہ گئی تھی - یہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۷

میں گرفتار ہوگئے - جب بادشاہ کے حضور میں پیش ہوئے - تو اس نے شیخ سے پوچھا کہ کہاں بھاگ چلے تھے ؟ شیخ نے اپنی صفائی عرض کی - لیکن بادشاہ کہاں مانتا تھا - وہ اور برہم ہوا اور بگڑ کر بولا کہ تیرا ارادہ تھا کہ تو ترکستان بھاگ جائے اور وہاں جا کر کہے کہ میں بہاءالدین زکریا ملتانی(رح) کا بیٹا ہوں اور بادشاہ نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے - اور ترکوں کو مدد پر بلا لائے - اس کے بعد شیخ کی گردن مارنے کا حکم دیا - اور وہ شہید کر دئے گئے - اخیر میں لکھتا ہے کہ ''خدا اس پر رحمت کرے'' - آخری جملہ اس امر کا آئینہ دار ہے کہ ابن بطوطہ شیخ اور اس کے خاندان کے بارہ میں اچھی رائے رکھتا تھا - اور جو کچھ ان سے مؤاخذہ ہوا اسے جائز نہیں سمجھتا تھا - ورنہ وہ یہ الفاظ نہ کہتا جیسا کہ ہم عراق(رح) کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں - ابن بطوطہ کی تمام یادداشتیں اور دیگر سامان سمندر میں غرق ہو گیا تھا - وہ صرف جان سلامت لے جا سکا - وطن پہنچ کر اس نے حافظے کی مدد سے سفر نامہ مرتب کرنے کی کوشش کی - لیکن اس میں وہ با حسن وجوہ کامیاب نہ ہوا - کہیں واقعات خلط ملط ہو گئے - اور کہیں نام کچھ کے کچھ لکھے گئے - یقیناً یہاں بھی اسے سہو ہوا ہے - کیونکہ حضرت غوث العلمین(رح) کے خاندان میں شیخ ہود(رح) نام کا کوئی بزرگ نہیں گذرا - البتہ مخدوم عبدالرشید حقانی قدس سرہ کے پوتے کا نام شیخ ہود(رح) ہے - چونکہ شیخ عبدالرشید اور حضرت غوث العلمین(رح) چچا زاد بھائی تھے - اس لئے شیخ ہود شیخ کبیر(رح) کے پوتے بھی کہلائے جا سکتے ہیں - نیز شیخ ہود کی دادی حضرت غوث العلمین کی حقیقی بہن تھی - ممکن ہے کہ مخدوم عبدالرشید(رح) کی سجادگی کا تنازعہ برپا ہوا ہو - اور حضرت قطب الاقطاب(رح) نے شیخ ہود کے علم و فضل اور ان کی کبرسنی کا خیال کرکے سجادگی کے لئے ان کی سفارش یا وصیت کر دی ہو - حضرت مخدوم عبدالرشید(رح) کا مقبرہ ملتان کے مضافات میں واقع ہے - اس لئے دعوت وغیرہ کا اہتمام یا سجادگی کا اعلان بہر حال ملتان میں ہی ہوا ہوگا - ہو سکتا ہے کہ شیخ ہود(رح) اور ان کے اقارب

Marfat.com

بڑی عمر کے بزرگ تھے۔ انہوں نے شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی اور سید احمد توختہ رحمہا اللہ علیہم کے نورانی چہرے دیکھے تھے۔ ان کے دم قدم سے حضرت شیخ الاسلام صدرالدین محمدؒ کو بڑا سہارا تھا۔ ۲۲ ربیع الاول ۷۳۷ھ کو بزم غوثیہ کی یہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۸ ۔

بھی ملتان میں ہی رہتے ہوں ۔ اس امر کے صحیح ہونے کا ایک اور قرینہ بھی ہے کہ حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی قدس سرہ' کی اولاد کے مزارات قصبہ مخدوم رشید سے بہت دور واقع ہیں ۔ ان کا یہ بُعد کسی خانگی انتشار کا ہی نتیجہ معلوم ہوتا ہے - شیخ ہود (رح) کا شجرہ حسب ذیل ہے :

مخدوم عبدالرشید حقّانی قدس سرہّ

مخدوم ابوبکر(رح) ۔ مخدوم مجید(رح) ۔ مخدوم حسن(رح) ۔ مخدوم صدرالدین(رح)

(مخدوم ابوبکر(رح) کی اولاد:) سلطان ایوب قتال(رح) ۔ مخدوم لعل حافظ(رح) ۔ مخدوم یعقوب(رح) ۔ مخدوم ہود(رح)

حضرت قطب الاقطاب کے وصال کے وقت ان کے حقیقی بھتیجے شیخ صدرالدین محمد کے علاوہ مولانا علاؤالدین ، مولانا نصیرالدین ، مولانا نورالدین ، شیخ موسیٰ ، مولانا حسین ، مولانا ادریس ، مولانا عبدالغفار اور مولانا بہاؤالدین جیسے اعزا و اقارب موجود تھے ۔ جو اپنے زہد و تقوی اور علم و فضل میں اس قدر شہرت رکھتے تھے ۔ کہ دور دور سے لوگ ان کے ہاں دین کی کتابیں پڑھنے آتے تھے ۔ اور یہ بزرگوار کئی تو حضرت قطب الاقطاب کے چچا زاد بھائی تھے اور کئی ان بھائیوں کے لڑکے تھے ۔ جو شیخ صدرالدین محمد کے بعد سجّادگی کے صحیح وارث تھے ۔ ان کی موجودگی میں شیخ ہود(رح) سجّادگی کا دعویٰ کیسے کر سکتے تھے بہر حال تاریخی ریکارڈ اور خاندانی شجروں سے صاف ظاہر ہے ۔ کہ شیخ صدرالدین محمد حضرت قطب الاقطاب کے بعد بارگاہِ غوثیہ کے متولی اور صاحب سجّادہ بنے تھے نیز ان کا خاندان عتاب سلطانی سے بھی محفوظ رہا تھا چونکہ شیخ ہود(رح) حضرت قطب الاقطاب کے قریبی رشتہ دار تھے اس لئے ابن بطوطہ سے ان کے تنازعہ سجادگی میں سہو ہو گیا ۔ (فریدی)

شمع بھی بجھ گئی* حضرت شیخ الاسلام کو ان کے انتقال کا بڑا صدمہ ہؤا۔ اور انہیں حضرت قطب الاقطاب کے پہلو میں دفن کیا۔ لیکن ایک سال بعد مَو مبارک سے ان کے اعزا و اقارب آئے اور ان کا صندوق نکال کر لے گئے۔ کہتے ہیں کہ جب صندوق نکالا گیا تو وہ سر تا سر مشک وعنبر ہو رہا تھا۔ خانقاہ کا گرد و پیش معطر ہو گیا اور ملتان شہر کے تمام لوگوں نے اس کا مشاہدہ کیا۔ اس کے بعد بڑی شان سے آپکا جنازہ اُٹھا اور سینکڑوں آدمیوں نے ہاتھوں ہاتھ مَو مبارک تک پہنچایا چنانچہ آپ کا مزار نور بار مَو مبارک کے قلعہ میں آج تک مرجع خاص و عام چلا آتا ہے۔ سلطان التارکین کے وصال کے بعد کافی عرصہ تک شیخ الاسلام صدرالدین محمدؒ خانقاہ غوثیہ پر معتکف رہے۔ حضرت غوث العلمینؒ کے زمانہ سے شیخ الاسلامی کا منصب اس خاندان میں چلا آتا تھا وہ حضرت قطب الاقطاب کے ساتھ ختم ہو گیا۔ چونکہ سلطان محمد تغلق اپنے تشدد کے سبب بہت بدنام ہو رہا تھا۔ اس لئے آپ نے حکومت سے رابطہ قائم رکھنے کی کوشش نہ فرمائی اور نہ ہی سلطان نے آپ کو دھلی حاضر ہونے کی تکلیف دی۔ ۲۱ محرم ۷۵۲ء

* مؤلف تذکرہ حمیدیہ نے سیدالسّادات شاہ راجن قتال(رح) سے روایت کی ہے۔ کہ دفعتًہ ملتان میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ اس شہر کی ایک طرف غرق ہونے کو ہے ایک درویش نے سلطان التارکین سے آ کر عرض کی کہ ''حضرت! یہ کیا مشہور ہو رہا ہے!''

آپ نے فرمایا ''خیر ہے، یعنی ملتان غرق نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ ان دنوں کوئی صاحب رحلت کر جائینگے۔ چنانچہ اس واقعہ کے ایک ہفتہ بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ (صفحہ ۳۸)

Marfat.com

کو سندھ میں ہندوستان کا یہ جبّار اور قہّار شہنشاہ دنیا سے رخصت ہو گیا ۔ اس کی جگہ امراء نے سلطان فیروز شاہ کو تخت پر بٹھایا ۔ یہ نہایت نیک نفس نوجوان تھا اور درویشوں سے بے پناہ عقیدت رکھتا تھا * اس لئے وہ ٹھٹھ سے براستہ سہوان ملتان

* عفیف شمس سراج نے سلطان فیروزشاہ کی صغرسنی کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں ۔ وہ بیان کرتا ہے ۔ کہ ایک دفعہ سلطان تغلق کے ہمراہ فیروز شاہ محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور شیخ کو کچھ ایسے ادب واحترام سے ملا۔ کہ وہ بہت خوش ہوئے ۔ فرمایا بیٹے ! کیا نام ہے ؟ عرض کی بندے کو کمال الدین کہتے ہیں فرمایا عمر بکمال ، دولت بکمال ، نعمت بکمال ۔

ایک دفعہ سلطان تغلق بزمانہ صوبیداری دیپال پور شیخ علاؤالدّین سجّادہ نشین فریدالدّین مسعود گنج شکر(رح) کی خدمت میں بمقام اجودھن حاضر ہوا ۔ محمد تغلق اور فیروز شاہ بھی ہمراہ تھے ۔ شیخ کے پاس کپڑے کا تھان پڑا تھا ۔ خادم کو حکم دیا ۔ کہ اس میں سے ½۴ گز کپڑا کاٹ کر پیش کرو ۔ حکم کی تعمیل ہوئی ۔ حضرت نے اپنے دست مبارک سے یہ کپڑا سلطان تغلق کو مرحمت فرمایا ۔ پھر خادم کو ارشاد ہوا کہ ۲۷ گز کپڑا اور کاٹو یہ کپڑا حضرت نے جونا خاں (محمد تغلق) کو مرحمت فرمایا ۔

کمسن کمال الدین (فیروز شاہ) معصومانہ انداز سے شیخ کو دیکھ رہا تھا ۔ حضرت نے خادم سے فرمایا کہ اسے چالیس گز کپڑا دے دو ۔

حضرت نے سہانوں سے مسکرا کر فرمایا کہ اس کپڑے کو سر پر باندھ لو ۔ ملک تغلق نے جلدی سے باندھ لیا ۔ مگر محمد تغلق کو کافی وقت صرف کرنا پڑا ۔ لیکن فیروز شاہ باندھتے باندھتے تھک گیا ۔ اس کے سر پر ایک بڑا سا گٹھّڑ بن گیا ۔ اسی حالت میں تینوں کو رخصت کیا ۔ ملک تغلق عزیزوں کے ہمراہ بوریہ نشین درویش کے حجرہ سے نکل کر جا رہا تھا اور شیخ کی نگاہیں ان کا تعاقب کر رہی تھیں ۔ جب وہ دروازہ سے گذر گئے ۔تو حضرت نے مسکرا کر حاضرین کی طرف دیکھا ۔ اور فرمایا کہ یہ تینوں افراد صاحب تخت و تاج ہونگے ۔ رمز شناس نگاہیں تاڑ گئیں کہ یہ لمبائی کے گز نہیں تھے ۔ بلکہ بادشاہت کے سالوں کی تعداد تھی ۔ اور دیکھنے والوں نے دیکھ لیا ۔ کہ جتنا جتنا کپڑا شیخ کی بارگاہ سے ان افراد کو عطا ہوا تھا اتنے سال انہوں نے حکومت کی ۔

Marfat.com

پہنچا - حضرت غوث العلمین بہاء الحق والدین ابو محمد زکریا و حضرت سلطان الاولیاء شیخ محمد یوسف گردیزی قدس اللہ اسرارھم کے مقابر پر حاضری دی اور ان کے توسل سے اپنی کامیابی کی دعا مانگی - شیخ الاسلام صدرالدین محمد کو علم ہو چکا تھا - کہ دھلی میں خواجہ جہاں وزیر اعظم نے ایک مجہول النسب لڑکے کو سلطان محمد کا لڑکا ظاہر کر کے تخت نشین کر رکھا ہے - ہو سکتا ہے کہ سلطان کو اس سے مقابلہ کرنا پڑے اس لئے جیب خاص سے گران قدر رقم بطور ہدیہ پیش کی - آپ کی دیکھا دیکھی ملتان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۱

اسی طرح یہ تینوں بخت بیدار ایک دفعہ شیخ شرف الدین بو علی قلندر(رح) کی خدمت میں بمقام پانی پت حاضر ہوئے - حضرت قلندر نے خادموں کو حکم دیا - کہ ھرسہ مہمانوں کو کھانا پیش کریں -

خدام نے کھانا ایک ھی برتن میں رکھ کر پیش کیا - جب وہ کھانے بیٹھے تو حضرت قلندر نے خدام سے فرمایا کہ کیا ہی عجیب اتفاق ھے کہ تین فرمانروا ایک ھی برتن میں کھانا کھا رہے ھیں چوتھی بشارت فیروز شاہ نے سندھ میں سنی جب امراء تخت و تاج کے لئے جانشین کا انتخاب کر رہے تھے - حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دھلوی نے جو لشکر شاھی میں موجود تھے - فیروز شاہ کو پیغام بھیجا کہ "وعدہ کرو - کہ تم مخلوق خدا کے ساتھ عدل و انصاف کرو گے - ورنہ ھمیں ان بیکس بندگان خدا کے لئے اللہ تعالیٰ سے کوئی اور فرمانروا طلب کرنا پڑے گا -"

فیروز شاہ نے جواب دیا - کہ میں خلقت کے ساتھ حلم و بردباری کرونگا - اور اتفاق و محبت سے ان پر حکمرانی کرونگا -

حضرت نے فرمایا کہ اگر تم خلق خدا کے ساتھ خلق و مروت کرنے کا وعدہ کرتے ہو تو ھم نے بھی تمہارے لئے خدا سے حکومت طلب کر لی - ساتھ ھی فیروز شاہ کو ۳۹ کھجوریں بطور تحفہ ارسال کیں جنہیں بشارت پر بشارت خیال کیا گیا -

(تاریخ فیروز شاھی)

Marfat.com

کے تاجروں نے اشرفیوں کی تھیلیاں لاکر نذر گزاریں — جس سے لاکھوں روپے خزانے میں جمع ہوگئے۔ سلطان نے کہا صاحبو! اس وقت ضرورت کے پیش نظر آپ کا یہ ھدیہ قبول تو کر لیتا ہوں مگر یہ مجھ پر قرض ہے — دھلی پہنچ کر واپس کردونگا* روانگی کے وقت شیخ الاسلام صدرالدین محمد سے عرض کی کہ آپ کے آباء کرام گاھے گاھے دارالسلطنت میں تشریف لاکر سلاطین وقت کی بزرگانہ نصائح سے راھنمائی فرمایا کرتے تھے — آپ بھی انکی سنت کو پورا کرنے کے لئے ضرور تشریف لایا کریں۔ شیخ کو سلطان کا یہ نیازوانکسار اور انداز بیان بے حد پسند آیا۔ اور دھلی آنے کا وعدہ فرما لیا۔ چنانچہ جب سلطان بنگال کی مہم سے فارغ ہو کر دھلی واپس آیا۔ اور جشن استقلال منعقد کیا۔ تو اس موقع پر شیخ صدرالدین محمد تشریف لے گئے۔ ان دنوں سلطان سرسہ اور ھانسی کے درمیان لہراس بزرگ** کے مقام پر ایک جدید شہر کی تعمیر کرا رہا تھا۔

---

* تمام تاریخیں اس امر کی شہادت دیتی ہیں کہ سلطان نے دھلی پہنچتے ہی اس قرض کا پیسہ پیسہ ادا کر دیا تھا۔

** لہراس بزرگ ایک مشہور گاؤں تھا۔ پانی یہاں تقریباً معدوم تھا۔ عراق و خراسان کے تاجر جب یہاں آ کر ٹھہرتے تھے تو انہیں ایک گھڑے پانی کے لئے چار چار جیتل ادا کرنا پڑتے تھے۔ فیروز شاہ نے اس جگہ کو پسند کرکے حصار کی تعمیر شروع کرادی۔ تمام ملوک و امراء کو خدمتیں تقسیم کر دیں اور چند سال میں یہ حصار (جو پتھر اور چونے سے بنایا گیا تھا) مکمل ہو گیا۔ اور اس کا نام حصار فیروزہ رکھا۔ اس کے بعد چاروں طرف خندق کھدوائی۔ اور اس کی مٹی سے حصار کے گرد دمدمہ بنوایا۔ شہر کے اندر بہت بڑا تالاب تعمیر کرایا۔ جس کے پانی سے خندق بھی ہر وقت لبریز رہا کرتی تھی مزید برآں ایک بہت بڑا محل بھول بھلیاں کی طرز کا تعمیر کرایا۔ اور متعدد دیگر محلات بنوائے جو اب کھنڈر بن چکے ہیں۔ (اسلامی ھند بحوالہ تاریخ فیروز شاھی صفحہ ۲۱۹)

Marfat.com

اسے دیکھنے کے لئے دہلی سے نکلا۔ اور کلانور کے مضافات میں شکار کھیلتا اور رعایا کو انعام و اکرام سے مالا مال کرتا حصار جا پہنچا۔ کئی دن شہر میں چراغاں رہا۔ اور امراء نے اپنے محلات کو آراستہ کرکے سلطان کی ضیافتیں کیں۔ اس کے بعد قصر شاہی میں دربار منعقد ہوا۔ جس میں امراء اور کاریگروں کو خلاعِ فاخرہ سے نوازا گیا۔ حضرت شیخ صدرالدین محمد کو ملتان سے آئے کافی عرصہ ہو گیا تھا۔ آپ نے واپس جانے کے لئے اجازت چاہی۔ سلطان نے آپ کو شیخ الاسلامی* کے منصب کو قبول کرنے کی درخواست کی**۔ اور ساتھ ہی گراں بہا خلعت، شمشیر مرصّع اور زرّین ہودج کا ہاتھی نذر کیا۔ اس کے بعد بڑے اعزاز و اکرام سے آپ کو رخصت کیا۔ شیخ صدرالدینؒ محمد شیخ الاسلامی کے فرائض کی تکمیل کے

* شہاب الدین ابو العباس احمد دمشقی المتوفی ۷۴۹ھ نے مسالک الابصار فی ممالک الامصار کے نام سے ایک ضخیم کتاب مرتب کی تھی جو بیس جلدوں پر مشتمل تھی۔ اب اس کی صرف پانچ جلدیں نظر آتی ہیں مگر وہ بھی یورپ کے کتب خانوں میں، پاک و ہند میں اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔ اس میں اس نے شیخ مبارک کی روایت سے محمد تغلق کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ اس میں منصب شیخ الاسلامی کی بابت لکھتا ہے کہ اسلامی دور میں قاضی القضاہ اور شیخ الاسلامی کے دو موقّر عہدے ہوتے تھے جنہیں دس دس قصبات جاگیر میں ملتے تھے۔ ان کی آمدنی ساٹھ ہزار تنکہ سے کم نہ ہوتی تھی۔ قاضی القضاۃ کا کام مقدمات کی سماعت اور احکام سزا وغیرہ دینا تھا۔ شیخ الاسلام کا کام شرع کے مطابق مسائل عامہ طے کرنا تھا۔ علماء و فقہاء کے جملہ امور قاضی القضاۃ سے اور مشائخ و فقراء کے تمام معاملات شیخ الاسلام کی وساطت سے طے پاتے تھے۔

(اسلامی ہند صفحہ ۲۰۱)

** تاریخ معصومی از سید نظام الدین محمد معصوم نامی؛ تاریخ ہند از مولوی ذکاؤ اللہ، خلاصتہ الاحباب از محمد افضل

لئے گاھے گاھے بادشاہ کے پاس تشریف لے آئے تھے۔ وہ کس شان سے آتے تھے، بادشاہ کس ادب و احترام سے ان کا استقبال کرتا اور ان کے ارشادات کی تعمیل کرتا تھا وہ عفیف شمس سراج کی زبان سے سنئے۔ لکھتا ھے کہ "شیخ الاسلام ہمیشہ ایک پہر گزرنے کے بعد بادشاہ کی ملاقات کو آتے تھے۔ اس وقت بادشاہ محل چھجّہ* میں قالین کے اوپر بیٹھتا تھا۔ جب شیخ الاسلام محل کے قریب پہنچتے۔ تو سلطان باھر نکل کر ان کا استقبال کرتا اور اپنے ھاتھ شیخ الاسلام کے قدموں تک لے جاتا۔ حضرت بادشاہ کو دعا دیتے اور اپنے سینے سے لگاتے۔ اس کے بعد بادشاہ اور شیخ الاسلام دونو ایک مسند پر تشریف فرما ہوتے اور اس مجلس میں قاضی بغدادی اور ملک کبیر کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کو شریک ہونے کی اجازت نہ ہوتی۔ یہ دونو معتمد امراء بادشاہ کے پسِ پشت اِستادہ رہتے تھے۔ بادشاہ بڑے ادب و احترام سے شیخ الاسلام سے خیریت سزاج دریافت کرتا اور دینوی و دنیاوی معاملات پر گفتگو رھتی اس دوران میں قسم قسم کے طعام، بہترین شربت، میوہ جات اور پان سے خاطر تواضح ھوتی رھتی۔ اس کے بعد شیخ الاسلام بادشاہ سے رخصت ھو کر تشریف لے جاتے

* ملاقات کے لئے بادشاہ کے تین محل مشہور تھے۔ ایک کا نام "محل صحن گلی" اس کو محل انگور بھی کہتے تھے۔ دوسرے کا نام "محل چھجہ چوبین" تھا اور تیسرے کو محل بارعام کہتے تھے۔ پہلے محل میں صرف خواتین، ملوک، امراءؕ اور خاص خاص اھل قلم سے ملاقات ھوتی تھی دوسرا محل (چھجہ) گویا خلوت کدہ تھا اور نہایت ھی مخصوص امراءؕ کے ساتھ وھاں نشست ھوتی۔ تیسرا محل دربار عام کے لئے تھا۔

(اسلامی ھند صفحہ ۲۲ بحوالہ سراج عفیف مؤلف تاریخ فیروز شاھی)

Marfat.com

اور بادشاہ چند قدم تک انہیں خدا حافظ کہنے کے لئے جاتا ۔ رخصت ہونے کے وقت بھی شیخ الاسلام بادشاہ کو دعا دے کر اپنے سینے سے لگاتے ۔ اگر حضرت شیخ الاسلام کو بادشاہ سے کسی ضرورت کے لئے کچھ کہنا ہوتا ۔ تو وہ اپنی زبان فیض ترجمان سے کچھ ارشاد نہ فرماتے بلکہ کاغذ پر لکھ لیتے اور اسے اپنے رومال میں لپیٹ کر وہیں چھوڑ آتے۔ بادشاہ حضرت کو رخصت کرکے واپس آتا اور قالین پر سے حضرت کے رومال اور کاغذ کو اٹھا کر سر آنکھوں سے لگاتا اور اس مکتوب گرامی کو شروع سے اخیر تک احتیاط سے پڑھتا اور اس کا جواب حضرت کی منشاء کے مطابق لکھ کر اپنے حضور میں مرتب کراکے کسی معتمد امیر کے سپرد ۔ کرتا اور حکم دیتا کہ یہ خط جلد سے جلد شیخ الاسلام تک پہنچا دے ۔ بالعموم یہ فرمان شیخ الاسلام سے پیشتر انکی قیام گاہ پر پہنچ جاتا ۔"

ایک اور ملاقات کا ذکر عفیفؒ اس طرح کرتا ہے :۔

"ایک روز شیخ الاسلام صدرالدین محمد ؒ بادشاہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے اور وجہ معاش کا ذکر ہو رہا تھا ۔ بادشاہ نے ان دنوں رعایا کے لئے وظائف کا کوئی تازہ حکم جاری کیا تھا ۔ اس پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے فرمایا :۔

> "رحلت کے وقت مومن کے قلب پر دو رنج و الم طاری ہوتے ہیں ۔ ایک اندوہ دینی دوسرا رنج دنیاوی ۔ اندیشہ دینی سے یہ مراد ہے کہ لمحات آخر میں بندۂ مؤمن اپنی فطری خصلت و کیفیت کے مطابق رنج و غم میں مبتلا ہوتا ہے ۔ کہ ایسے نازک وقت میں

Marfat.com

اس کو نجات کی بشارت ہوتی ہے یا عذاب آخرت کی۔ اس لئے کہ کسی شخص کو اپنے خاتمہ کا صحیح علم نہیں ہے اور یہ کہ سوائے انبیاء علیہم السّلام اور عشرہ مبشّرہ کے کوئی فرد عصمتِ انسانی کا مرتبہ نہیں رکھتا۔ دوسرا اندوہ جو مومن کے قلب پر طاری ہوتا ہے۔ وہ دنیاوی رنج و الم ہے۔ ہر شخص سکرات کے عالم میں اسی فکر و الم کا شکار ہوتا ہے کہ اس کے بعد اسّ کے بال بچّے کس حالت میں زندگی بسر کرینگے۔ جہاں پناہ نے اپنے عہد معدلت مہد میں ہر مومن کو دنیاوی فکر و رنج سے نجات دے دی ہے۔ اس حکم میں رعایا کے لئے اطمینان اور حضرت بادشاہ کے لئے بے شمار ثواب ہے اور میرا ایمان ہے۔ آپ نے جو کہ مخلوق کا درجہ رکھتے ہیں مومن کے قلب کو دنیاوی رنج و غم سے نجات دلا دی ہے تو پروردگار عالم جو خالقِ مطلق ہے اور جس کا رحم و کرم بے شمار و لا محدود ہے۔ اپنے بندے کو دینی فکر (عاقبت کے غم) سے بھی نجات دے دیگا۔ اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ دارالسّلام میں جگہ عنایت فرمائے گا"۔

اس وقت دربار پر سنّاٹا سا چھا رہا تھا۔ جب شیخ الاسلام نے تقریر ختم کی۔ تو تمام حاضرین دربار سر بسجدہ ہو گئے اور دیر

Marfat.com

تک رب العلمین کی بارگاہ میں اپنے حسنِ خاتمہ اور بادشاہ کی سلامتی کے لئے دعا مانگتے رہے سلطان بھی یہ منظر دیکھ کر آبدیدہ ہو گیا۔ عرض کی:۔

"حضرت! آپ کو معلوم ہے کہ قدیم سلاطین نے صرف چند روز دنیا میں حکمرانی کی اور اس کے بعد دنیا سے چل بسے، ہم کو بھی ایک روز اس جہان فانی سے سفر کرنا ہے

اس کے بعد بادشاہ نے یہ شعر پڑھا ـــــ

چوں بزمِ ما بہ بینی خالی زما بگوئی
روزے دریں محلّت غوغا زدے حسابی

شیخ الاسلام لشکر شاہی کے ساتھ

عفیف لکھتا ہے کہ فیروز شاہ کا لشکر ٹھٹھ (سندھ) کو جا رہا تھا حضرت شیخ الاسلام بھی ہمراہ تھے۔ راستے میں ایک مقام پر جب دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ تو حضرت نے فرمایا:۔

"بادشاہ نے پہلی دفعہ ٹھٹھ پر حملہ کیا اور لشکر شاہی دھلی سے روانہ ہؤا۔ تو بادشاہ نے اجودھن پہنچ کر شیخ فریدالحق والدینؒ کی زیارت کی لیکن حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کے آستانہ پر حاضر نہیں ہوئے حالانکہ اس زمانہ تک اہلِ بصیرت نے ان دونو خانوادوں میں کسی قسم کی تفریق گوارا نہیں کی۔ اس مرتبہ آپ یہ نذر فرمائیں کہ ٹھٹھ کے فتح ہونے کے بعد ملتان حاضر ہو کر

Marfat.com

مشائخ کرام کے آستانوں پر حاضری دینگے۔ شیخ الاسلام
کی یہ تقریر سن کر فیروز شاہ نے فرمایا ۔ کہ یہ
خطرہ بارہا میری طبیعت میں پیدا ہوا ہے۔

اس کے بعد بادشاہ کچھ سوچ میں پڑ گیا ۔ اور تھوڑی دیر رک کر بڑی عقیدت سے بولا کہ

"انشاء اللہ تعالیٰ اس مرتبہ یہ ارادہ ضرور کرونگا
اور خدا کی مرضی و مشیّت کے مطابق عمل کرونگا*"

فیروز شاہ ملتان میں

سندھ کی مہم سے کامیاب و کامران ہو کر سلطان واپس لوٹا تو اس نے راہ میں مشائخ ملتان کی زیارت کا قصد کیا۔ چنانچہ جب لشکر شاہی ملتان کے قریب پہنچا۔ تو شیخ الاسلام اور دیگر مخادیم و امرائے شہر نے ایک منزل آگے بڑھ کر سلطان کا استقبال کیا۔ اور شاہانہ شوکت کے ساتھ شہر میں لے گئے۔ پہلی دفعہ جب سلطان شہر میں آیا تھا۔ تو شہر والوں نے اپنی بساط سے بڑھ چڑھ کر اسکی مدد کی تھی۔ اس لئے اس کے دل میں اہل ملتان کی بڑی قدر تھی۔ وہ ہر ایک سے محبت سے پیش آیا پہلے اس نے غوث العلمینؒ اور سلطان الاولیاء شیخ محمد یوسف گردیزی قدس اللہ اسرارھم کے مقابر کی زیارت کی** اور پھر دربار منعقد کر کے اس میں اہل

* تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۱۶۴

** سلطان اس حدیث کو ہمیشہ پیش نظر رکھتا تھا ۔ کہ جب تم کسی امر میں حیران ہو اہل قبور سے مدد طلب کرو۔ قولہ علیہ السلام اذا تحیّر تم فی الامور فاستعینوا من اھل القبور، عفیف لکھتا ہے کہ سلطان نے چالیس سال کامل ہندوستان پر حکمرانی کی - اور اس مدت حکومت میں ہر وقت و ہر آن

شہر کو انعام و اکرام سے خوب نوازا۔ شیخ الاسلام صدر الدین محمد نے انہی ایام میں ایک خواب دیکھا۔ کہ حضرت غوث العلمین فرما رہے ہیں۔ بیٹا! تم لوگوں نے قطب الاقطاب کو میری پائینتی میں دفن کر دیا ہے اس سے مجھے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ تم ان کے صندوق کو دوسرے مقبرے میں منتقل کر دو! شیخ الاسلام نے اس خواب کا ذکر سلطان سے کیا۔ اس نے کہا کہ یہ قبہ تو سلطان محمد نے اپنی زندگی میں حضرت قطب الاقطاب کو نذر کیا تھا۔ آپ لوگوں نے حضرت کو اس میں دفن کیوں نہ کیا ــــــ! حضرت نے فرمایا۔ کہ حضرت قطب الاقطاب کا خیال تھا کہ یہ مقبرہ سرکاری خزانے سے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس لئے انہوں نے اس کو اپنے لئے پسند نہ فرمایا۔ سلطان نے کہا۔ میں ذاتی واقفیت

بقیہ حاشیہ ۲۸۹

اس قانون کا پابند رہا کہ بغیر زیارت بزرگان و حاضری مزارات اھل اللہ بادشاہ نے کبھی سفر نہیں کیا۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ میں نے بارہا بادشاہ کو اولیاء اللہ کی مزارات پر حاضری دیتے دیکھا ہے۔ وہ انتہائی ادب کے ساتھ مشائخ کرام کے مقابر پر جاتا۔ پہلے قبر کے سرہانے کھڑا ہوتا۔ اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے اپنا سر بے حد ادب کے ساتھ زمین تک لے جاتا۔ اس کے بعد دو یا تین اور مقامات پر اپنے سر کو زمین پر رکھ دیتا۔ پھر قبر شریف کے متصل ادب کے ساتھ بیٹھ جاتا۔ اور احکام شرع کے مطابق آیات قرآن پاک تلاوت کرتا۔ اس کے بعد اٹھ کر مزار پر انوار کا غلاف پکڑ کر اپنی حاجتیں بیان کرتا۔ زیارت سے فارغ ہو کر کچھ دیر مقبرہ کے گرد و پیش کا جائیزہ لیتا اور اس کی ملحقہ قبروں پر فاتحہ پڑھتا۔ زاں بعد سرکاری ملازم مقبرہ کے لئے خاص رقم کڑھوں میں رکھ کر پیش کرتے جو متولی درگاہ کے سپرد کر دی جاتی۔ فقراء اور مساکین میں رقم تقسیم کرنے کے لئے ایک شخص کو مقرر کیا جاتا تھا۔ عفیف کے والد اور چچا بارہا اس خدمت پر مقرر کئے گئے تھے۔ (تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۱۴۰)

Marfat.com

کی بنا پر دعویٰ سے کہ سکتا ہوں کہ اس مقبرے پر سرکاری روپیہ صرف نہیں ہوا - اپنی قبر کے لئے کون پسند کرتا ہے - کہ اس پر مشتبہ مال سے عمارت تیار ہو - سلطان تغلق نے بزمانہ صوبیداری دیپال پور محال خالصہ کی آمدنی سے اسے تیار کرایا تھا - نہایت متدیّن معمار اسکی تعمیر پر لگائے گئے تھے - اسی طرح جو مقبرہ کوٹلہ تغلق آباد میں تعمیر ہوا ہے - اس پر بھی سلطان کی ذاتی رقم صرف ہوئی ہے - آپ بلا توقف حضرت کے جسدِ اطہر کو اس مقبرہ میں منتقل کریں - بلکہ یہ کام میری موجودگی میں ہو جانا چاہئے - سلطان کی اس تقریر سے شیخ الاسلام کی طبیعت شگفتہ ہو گئی - اور مقبرے کی تعمیر سے متعلق جو تشویش تھی وہ دُور ہو گئی - چنانچہ اسی دوران میں ہی قطب الاقطاب کے صندوق کو حضرت غوث العلمین کی پائینتی سے نکال کر مقبرہ سلطانی میں منتقل کیا گیا - اس تقریب پر ملتان شہر کے تمام لوگ جمع تھے - لوگوں نے بڑھ بڑھ کر کندھا دیا - خود فیروز شاہ بھی تابوت اٹھانے میں شریک تھا - حضرت قطب الاقطاب کے خاندانی ریکارڈ میں ”انتقال تابوت“ کا واقعہ تفصیل سے درج ہے - لیکن مؤلف تذکرہ ملتان نے صرف اتنا لکھا ہے کہ :-

”بعد از وفات چوں سلطان تغلق در دھلی مدفون گشت ، قبّہ کہ در ملتان برائے خود ساختہ بود ، سلطان السلاطین محمد فیروز شاہ شیخ رکن الدّین ابو الفتح فیض اللہ قریشیؒ را حسب الاشارۂ آں

بزرگ از خانقاہ جدّ بزرگوارش بر آوردہ در قبہ مذکور دفن کنانید" (صفحہ ۳۲)

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد بموجب خلاصتہ الاحباب ۷۶۶ھ میں شیخ الاسلام صدر الدین محمدؒ کا انتقال ہو گیا اور اپنے آباء کرام کے پہلو میں سپردِ خاک ہوئے۔

شیخ الاسلام رکن الدّین اسمعیل سمر قندی قُدِّس سرّہ

شیخ الاسلام صدر الدین محمدؒ کے بعد ان کے اکلوتے صاحبزادے شیخ رکن الدین اسمعیل سمر قندی ؒ سجادہ نشین ہوئے ان کے زمانہ میں دھلی کی سلطنت سخت کمزور ہو چکی تھی۔ بیک وقت دو بادشاھوں کا سکّہ چل رہا تھا۔ پرانی دلی میں محمود شاہ بادشاھت کرتا تھا۔ اور وھیں کے وھیں فیروز آباد میں اُسی کا ایک دوسرا عزیز ناصرالدین نصرت شاہ کے نام سے کوس لمن الملکی بجا رہا تھا۔ دونو کے لشکر آئے دن ٹکراتے تھے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلتا تھا۔ سارے ھندوستان میں الگ الگ پارٹیاں بنی ھوئی تھیں اور ھر ایک نے اپنے اپنے مقبوضات جدا بنا لئے تھے* اس آئے دن کی خانہ جنگیوں کا نتیجہ یہ ھوا۔ کہ ھندوستان کے قدیم ترین دشمن مغل تیمور لنگ کی کمان میں گھٹا کی طرح اس ملک پر چڑھ آئے۔ امیر تیمور کے بھانجے میرزا پیر محمد جہانگیر نے لپک کر ملتان کو محاصرہ میں لے لیا۔ سارنگ خاں صوبیدار نے چھ ماہ تک مقابلہ کیا اور

* منتخب التواریخ از ملاّ عبدالقادر بدایونی (رح)

نوبت بایں جا رسید کہ شہریوں کو چوہے بلی بھی کھانے کو نہ ملتے تھے۔ انجام کار تنگ آ کر سارنگ خان نے شہر کے دروازے کھول دئے۔ چنگیزیوں نے خوب جی بھر کر شہر کو لوٹا۔ اور جسے چاہا قتل کیا۔ تیمور تلمبہ کو فتح کر کے موضع جنجان میں خیمہ زن تھا۔ کہ پیر محمد جہانگیر نے حاضر ہو کر لوٹ کا سال پیش کیا۔ یہاں سے تیمور گرجتا برستا دھلی پہنچا اور اسے لنگڑا لولا کر کے ۱۹ جمادی الآخر ۸۰۱ھ کو براہ نگر کوٹ افغانستان کی وادیوں میں غائب ہو گیا۔ حضرت شیخ رکن الدین اسمعیل قدس سرہٗ اس حادثہ کے چند ماہ بعد اسی سال میں ہی فوت ہوگئے

شیخ الاسلام عمادالدین کہی پھوڑ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت رکن الدین اسمعیل کے بھی صرف ایک ہی صاحبزادے تھے۔ شیخ عماد الدین جوآپ کے بعد آبائی مسند کے مالک بنے۔ خضر خاں کو ان سے بے حد عقیدت تھی۔ اس نے آپ کو شیخ الا سلا می کا منصب عطا کیا۔ ۸۲۴ھ میں اس نیک نام بادشاہ کا انتقال ہو گیا اس کے بعد سلطان مبارک شاہ تخت نشین ہوا۔ اس نے باپ کے علی الرغم تیموری ایالت کا جؤا اپنے کندھے سے اُتار پھینکا۔ شاہرخ میرزا کی طرف سے شیخ علی صوبیدار کابل نے ملتان اور شور کوٹ کے مقام پر دو تین سخت جنگیں لڑیں۔ مگر اسے شکست ہوئی۔ سلطان مبارک شاہ فتحیاب ہو کر ملتان آیا۔ اور حضرت غوث العلمین خواجہ بہاء الحق والدّین زکریّا ملتانیؒ اور سلطان الاولیاء شیخ محمد یوسف گردیزیؒ کے مقابر پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھا۔ شیخ الاسلام عماد الدّین اور سجادہ نشین صاحب آستانہ یوسفیہ کو خلاعِ فاخرہ و مادہ فیل نذر کی۔ مجاوروں ' درویشوں اور گوشہ نشین لوگوں کو انعام و اکرام

Marfat.com

و صدقات و خیرات سے راضی کر کے دھلی کو لوٹ گیا - تیرہ سال نیک نامی سے حکومت کر کے یہ بادشاہ بھی قبر میں جا سویا - چونکہ اسکی اپنی اولاد نہ تھی اس نے اپنے بھتیجے سلطان محمد شاہ کو بمثل اولاد کے پرورش کیا تھا - اور اسی کے حق میں وصیت کر گیا - چنانچہ ۸۴۱ھ میں یہ شہزادہ بمقام دھلی تخت نشین ہؤا - ۸۴۸ھ میں ملتان آیا - اور اپنے چچا کی طرح بارگاہِ غوثیہؒ و آستانہ یوسفیہؒ پر حاضر ہؤا - فاتحہ پڑھا ' شیخ الاسلام عمادالدینؒ و سجّادہ نشین صاحب آستانہ یوسفیہ کی خدمت میں گراں بہا خلعتیں نذر کیں - اور مجاوروں، درویشوں اور زائرین کو انعام و اکرام سے خوش کیا - شیخ الاسلام عمادّالدین کی تاریخ وصال نہیں مل سکی - یہ چھ بیٹوں کے باپ تھے - ان کے انتقال پر ان کے بڑے صاحبزادے شیخ صدرالدین حلیمؒ سجادہ نشین ہوئے -

شیخ الاسلام صدر الدین حلیمؒ

ان کے دَور میں لودھی افغانوں کو فروغ نصیب ہؤا - چونکہ لودھیوں کا حضرت غوث العلمینؒ کے خانوادہ سے روحانی جسمانی رابطہ رہا ہے - اس لئے یہاں ان کا اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے -

فرشتہ اور مولوی ذکاؤ اللہ اپنی تاریخوں میں لکھتے ھیں - کہ لودھی افغانوں کی ایک جماعت تھی - جو ھندوستان میں تجارت کے لئے آیا جایا کرتی تھی - سلطان فیروز شاہ کے زمانہ میں ملک بہرام نام ایک لودھی سردار اپنے بڑے بھائی سے ناراض ہو کر ملتان چلا آیا -

Marfat.com

اور یہاں کے صوبیدار مردان دولت کا نوکر ہو گیا۔ اس کے پانچ بیٹے تھے ملک سلطان شاہ، ملک کالا، ملک فیروز، ملک محمد، ملک خواجہ۔ باپ کے مرنے کے بعد یہ پانچوں بیٹے بھی ملتان آگئے۔ جب خضر خان ملتان کا صوبیدار بنا۔ تو اس نے سلطان شاہ کو اپنی ملازمت میں لے لیا۔ اقبال خان کی لڑائی میں اس نے مردانہ وار جنگ کی۔ اور اقبال خان کا سر کاٹ کر خضر خان کے قدموں میں لا پھینکا۔ خضر خان نے اس خدمت کے صلہ میں اسے اسلام خان کا خطاب اور سرہند کی حکومت سپرد کی۔ اس کے اور بھائی بھی ہمراہ تھے اور وہ فوج میں افسر تھے۔ ان میں سے ملک کالا نیازی افغانوں کی لڑائی میں مارا گیا۔ اسکی بیوی حاملہ تھی۔ اور ملتان میں رہتی تھی وضع حمل کے ایام قریب تھے۔ کہ اتفاقاً اس پر مکان کی چھت آ پڑی۔ وہ تو اس صدمہ سے مر گئی۔ لیکن جنین زندہ رہا۔ جو اس وقت ماں کا پیٹ چاک کرکے نکالا گیا۔ یہی وہ یتیم ”بلو“ تھا جسکی قسمت میں آئندہ بہلول لودھی ہونا لکھا تھا۔ یہ ایک ماہ کا تھا۔ کہ اسے اسلام خان کے پاس لے آئے۔ اس نے اسے پالا پوسا، تربیت کیا۔ ایک لڑائی میں بہلول نے شجاعت و جلادت کے ایسے جوہر دکھائے کہ اسلام خان نے خوش ہو کر اس سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی اسلام خان کافی طاقت کا مالک تھا اور بارہ ہزار افغانوں کو اپنے گھر سے تنخواہ دیتا تھا۔ یہ افغان اکثر اسکی برادری کے تھے۔ جب اسلام خان کی رحلت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کے ہوتے ہوئے بہلول خان کو قائم مقام مقرر کیا۔ اور اپنی پگڑی

Marfat.com

اس کے سر پر بندھوائی ۔ اسلام خان کے مرنے کے بعد اس کے بھائی ملک فیروز اور بیٹے قطب خان نے بہلول کا مقابلہ کیا لیکن دونوں کو شکست ہوئی۔ اور بہلول کا اقتدار بڑھ گیا ۔

بہلول درویشوں کے سایہ میں

بہلول کو درویشوں سے بڑی عقیدت تھی۔ ابتدائے حال میں ایک دن وہ اپنے دو دوستوں کے ساتھ سامانہ کے مضافات کی سیر کرتا پھرتا تھا ۔ کہ دفعۃً سیدا نام ایک درویش کے ہاں جا نکلا۔ وہ مغلوب الحال بزرگ تھے۔ اور اوندھے لیٹے کچھ بڑبڑا رہے تھے۔ بہلول قریب پہنچ کر رک گیا۔

فقیر نے کہا ”تخت دہلی بدو ہزار تنکہ مے فروشم
کسے خریدار ہست ؟ “*

بہلول کی کمر کے ساتھ سولہ سو تنکہ کی همیانی بندھی تھی۔ اس نے کھول کر آگے رکھ دی۔ اور کہا ”خرید میکنم الّا بیشں ازیں ، ہیچ ندارم “**

درویش نے اسی حالت میں پڑے پڑے ہاتھ بڑھا کر رقم اٹھا لی۔ اور کہا ”دادم ـــ! “

بہلول خورسند ہو کر آگے بڑھا۔ تو دوستوں نے اس کی سادہ لوحی پر مذاق کیا۔ بہلول بولا :ـ

”دوستو ! سنو یہ بات دو حال سے خالی نہیں اگر بادشاہ بن گیا۔ تو مفت میں تاج و تخت کا مالک ہو جاؤنگا ۔ ورنہ درگاہ الٰہی سے درویشوں کی خدمت کا صلہ تو ضرور ملے گا ! “

* دھلی کا تخت دو ہزار تنکہ میں فروخت کرتا ہوں کوئی خریدار ہے ؟
** ”میں خرید کرتا ہوں لیکن اس سے زیادہ رقم نہیں رکھتا “

Marfat.com

مولانا ذکاؤاللہ لکھتے ہیں کہ مجذوب کی اس بشارت سے بہلول کو دہلی کی سلطنت کی دُھن صغر سنی سے لگ چکی تھی۔ اور اُسے یقین ہو چلا تھا۔ کہ ایک نہ ایک دن مجھے تخت شاہی ضرور نصیب ہوگا۔ ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ بہلول کو عزت خاتون المعروف بہ ہیر سیال سے بھی دلی عقیدت تھی۔ جن دنوں یہ پنجاب کے صوبہ دار تھے۔ مائی ہیر جھنگ سے پیدل چل کر ان کے پاس لاہور پہنچی اور فرمایا۔

"بہلول میاں! دہلی کا تخت خالی ہے۔ فوراً پہنچ کر سلطنت کا کام سنبھال* !

چنانچہ جب بہلول دہلی پہنچا۔ تو واقعی تخت خالی ہو چکا تھا۔ اور اس کا مالک بدایوں کی آب و ہوا پر لٹو ہو کر وہیں خانہ نشین ہوگیا تھا۔ بہلول کو تخت پر قبضہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی اس اجمال کی تفصیل ہم آئندہ اوراق میں بیان کرینگے۔ تقریباً انہی دنوں میں شیخ الاسلام صدر الدین حلیم کی وفات واقع ہوئی۔ انتہائی کوشش کے باوجود ہمیں انکی تاریخ وفات نہیں مل سکی۔ قیاس یہی ہے۔ کہ انہوں نے سلطان علاؤالدین محمد شاہ کا زمانہ نہیں پایا تھا۔

"حلیم" کی وجہ تسمیہ

"حلیم" کا لقب آپ کے سفر سندھ کی یادگار ہے۔ شیر علی صاحب قانع** لکھتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ شیخ الاسلام صدرالدین ثالثؒ سید محمد حسین گجراتی کے ہمراہ ٹھٹھہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے تشریف

* ذکر العارفین از مولانا غلام قادر صاحب اشرف
** تحفۃالکرام جلد سوم صفحہ ۱۹۰ و ۲۴۹

Marfat.com

لئے جاتے تھے۔ کہ حضرت نے راستے میں ہی شاہ صاحب سے نہایت لطیف پیرائے میں پوچھا۔ کہ ''پیری چہ چیز را باید گفت'' شاہ صاحب نے ادھر اُدھر دیکھا۔ اتفاق سے مردہ بلی کے ایک خشک ڈھانچہ پر نظر جا پڑی۔ شاہ صاحب نے اس پر توجہ کی اور فرمایا برخیز! '' شاہ صاحب کا یہ کہنا تھا۔ کہ بلی زندہ ہوکر بھاگ گئی۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ''پیری این است'' شیخ الاسلام خاموشی سے راستہ طے کرتے رہے۔ جب مسجد کی دہلیز پر پہنچے۔ تو خادم سے فرمایا کہ بازار سے ایک جاہل کافر خرید لا۔ چنانچہ خادم نے تھوڑی سی دیر میں ایک برہمن کو لاکر پیش کردیا۔ آپ نے اُسے منبر پر بٹھا کر فرمایا۔ ''وعظ کر!'' برہمن نے کھڑے ہوکر بسم اللہ شریف کے چودہ معنی بیان کئے اور اس فصاحت و بلاغت سے تقریر کی کہ حاضرین دنگ رہ گئے۔

اب شیخ الاسلام شاہ صاحبؒ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مُردوں کا زندہ کرنا بدعت ہے۔ اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اور سکرات کی تلخی کو دوبارہ چکھنا پڑتا ہے۔ البتہ مُردہ دلوں کا زندہ کرنا ہمارے مشائخ کا طریقہ رہا ہے''۔

شاہ صاحب کو یہ جواب بڑا پسند آیا اور انہوں نے فرمایا کہ آپ تو ''حلیم'' ہیں اس پر حضرت نے فرمایا اور آپ ''مشائخ کی مراد'' ہیں۔ یہ الفاظ ان بزرگوں کی زبان سے کچھ ایسے وقت میں نکلے تھے کہ یادگار زمانہ بن کر رہ گئے۔ شیخ الاسلام صدرالدین ''حلیم'' اور سید محمد حسین ''مراد شاہ'' کے لقب سے پکارے جانے لگے۔ رحمھم اللہ علیھم اجمعین۔

Marfat.com

شیخ الاسلام محمد یوسف قریشی

سجادہ نشین بارگاہِ غوثیہ

فرمانروائے ریاستِ ملتان

Marfat.com

شیخ الاسلام صدرالدّین حلیم قدس سرہ العزیز لا ولد تھے۔ ان کی وفات کے بعد انکے چھوٹے بھائی شیخ محمد یوسف قریشی آستانۂ غوثیہ کے متولّی اور سجّادہ نشین قرار پائے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ دلّی کی حکومت برائے نام رہ گئی تھی۔ ۸۴۷ھ میں سلطان علاء الدین محمد شاہ تخت نشین ہوا مگر یہ آرام طلب اور کمزور بادشاہ تھا۔ مغل فوج جو کابل غزنی اور قندھار میں رہتی تھی۔ مل کر ملتان پر چڑھ آئی۔ یہاں کوئی صوبے دار یا حاکم ایسا نہیں تھا۔ جو اس طوفان سے ٹکر لے سکتا۔ مغل بلا کسی مزاحمت کے شہر میں گھس آئے۔ اور ایسا لُوٹا کھسوٹا۔ کہ بس قیامت آگئی۔ سارا شہر تباہ و برباد ہو گیا۔ مغلوں سے جو اٹھ سکا۔ اٹھا لے گئے اور جو نہ اٹھا سکے اسے جلا کر راکھ کر دیا۔

اس مصیبتِ کبریٰ کے بعد جب اہل ملتان کے ہوش بجا ہوئے۔ تو انہوں نے مل کر یہ صلاح کی۔ کہ اپنا خود مختار حاکم بنایا جائے۔ جو اس ملک کا خاطر خواہ انتظام کرے۔ اس سلسلے میں کئی نام پیش ہوئے۔ ان میں حضرت غوث العلمینؒ قدس سرہ العزیز کے سجّادہ نشین شیخ محمد یوسفؒ کا نام نامی بھی تھا۔ انکی خدا ترسی، دینداری اور انتظامی قابلیت مسلّمہ تھی شہر بھر میں ہر دلعزیز تھے۔ سب نے باتفاق رائے انہیں اپنا بادشاہ بنایا۔ بقول مولانا ذکاء اللہ ۸۴۷ ھجری المقدس میں شیخ محمد یوسفؒ کی تخت نشینی عمل میں آئی۔ تاریخ نظام الدّین کا بھی یہی بیان ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ:۔

”چوں در ۸۴۷ھ نوبت سلطنت و فرمانروائی دھلی

Marfat.com

بسلطان علاؤالدین بن محمد شاه رسید، امر حکومت وکار سلطنت مختل گشت و در ممالک محروسہ ہند طوائف بہمرسید ولایت ملتان بواسطہ تواتر صدمات قہر مغول از حاکم خالی ماند چون بزرگی شیخ الطریقۃ بہاء الدین زکریاً ملتانی قدس سرہ در قلوب اہل ملتان و جمہور زمینداران صوبہ بنوع قرار گرفتہ بود کہ زیادہ بران متصور نباشد۔ جمیع اہالی و اشراف و عموم سکنہ و جمہور متوطنان آنحدود شیخ محمد یوسف راکہ تولیت خانقاہ و حراست و مجاورت روضۂ رضیۂ شیخ بہاء الدین زکریا باو متعلق بود سلطنت و بادشاہی برداشتہ بر منا بر ملتان و اوچہ وغیرہ بعضے قصبات خطبہ بنام اوخواندند و مشارٌ الیہ نیز با انتظام مہام حکومت پرداختہ شروع در ازدیاد جمیعت و افزونی لشکر نمودہ دلہائے زمینداران بخود رام ساخت و مہات ملکی را رونقے و رواجے داد''

الغرض ملتان، اُچ اور مضافات کے اکثر قصبات میں شیخ محمد یوسف کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور اس نے تھوڑے سے عرصہ میں ملک کا انتظام قائم کر دیا۔ لشکر میں خاصہ اضافہ کیا۔ اور اس حدود کے جملہ زمینداران و طومان داران پر لطف و احسان کر کے انکے دلوں کو مسخّر کر لیا۔ چونکہ یہ طوائف الملوکی کا زمانہ تھا۔ دلی کے تخت کا رعب اٹھ چکا تھا۔ اس لئے ہر سردار جسکی تھوڑی بہت کچھ جمعیت تھی۔ شاہی کے خواب دیکھنے لگ گیا تھا۔ بہلول لودھی

Marfat.com

اسی طمع میں دھلی کی طرف اڑا جا رہا تھا۔ آدھر سیوی (سندھ) میں رائے سہرہ نامی ایک لنگاہ سردار کے دل میں بھی ھوس کا ناگ جھوم اٹھا۔ یوسف شاہ کی حکومت اسکی نگاھوں میں خار کی طرح کھٹکنے لگی۔ چونکہ لوگوں نے شیخ کو ازخود اپنا بادشاہ بنایا تھا۔ اور انکے حسن انتظام سے تمام لوگ خوش تھے۔ اس لئے رائے سہرہ کو علی الاعلان جنگ کرنے کی ھمت نہ ھوئی اس نے کچھ سوچ کر حضرت کی خدمت میں ایک پیغام بھیجا۔ کہ

"ھم باپ دادا کے وقت سے آپ کے سلسلہ سے اعتقاد رکھتے چلے آئے ھیں۔ میں عرض کرتا ھوں کہ دھلی کی سلطنت فتنہ و خلل سے پر ھے۔ اور اسی دوران میں بہلول افغان نے دھلی میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا ھے۔ مناسب ھے کہ آپ قوم لنگاہ کی خاطر کریں اور اسے اپنے لشکر میں شامل کریں تاکہ ضرورت کے وقت وہ جان سپاری کریں بالفعل ارادت کی پختگی کیلئے اپنی لڑکی کو آپ کی زوجیت میں دیتا ھوں۔*"

* آباء و اجداد مارا نسبت ارادت و اعتقاد بسلسلۂ ایشان درست شدہ و مملکت دھلی از آشوب و فتنہ خالی نیست۔ و مے گویند کہ ملک بہلول لودھی دھلی را متصرف شدہ خطبہ بنام خود خواندہ اگر شیخ متوجہ احوال جماعہ لنگاھان شودو مارا از جملہ لشکریان خود دانند بر خدمتے و مہمے کہ روئے دھد۔ در جان سپاری خود را معاف نخواھم داشت و بالفعل بجہۃ استحکام ارادت و جانسپاری دختر خودرا بشیخ مے دھم و ایشان را بدامادی خود قبول مے کنم۔

(تاریخ نظام الدین)

Marfat.com

شیخ محمد یوسفؒ جو اس سازش سے قطعاً بے خبر تھے۔ رائے سہرہ کی درخواست کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے اور اس کی لڑکی کو سلاطین کی رسم کے مطابق نکاح کر کے حرم میں داخل کیا۔

رائے سہرہ کبھی کبھی اپنی لڑکی سے ملنے کے لئے خفیہ طریق سے سلتان آتا اور شیخ کو عمدہ عمدہ تحفے پیش کرتا۔ اگرچہ حضرت اور رائے سہرہ میں حد درجہ بے تکلفی ہو چکی تھی۔ اور وہ شہر میں رھائش رکھنے کا آرزو مند تھا۔ لیکن برسم سلاطین شیخ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ رائے ملتان شہر میں قیام کرے۔ وہ جب آتا شہر سے باھر اُترتا اور بیٹی کو تنہا دیکھنے آتا۔ اس طرح جب اس کا اعتبار قائم ہو گیا۔ تو اس نے اپنی سوچی سمجھی سکیم پر عمل کرنے کا تہیہ کر لیا۔ شیخ محمد یوسف قریشی کو تاج شاھی سر پر رکھے بمشکل دو سال گذرے تھے کہ رائے سہرہ اپنے جنگ آزما جوانوں کو جمع کر کے ملتان پر چڑھ آیا۔ تاکہ کسی طرح مکر و حیلہ سے شیخ کو پکڑ کے خود حاکم ملتان بن جائے۔ جب وہ ملتان کے مضافات میں پہنچا۔ تو اس نے شیخ کو کہلا بھیجا کہ اس دفعہ اپنی قوم کے تمام جنگجو مرد همراہ لایا ھوں تاکہ آپ میری جمعیت دیکھ کر لائق خدمات تجویز فرمایئں۔ شیخ محمد یوسفؒ اپنی نیک دلی کے سبب رائے کے دھوکہ میں آ گئے اور وہ بلا کسی مزاحمت کے ملتان کے قلعہ تک آ پہنچا۔ اور معہ اپنے لشکر کے خیمہ زن ہو گیا۔

یہ تمام نام نمود دکھانے کے بعد رائے سہرہ عشا کے بعد ایک خدمتگار کے همراہ لڑکی کو ملنے کیلئے شاھی محل کو روانہ ھوا۔

Marfat.com

اور ملازم کو یہ سکھا دیا کہ مکان کے کسی کونہ میں بزغالہ ذبح کر کے اس کا خون میرے پاس لے آنا * چنانچہ رائے سہرہ جب لڑکی کو مل کر آرام کے لئے ایک کمرہ میں جا لیٹا۔ تو خدمتگار گرم خون سے بھرا ھوا پیالہ لے آیا۔ اور اس نے غٹا غٹ چڑھا لیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے بے ھنگم شور سے سارا محل سر پر اٹھا لیا۔ اسکی لڑکی اور گھر کی خادمائیں دوڑتی ھوئی آگئیں۔ اس نے ھائے وائے کرتے ھوئے کہا۔ کہ بس میرے خاتمہ کا وقت قریب آ گیا۔ شدّت درد سے پیٹ پھٹا جا رہا ھے میرے خویش و اقارب کو بلاؤ تاکہ ایک نظر انہیں دیکھ لوں۔ رائے سہرہ کی لڑکی نے شیخ کو اطلاع کی۔ انہوں نے اپنے معتمد آدمی امر واقعہ معلوم کرنے کے لئے بھیجے۔ ان کے سامنے رائے سہرہ نے استفراغ دموی کیا۔ جس سے انہیں یقین ھو گیا کہ رائے کا بچنا محال ھے۔ رائے خون کی قے بھی کر رہا تھا اور ساتھ ھی چلّائے بھی جا رہا تھا۔ کہ میرے آدمیوں کو بلاؤ غضب ھے کہ تم اس وقت میں بھی مجھے خویش و اقارب سے ملنے نہیں دیتے۔ ادھر سوچی سمجھی سکیم کے مطابق اس کے تمام فوجی دروازہ پر جمع ھو گئے کہ ھم سردار سے ملنا چاھتے ھیں۔ ھمارے آقا کو کیا ھو گیا !؟، جب وکلائے سلطنت نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ مزاحم نہ ھوئے۔ اور رائے کے اکثر شمشیر آزما جوان اندر آ گئے۔

* رائے سہرہ بعد از نمودن شانِ واجب شبے با یک خدمتگار بملاقات دختر آمد و بخدمتگار قرار دادہ کہ در زاویۂ خانہ بزغالہ را بکارد رسانیدہ و خونِ مسفوح گرم را در پیالہ انداختہ بیارد۔ (تاریخ نظام الدین)

رائے سہرہ جھوٹ موٹ کراہے جا رہا تھا۔ ساتھ ہی اسکی نگاہیں بے چینی سے اس امر کا جائزہ لے رہی تھیں کہ اس کا تیر نشانہ پر پڑا ہے یا نہیں، اسی اثنا میں خدمت گار نے اس کے پاؤں دبانے شروع کئے۔ یہ اس امر کی علامت تھی۔ کہ فوج اندر آ چکی ہے۔ آپ اپنا کام شروع کریں۔ اشارہ پاتے ہی رائے سہرہ مستعدی اور ہوشیاری سے بستر پر اٹھ بیٹھا۔ اپنے معتمد نوکروں کو حکم دیا۔ کہ قلعہ کے تمام دروازوں پر پہرہ لگا دیں تاکہ شیخ صاحب کا کوئی ملازم اندر نہ آ سکے۔ پھر اپنی فوج کا ایک دستہ ہمراہ لے کر شیخ کی خلوت گاہ میں داخل ہوا۔ وہ نماز پڑھنے کے بعد بے خبر پڑے سوتے تھے، کہ دشمن سر پر آ پہنچا۔ اس عالم میں وہ کر ہی کیا سکتے تھے۔ انکے پلنگ کے چاروں طرف ننگی تلواروں کا پہرہ تھا۔ وہ حیرت سے کھڑے ایک ایک کا منہ تکتے تھے، کہ کیا یوں بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اتنے میں رائے سہرہ نے بڑھ کر انہیں گرفتار کر لیا۔ یہ سب کچھ اتنی ہوشیاری اور رازداری سے ہوا۔ کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو سکی۔ صبح کو اہل شہر نے بھی سنا۔ کہ شیخ محمد یوسف قریشی گرفتار ہو گئے۔ اور رائے سہرہ سلطان قطب الدین کے لقب سے تخت پر بیٹھ گیا۔

ملتان کی سیاسی فضا میں تھوڑی سی جنبش ہوئی۔ مگر جب شہر کے ہر چوک اور موڑ پر تلواریں چمکتی نظر آئیں۔ تو پھر ہر شخص نے صبر کا گھونٹ پی لیا۔

رائے سہرہ نے بہت جلد اعیانِ دولت پر قابو پا لیا۔ اور ساتھ ہی اس

Marfat.com

نے شیخ محمد یوسف قریشی کے اعزا و اقارب کو انعام و اکرام سے نوازا۔ جس سے تمام لوگ آسکی حکومت پر راضی ہو گئے۔

شیخ محمد یوسف قریشیؒ کو ان کے اپنے محل میں نظر بند کر دیا گیا۔ جب انکی طرف سے کسی دغدغے اور خدشے کا امکان نہ رہا۔ تو ایک دن انہیں خاموشی کے ساتھ قلعہ سے نکل جانے کی اجازت دے دی اور وہ تیز رو گھوڑے پر سوار دہلی کو روانہ ہو گئے۔ تاریخ نظام الدین میں یہ واقع ذرا تفصیل سے درج ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ :

"شیخ محمد یوسفؒ کو قلعہ کے شمالی دروازہ سے جو خانقاہ غوث العلمین کے قریب واقع تھا۔ نکل جانے کی اجازت دے دی۔ پھر اس دروازہ کو پختہ اینٹوں سے چُن دیا گیا۔ ۱۰۰۲ھ تک یہ دروازہ اسی طرح مسدود تھا"۔ تاریخ کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

> شیخ محمد یوسفؒ را از دروازہ کہ شمالی رویہ و قریب مزار نورالانوار شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریاؒ واقع است۔ بر آوردہ رخصتِ دہلی نمود و فرمود تا آں دروازہ را بخشت پختہ چیدند۔ و چنیں گویند کہ آں دروازہ تا ۱۰۰۲ھ مسدوداست*۔

دلّی نے انگڑائی لی

ملتان میں یہ انقلاب ہو گیا۔ آدھر خاندان سادات بھی آخری ہچکیاں لے رہا تھا۔ تاریخ خان جہان لودھی** میں لکھا ہے کہ

* ملا عبدالباقی نہاوندی مؤلف ماثر رحیمی نے ۱۰۳۰ھ میں بھی اس دروازہ کو جوں کا توں پایا تھا۔ (ماثر)

** تاریخ خان جہان لودھی اور "مخزنِ افاغنہ" دراصل ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں یعنی "مخزنِ افاغنہ" پر جب نظر ثانی کی گئی تو کچھ حذف و اضافہ کے

بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۳۰۷

Marfat.com

اس وقت سلطان علاؤ الدین عالم شاہ کی سلطنت کے متعلق عام طور پر یہ فقرہ ضرب المثل ہو گیا تھا ۔ کہ " بادشاھی شاہ عالم، از دھلی تا پالم " * المختصر سلطنت دھلی کا حدوداربعہ یہ رہ گیا تھا ۔ ایک جانب صرف ایک میل اور باقی اطراف میں بارہ میل سے زائد زمین نہ تھی ۔ اس پر طرّہ یہ ھوا کہ بادشاہ کو بدایوں کی آب و ھوا اسقدر اچھی معلوم ھوئی ۔ کہ آسے دارالحکومت بنانے پر تیار ہو گیا پختہ کار امراء نے ہر چند منع کیا مگر وہ باز نہ آیا اور دلی، اپنے معتمد امیروں کے سپرد کر کے بدایوں چلا گیا ۔ بہلول لودھی جب دھلی پہنچا ۔ تو آسے تخت حاصل کرنے میں کوئی دقّت نہ ھوئی لیکن اسکے باوجود اس نے شرافت کا ثبوت اسطرح دیا کہ علاؤالدین عالم شاہ کا نام خطبہ اور سکّہ میں بدستور جاری رکھا** ۔ بادشاہ کو جب معلوم ھوا ۔ تو وہ بہت خوش ھؤا ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۶ ۔

ساتھ اسکا نام تاریخ خان جہاں لودھی پڑ گیا ۔ اس کے مصنف کا نام نعمت اللہ تھا ۔ یہ دربار جہانگیر کا وقائع نویس تھا ۔ اس کا باپ خواجہ حبیب اللہ ہراتی پینتیس سال اکبر کی ملازمت میں رہ چکا تھا ۔ مخزن کے دیباچہ میں خواجہ نعمت اللہ لکھتا ہے کہ میں نے یہ کتاب خان جہاں لودھی کے حکم سے مرتّب کی ۔ اور اس کی ترتیب میں سامانہ کے حاکم ہیبت خاں بن سلیم خان سے بڑی مدد ملی کیونکہ اس نے بھی افغانوں کی منتشر تاریخ کو یکجا فراہم کرنے کی کوشش کی تھی یہ کتاب برھان پور میں لکھی گئی اور ۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء میں ختم ہوئی ۔ مسٹر ڈورن نے مخزن کا ترجمہ انگریزی میں کیا ھے، اس کے بیان سے معلوم ھوتا ھے کہ نعمت اللہ فرشتہ کا معاصر تھا ۔

* پالم پور دھلی کے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ تھا ۔

** تاریخ فرشتہ ۔

Marfat.com

اور اس نے لکھا کہ میرے باپ نے تمہیں بیٹا بنایا تھا۔ اس لئے تم میرے بھائی ہو۔ دھلی کی سلطنت میں تمہیں دیتا ہوں۔ اور خود بدایون پر قناعت کرتا ہوں۔ جس پر بہلول شاہ نے ۸۵۵ میں خطبہ سے علاؤ الدین عالم شاہ کا نام خارج کرا دیا۔ اور چتر شاہی سر پر رکھ کر دھلی کا بادشاہ بن بیٹھا۔

شیخ محمد یوسفؒ دھلی میں

سلطان بہلول لودھی سے شیخ محمد یوسف قدس سرہ کے گہرے مراسم تھے۔ جب انہیں علم ہوا۔ کہ وہ تخت نشین ہو چکا ہے تو یہ سیدھے انکے پاس پہنچے۔ اس نے آپ کا بڑا احترام کیا۔ اور ان کے بیٹے شیخ عبداللہ قریشی سے اپنی صاحبزادی کی شادی کر دی۔

شیخ محمد یوسف کو رائے سہرا کی کور نمکی سے جو دھچکا لگا تھا۔ اس کا زخم سلطان بہلول کے الطاف شاہانہ سے بھی مُندمل نہ ہوسکا۔ وہ رائے سہرا سے انتقام لینے کیلئے سخت بیچین تھے۔ اسلئے نہیں کہ وہ ملتان پر حکمرانی کرنے کے آرزو مند تھے۔ بلکہ اسلئے کہ ملتان اُن کا وطن تھا۔ ملتان میں انکے جدّ اعلیٰ کا مقبرہ تھا۔ جسکے وہ صاحبِ سجّادہ تھے۔ وہ ہزار بادشاھتوں کے عوض بھی اس منصب کو دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ چاھتے تھے۔ کہ رائے سہرہ سے جس نے نمک حرامی کا داغ ماتھے پر لگا کر ان سے ملتان کی بادشاھت چھینی ہے عروس البلاد ملتان کو آزاد کرائیں حضرت غوث العلمین قدّس سرہ کی عطا کردہ مسند پر بیٹھ کر خلق خدا کو نیکی کا راستہ دکھائیں۔ چنانچہ وہ جب کبھی موقع پاتے۔ سلطان کو ملتان پر حملہ کرنے کا مشورہ دیتے۔ لیکن

Marfat.com

وہ اپنی مصلحتوں کے پیش نظر ملتان کی طرف متوجہ ہونے کے لئے تیار نہ تھے۔ کیونکہ ابھی تخت و سلطنت کے کئی طاقتور دعوے دار موجود تھے۔ جون پور کی سلطنت الگ گلے کا ھار بنی ہوئی تھی۔ اس لئے شیخ کو محض وعدوں سے خوش کرتے رہے۔ یہانتک کہ سولہ سال گذر گئے۔ اور رائے سہرہ ۸۷۴ھ/۱۴۶۹ء میں سلطان قطب الدین لنگاہ کے نام سے ایک طویل عرصہ بادشاہت کرنے کے بعد فوت ہو گیا۔ اسکے بعد اس کا بڑا لڑکا شاہ حسین لنگاہ کے نام سے تخت پر بیٹھا۔ یہ بڑا قابل اور مستعد حکمران تھا۔ ایک غاصب سلطنت کا بیٹا ضرور تھا۔ مگر اسکے علاوہ اس میں اور کوئی عیب نہ تھا۔ اس نے علماء اور مشائخ کی پرورش کی اور علوم متداولہ و فنون جاریہ کو ترقی دی۔ اس نے اپنے لشکر فراھم کر کے شور کوٹ کا رخ کیا۔ اور اُسے فتح کر کے شاداں و فرحاں واپس ملتان آیا۔ پھر کچھ عرصہ آرام کرنے کے بعد ”کونکر“ پر چڑھ دوڑا۔ اور اس طرف دھنکوٹ تک اپنی سلطنت کو وسیع کیا۔ یہ ابھی اس نواح میں حدود کا انتظام کرتا پھرتا تھا۔ کہ شیخ محمد یوسف کے پیہم اصرار و تقاضا کے پیش نظر اور اس وقت کو غنیمت جان کر سلطان بہلول نے اپنے بیٹے باربک شاہ کو ملتان کی مہم پر روانہ کیا۔ اور تاتار خان لودھی کو بھی ھدایت ہوئی۔ کہ وہ پنجاب کے لشکر کے ساتھ اس فوج کی مدد کرے یہ دونو سردار متواتر کوچ کرتے ہوئے ملتان کو روانہ ہوئے اتفاق سے انہیں ایام میں سلطان حسین کا حقیقی بھائی جو کوٹ کروڑ کا حاکم تھا۔ اس سے منحرف ہو گیا اور اس نے سلطان شہاب الدین لنگاہ کے

Marfat.com

نام سے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ سلطان حسین نے اس فتنہ کے مٹانے کو تمام امور پر مقدم جانا بگولے کی طرح اڑتا ہوا کوٹ کروڑ پہنچا۔ اور سلطان شہاب الدین کو زندہ گرفتار کر کے ملتان کو واپس چلا آتا تھا کہ دوران سفر میں اسے خبر ملی کہ باربک شاہ اور تاتار خاں ملتان کے مضافات میں عید گاہ کے قریب پہنچ کر خیمہ زن ہیں۔ اور قلعہ گیری کے انتظام میں مصروف ہیں۔ سلطان حسین اس خبر کے سنتے ہی شبا شب دریائے سندھ سے بھاگا اور طلوع صادق سے پہلے ملتان پہنچ کر قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اسی وقت اپنی تمام فوج کو جمع کر کے بڑی موثر تقریر کی اور کہا کہ تمام فوج سے شمشیر زنی کی توقع نہیں ہو سکتی۔ بعض کو عیال و اطفال کی محبت دامنگیر ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ لوگ جنگ و جدل میں مفید ثابت نہیں ہوتے لیکن وہ دوسرے کاموں میں بڑی مدد دے سکتے ہیں۔ جیسے قلعہ کی حفاظت۔ لشکر کو رسد پہنچانا وغیرہ۔ لہذا میری طرف سے کسی پر جبر نہیں۔ جو وطن پر جان قربان کر سکتا ہو۔ جو بے تکلّف تلوار چلا سکتا ہو۔ وہ صبح کو میدان میں نکلے۔ باقی قلعہ کا خیال رکھیں۔ چنانچہ بارہ ہزار سوار و پیادہ جنگ کیلئے تیار ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو ملتان کا یہ لشکر جرار نقارہ بجاتا ہوا شہر سے برآمد ہوا۔ سلطان حسین باربک شاہ کی فوج کے سامنے ڈٹ گیا۔ اور حکم دیا کہ تمام سوار پیادہ ہو جائیں۔ خود بھی گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور کہا کہ تمام فوج ایک ہی دفعہ تین تیر دشمن پر چلائے۔ پہلی ہی بار بارہ ہزار تیر کمان سے نکلے۔ باربک شاہ کی فوج گھبرا اٹھی۔ دوسری بوچھاڑ نے ان

Marfat.com

میں انتشار پیدا کر دیا - اور تیسری میں وہ لشکر اس طرح بھاگا - کہ شدّت خوف سے چنیوٹ تک کہیں دم نہ لیا - اس مہم میں بجائے اسکے کہ ملتان ہاتھ آتا - دلی کا لشکر اپنا وقار کھو بیٹھا اور لاکھوں روپوں کا سامان بھی یہیں چھوڑ گیا -

انہی ایّام میں ملکؒ سہراب خان دودائی بلوچ کہ اسمعیل خان ، حاجی خان اور فتح خان کا باپ تھا - اپنے قبائل کے همراہ کیچ مکران سے شاہ حسین کی خدمت میں آیا - سلطان حسین نے باربک شاہ کی مہم سے تازہ تازہ نجات پائی تھی - بلوچوں کی آمد کو اس نے فال نیک تصوّر کیا - اور قلعہ کروڑ سے دھنکوٹ تک کا تمام علاقہ اسکی قوم کو جاگیر میں دے دیا - اس خبر کے سنتے ھی بلوچستان سے بہت سے بلوچ شاہ حسین کی خدمت میں آگئے - روز بروز انکی جمعیت زیادہ ہوتی گئی - سلطان نے سندھ کے کنارے جو باقی دیہات معمور اور آباد تھے - انہیں بلوچوں کی تنخواہ میں دے دیا - رفتہ رفتہ سیت پور سے دھنکوٹ تک تمام ریاست بلوچوں سے متعلق ہو گئی -

سلطان سکندر لودھی سے معاہدہ

۱۴۸۸ء میں سلطان بہلول فوت ہو گیا اور اسکی جگہ اسکا چھوٹا لڑکا نظام شاہ سلطان سکندر لودھی کے لقب سے تخت پر بیٹھا - اسے بھی کئی حریفوں سے ٹکر لینا پڑی - پہلی لڑائی اسکے چچا زاد بھائی سے ہوئی اُسے شکست دی اور پھر بڑی دریا دلی سے اُسے معاف بھی کر دیا - اسکے بڑے بھائی باربک شاہ صوبہ دار جونپور نے کچھ ھل چل کی تھی - مگر چند دنوں بعد وہ بھی مطیع ہو گیا - سلطان حسین سابق شاہ جونپور نے اپنا ملک واپس لینا چاھا - بڑی

شان سے مقابلے میں آیا۔ مگر شکست کھائی۔ بہار۔ ترہٹ اور گوالیار کی مہمات میں سلطان سکندر اسقدر الجھا کہ وہ ۱۴۹۰ء تک دلی واپس نہ آسکا انجام کار اس نے آگرہ کو دلی کی جگہ دارالخلافہ بنا لیا۔

سلطان حسین لنگاہ نے جب سکندر لودھی کو مخالفوں میں گھرا ہؤا دیکھا تو اس نے تعزیت و تہنیت کا ایک خط مع قیمتی تحائف کے ایلچیوں کے ھاتھ اسکو ارسال کیا اور ساتھ ھی اس امر کی درخواست کی کہ آپس میں مصالحت کا عہد نامہ ہو جائے۔ سلطان سکندر نے اپنے ماحول کے پیش نظر اسی کو غنیمت جانا۔ اور باھمی مصالحت پر راضی ہو گیا۔ ایک عہد نامہ لکھا گیا جس کا نفس مضمون یہ تھا:۔

"دونوں سلاطین ایک دوسرے کے خیر خواہ ھوں گے۔
اور کسی ایک کی فوج اپنی حد سے تجاوز نہ کرے گی
اور جب ایک کو مدد و معاونت کی ضرورت ھوگی تو
دوسرا دریغ نہ کرے گا"۔

اس عہد نامہ پر اعیان و اشراف کی شہادتیں ثبت کی گئیں۔ اور ایلچیوں کو خلعت فاخرہ دے کر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا گیا۔

ملتان کی مردم خیزی کا اعتراف

سلطان حسین کی جب ادھر سے خاطر جمع ھوئی تو اس نے سلطان مظفر گجراتی سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیا۔ اور قاضی محمد کو اس لئے گجرات روانہ کیا۔ کہ وھاں کے محلات دیکھ کر نقشے تیار کر لائے۔ تاکہ ملتان میں بھی ویسی عمارتیں تیار کی جائیں۔ چنانچہ قاضی محمد احمد آباد پہنچا۔ اور سلطان کی خدمت میں باریاب

ھو کر تحائف و ھدایا پیش کئے - سلطان بڑے اخلاق سے پیش آیا - اور اسکی بڑی عزت کی - جب قاضی صاحب واپس آنے لگے - تو انہوں نے سلطان کی خدمت میں محلّات کے دیکھنے کی خواھش ظاھر کی " سلطان نے داروغہ محلّات کو حکم دیا - کہ "مہمان عزیز کو تمام عمارات کی سیر کرائے"- قاضی محمد نے محلات شاھی دیکھ کر انکے خاکے تیار کر لئے - جب واپس ملتان پہنچا - تو اس نے شاہ حسین کی خدمت میں عرض کی - کہ "اے بادشاہ ! زبان احمد آباد کے محلات کی تعریف بیان کرنے سے قاصر ھے - مختصر یہ ھے کہ اگر آپ تمام مملکت ملتان کا ایک سال کا محصول صرف کر ڈالیں تو بھی احمد آباد کے محلات جیسا ایک محل تعمیر نہیں ھو سکتا" * سلطان یہ حال سن کر مغموم ھوا - عمادالملک وزیر حاضر ھؤا - اور اس نے بادشاہ کو مغموم پایا - تو وجہ دریافت کی سلطان نے کہا - "کہنے کو تو بادشاہ کہلاتا ھوں مگر لوازمات شاھی سے محروم ھوں - قیامت کے دن جب بادشاھوں کے ساتھ اٹھایا جاؤنگا - تو ان کے سامنے میری کس قدر سبکی ھوگی !" عمادالملک نے عرض کی "حضرت اس جہت سے ملول و مغموم نہ ھوں - حق سبحانہ' و تعالیٰ نے ھر مملکت کو ایک صفت کے ساتھ مخصوص کیا ھے جسکے سبب سے وہ اور ملکوں میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ھے - اگرچہ گجرات دکن - مالوہ اور بنگالہ زرخیزملک ھیں اور اسباب تنعّم وھاں احسن طور

---

* چوں قاضی محمد از گجرات بملتان آمد بعد ادائے رسالت خواست کہ شمہ از خوبیہائے منازل سلاطین گجرات معروض دارد - دید کہ زبان بیان لال است و پائے مرکبش لنگ - گستاخی نمودہ بعرض رسانید کہ اگر محصول تمام مملکت ملتان را بتعمیر یک قصر خرج شود معلوم نیست کہ با تمام رسد - (تاریخ نظام الدین)

پر حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن مملکت ملتان مردم خیز ہے۔ ملتان کے بزرگ جہاں جاتے ہیں۔ وہیں ان کی عزت ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کے خانوادہ میں ابھی تک کئی ایسے نفوس موجود ہیں۔ جو اپنے تمام کمالات میں شیخ محمد یوسف پر فوقیت رکھتے ہیں اور شیخ محمد یوسف کا درجہ دہلی میں یہ ہے کہ سلطان بہلول نے اسکے بیٹے کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ دی ہے اور بطور پیر و مرشد کے انکی عزت کرتا ہے۔ اِسی طرح بخاری خاندان کے چند افراد اُچ اور ملتان میں ایسے موجود ہیں۔ جو کمالات ظاہری و باطنی میں دہلی کے حاجی عبدالوہابؒ پر شرف رکھتے ہیں علماء کے طبقہ میں مولانا فتح اللہ اور انکے شاگرد مولانا عزیز اللہ ملتان کی خاک پاک سے پیدا ہوئے ہیں اگر ہندوستان انکے وجود پر فخر کرے تو بے جا نہ ہوگا"۔ جب عماد الملک نے یہ تقریر کی تو سلطان حسین کا رنج خوشی میں بدل گیا *

---

* عماد الملک که شغل وزارت باو مفوّض بود قدم جرأت پیش نهاده معروض داشت که بقائے ملک بقیامت مقرون باد سببِ حزن معلوم نیست گفت که لفظ بادشاهی بر من اطلاق کرده اند و از معنئی بادشاهی محرومم۔ باوجود روز قیامت باپادشاهان خواهم بود۔ عماد الملک گفت خاطر بادشاه ازیں جهت مکدر و ملول نباشد زیرا که حق سبحانه' و تعالیٰ هر ملکے را بفضل خاص مخصوص ساخته که در مملکت دیگر عزیز و محترم است۔ مملکت گجرات و دکن و مالوه و بنگاله اگرچه زرخیز اند و اسباب تنعم آنجا بوجه احسن میسر مے شود فاما مملکت ملتان مردم خیز است۔ چه بزرگان ملتان هر جا که رفتند معزز گشتند و الحمدالله و المنته که از طبقه علیه شیخ الاسلام شیخ بهاءالدین زکریا قدس سره چند کس در ملتان حاضر اند که در جمیع کمالات بر شیخ یوسف قریشی که سلطان بهلول پسرش را دختر داده وچه مقدار عزتش نگاه مے دارد ترجیح دارند و همچنیں از طبقهٔ بخاریه چند کس در آچ و ملتان موجود اند۔ که در کمالات ظاهری و باطنی بر خدمت حاجی عبدالوهاب شرف دارند و از طبقه علماء مثل مولانا فتح الله و شاگرد او مولانا عزیز الله از خاک پاک ملتان مخلوق شده اند که اگر مملکت هندوستان بوجود ایں عزیزان افتخار کند بیهوده نگفته باشد۔ (تاریخ نظام الدین)

Marfat.com

شیخ محمد یوسف کا انتقال

شیخ محمد یوسف قریشیؒ جب لودھی سلاطین کی مدد سے مایوس ہوگئے تو وہ گجرات کو روانہ ہوئے۔ یہاں سہروردی سلسلہ کے ایک با اثر بزرگ حضرت قطب عالمؒ رہتے تھے۔ جن کا بادشاہ بڑا احترام کرتا تھا۔ اور یہ حضرت قطب الاقطاب رکن عالم قدس سرہ کے مرید در مرید تھے افسوس ہے کہ زندگی نے وفا نہ کی اور ابھی یہ چتوڑ ہی پہنچے تھے کہ ان کا طائر روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا۔ اور وہ اعلیٰ علیّین کے ایسے مقام پر پہنچ گئے، جہاں کوئی کسی سے انتقام نہیں لیتا۔ آپ کا مزار نور بار چتوڑ میں مرجع خلائق ہے۔

اولادِ امجاد

شیخ محمد یوسف قریشیؒ کے چار صاحبزادے تھے۔ شاہ نعمت اللہ، شیخ یحییٰ، شیخ شہراللہ اور شاہ عبداللہ قریشی۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

۱۔ شیخ نعمت اللہ

آپ زندگی بھر دھلی میں رہے۔ آپ کا شیخ علاؤالدینؒ نام ایک فرزند تھا جو لا ولد فوت ہوگیا۔

۲۔ شیخ یحییٰ

شیخ محمد یوسف قریشیؒ جب ملتان سے روانہ ہونے لگے تھے۔ تو انہوں نے شیخ یحییٰؒ کے فرزند شیخ برہان الدین اسمعیلؒ کو ملتان میں چھوڑا تھا۔ جو ان کی عدم موجودگی میں بارگاہ غوثیہؒ کی تولیت کے فرائض انجام دیتے رہے تھے۔ ۸۹۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ تو شیخ یحییٰؒ کو منصبِ سجادگی مرحمت ہوا۔ اِن کے وصال پر شیخ محمد یوسفؒ کے تیسرے صاحبزادے شیخ شہراللہ صاحبؒ ملتان پہنچے اور حضرت غوث العلمین، حضرت قطب الاقطاب اور مائی پاک دامن رحمہم اللہ

Marfat.com

علیہم کے مستقل سجّادہ نشین قرار پائے۔ چونکہ آپ داخل نسب ہیں اس لئے آپ کا ذکر تفصیل کے ساتھ اپنے مقام پر ہی ہوگا۔

۳ ۔ شیخ عبداللہ قریشیؒ دھلوی ۔

آپ شیخ محمد یوسفؒ کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ آپ بہت بڑے فضل و کمال کے مالک تھے۔ آپ نے ابتدائے حال میں ایسی ایسی ریاضتیں کی تھیں۔ جو انسانی طاقت سے بعید معلوم ہوتی ہیں۔ اخبار الاخیار* کی روایت ہے کہ ابتدائے سلوک میں جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے۔ تو ہزار رکعت سے کم نہ پڑھتے۔ اور جب قرآن مجید پڑھنے بیٹھتے تو جب تک تین ختم نہ کر لیتے۔ مصحف مقدس کو بند نہ کرتے۔ اور ایک ساعت کے ذکر سے انہیں اس قدر فوائد اوز برکات حاصل ہوتے تھے۔ جو عام طور پر دوسروں کو دن بھر کی مشغولی سے بھی حاصل نہیں ہوتے۔ ان کے اس مرتبۂ عظیمہ ارر جلالتِ قدر کو دیکھ کر سلطان بہلول لودھی نے انہیں اپنی دامادی میں لے لیا تھا۔ اس شہزادی سے آپ کے چار صاحبزادے تولد ہوئے۔ شیخ احمد، شیخ محمود شیخ نصراللہ اور شیخ رکن الدین۔ جب لودھی خاندان کا ستارہ غروب ہو گیا۔ تو ان بزرگوں کی اولاد سندھ اوز جنوبی ھند کی طرف منتقل ہو گئی۔ حضرت شیخ عبداللہ پر بالعموم سکر و جذب کا عالم طاری رہتا تھا۔ اس لئے آپ کا مرید صادق شیخ حاجی عبدالوھابؒ اپنی تفسیر میں آپ کو رئیس العقلاء و المجانین کے لقب سے یاد کرتا

* فرمود دار ابتدائے سلوک کہ اگر نماز مے گذاردیم کمتر از ہزار رکعت نبودے۔ واگر تلاوت مے کردیم از سہ ختم کم نمے کردیم وفائدہ کہ بر ذکر یک ساعت مرتب مے شد زیادہ از آن ہمہ بود اخبار الاخیار صفحہ ۲۱۳

Marfat.com

ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے :۔

"انی کنت لیلة فی خدمته مرشدی رئیس العقلاء والمجانین عبداللہ بن یوسف القرشی و کان یعلمنی مما علمه اللہ فلما انتھی الی کیفیته المشاھدة فقال ان ھذا العلم لا یدخل فی التقریر و لکن اذا حصل و استرشد یرشد وقال ذلك لان القلوب فی کونھا وعاء الاحوال متفاوته لا یوجد قلبان متفقان فی وجدان ثمرات الا حوال اصلاً۔

یعنی "میں ایک رات اپنے مرشد رئیس العقلاء و المجانین شاہ عبداللہ قریشیؒ کی خدمت میں تھا۔ اور وہ مجھے اپنے خدا داد علم میں سے کچھ سمجھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ مشاہدہ کی کیفیت تک پہنچے اور فرمایا کہ یہ علم تقریر سے نہیں سمجھایا جاسکتا۔ بلکہ جب یہ نعمت حاصل ہو جاتی ہے تو انسان خود بخود منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ دلیل دیتے ہوئے فرمایا۔ یہ اس لئے کہ چونکہ "قلب" احوالِ مختلفہ کا ظرف ہے۔ بدیں وجہ احوال کے ثمرات میں دو دل ہرگز متفق نہیں ہو سکتے۔"

حضرت کے جذب و سکر کا ذکر کرتے ہوئے محدث دھلوی* لکھتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ شیخ عبداللہ قریشیؒ ایک قصر رفیع کی

* اخبار الاخیار صفحہ ۲۱۳ خزینة الا صفیاء جلد دوم صفحہ ۲۷۔

چھت پر بیٹھے تھے۔ دفعتاً آپ پر کیفیت طاری ہوگئی۔ اور اسی حالت میں مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپتے تڑپتے زمین پر آگرے۔ لیکن انہیں کوئی چوٹ وغیرہ نہ لگی۔

ایک اور دفعہ جذب و سکر کے عالم میں ایک بزغالہ کو پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا۔ جس سے وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرگیا۔ لوگوں نے عرض کی۔ حضور! ایک جاندار کو بلا وجہ آپ نے جان سے مار دیا۔ مناسب تو یہ تھا کہ آپ مُردوں کو زندہ کرتے اُلٹا آپ زندوں کو مارنے لگے۔!'' آپ یہ سن کر کھڑے ہوگئے۔ اور بزغالہ کو ٹھوکر مار کر فرمایا۔ اُٹھ! مُردوں کو بدنام نہ کر۔'' قدرت الٰہی سے اسی بزغالہ میں اسی وقت جان پڑگئی اور اُٹھ کھڑا ہؤا۔

ایک اور مرتبہ آپ پر جذب کی حالت طاری تھی۔ نوکروں سے فرمایا۔ کہ گھر کا تمام سامان باہر نکال دو تاکہ اُسے آگ لگائیں۔ آپ کا صاحبزادہ شیخ احمد ان دنوں خورد سال تھا۔ اور اتفاق سے اس وقت پاس کھڑا تھا۔ نہایت معصومیت سے بولا ''اباجان! گھر سے ایک ایک چیز کا نکال کر نذرآتش کرنا تو بڑی دردسری کا کام ہے۔ بہتر یہ ہے کہ سارے سامان کو گھر کے اندر ہی آگ لگادیں۔ تاکہ سب کچھ ایک ہی دفعہ جل کر راکھ ہوجائے''۔ شاہ عبداللہ اپنے بیٹے کی سعادتمندی سے بڑے خوش ہوئے۔ اور اس کے حق میں دعا کی۔ *

* روزے شاہ عبداللہ در حالتِ سکر بود۔ بخدمتگاران ارشاد کرد کہ ہرمتاعے کہ در خانہ است بیرون آرید و آتش زنید تابسوزد، پسر حضرت شاہ عبداللہ

بقیۂ حاشیہ بر صفحہ ۳۱۹

Marfat.com

۲۲۔صفر ۹۰۰ھ میں آپ کا انتقال ہؤا۔* اور پرانی دھلی میں دفن ہوئے۔ محدّث دھلوی لکھتے ھیں۔ کہ جس قصر رفیع کی چھت سے حضرت گرے تھے۔ وہ اب تک آپ کے مقبرہ کے پہلو میں ایستادہ ھے حضرت مولانا آخر میں لکھتے ھیں کہ ''یزار و یتبرك'' یعنی میں نے اس نوربار مقام کی زیارت کی ھے اور اس سے برکت حاصل کی ھے۔

آپ کے خلفاء و ارادتمندان

آپ کے خلفاء اور مریدوں میں حاجی شیخ عبدالوھاب بخاری رحمۃاللہ علیہ کا ذکر عام تذکروں میں ملتا ھے۔ مولانا محدّث لکھتے ھیں۔ کہ حاجی عبدالوھاب بخاری کو اپنے پیر شاہ عبداللہ قریشی سے اس قدر محبت تھی کہ گویا وہ اپنے زمانہ کے مولانا روم اور شمس تبریز تھے۔ مولانا کے اپنے الفاظ یہ ھیں:۔

''اورا باشاہ عبداللہ نسبت محبت و نیاز و طلب واستر شاد چنداں بود کہ آنچہ مے گویند کہ فنافے الشیخ مے باشد ایں چنیں خواھد بود۔ و نسبت صحبت او باوے بطریق تشبیہ مناسب حکایت مولانائے روم است باشمس تبریز قدس اللہ اسرار ھم **

حاجی عبدالوھاب کی ایک تفسیر مشہور ھے۔ اس کی بڑی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۸

شیخ احمد خورد سال دراں وقت حاضر بود۔ بخدمت پدر بایستاد و گفت بیروں آوردن اسباب یکاں یکاں از اندرون خانہ خالی از تکلّف نیست۔ ھم در خانہ آتش زنیم کہ ھمہ بیکبارگی بسوزد حضرت شاہ بروے دل خوش شد و در حقِ وے دعائے خیر کرد۔ خزینۃالاصفیاء جلد دوم صفحہ ۷۰

* خزینۃ الاصفیاء جلد دوم بحوالہ معارج الولایت

** اخبار الاخیار صفحہ ۲۱۵

خصوصیّت یہ ہے کہ اس میں تمام قران کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت یا ذکر سے متعلق ثابت کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں عشق و محبت کے بے شمار اسرار ورموز اس صحیفۂ صدق میں درج ہیں۔ چنانچہ مولانا نے سورہ مریم کے چند اقتباسات اخبار الاخیار میں درج کئے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم بوجہ عدم گنجائش یہاں درج کرنے سے قاصر ہیں۔ انشاء اللہ قطب الاقطاب کی سیرت میں ہم نہ صرف حاجی عبدالوہاب کے ان جگر پاروں کو تفصیل سے پیش کرینگے۔ بلکہ آپ کے کشمیری خلفاء کے مجاھدانہ کارناموں کو بھی شرح و بسط کے ساتھ منظر عام پر لاسکینگے۔ حضرت شیخ عبدالوہاب کا ۹۰۳ھ میں انتقال ہؤا۔

سید جمال الدّین سہروردی قدس سرّہ

یہ اپنے بڑے بھائی شیخ عبدالوہاب بخاریؒ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ ان کے زمانہ میں کشمیر میں چک قوم کے لوگوں کی حکوست تھی۔ وہ متشدّد قسم کے شیعہ تھے۔ انہوں نے سنّیوں کو تنگ کر رکھا تھا * انہیں اپنے عقائد کے مطابق نماز تک پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔ سید جمال الدین کو ان واقعات کا علم ہؤا۔ تو یہ صرف صورت حال کا جائیزہ لینے کے لئے کشمیر تشریف لے گئے۔ ایک دنیا کو اپنے فیض باطن سے بہرہ مند کیا۔ حضرت مخدوم شیخ حمزہ کشمیری قدس سرّہ، کو حضرت کے فضل و کمال کا علم ہؤا۔ تو وہ حاضر ہو کر صدق ارادت سے مرید ہوئے۔ اور خرقۂ خلافت سلسلہ عالیہ سہروردیہ حاصل کیا۔

* آب کوثر از شیخ محمد اکرام ایم۔اے صفحہ ۳۳٦

Marfat.com

حضرت کچھ عرصہ کشمیر میں رہ کر واپس دہلی تشریف لائے۔ اور ۹۰۸ھ میں عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کو انتقال فرمایا۔

کشمیر میں سہروردی فقراء

شیخ حمزہؒ کے خلفاء میں بابا روبی ریشیؒ علّامہ فیروز الدّینؒ مفتی کشمیر بابا داؤد خاکیؒ اور شیخ نوروز کشمیریؒ زیادہ مشہور ہیں۔ بابا داؤد کے بابا نصیب الدّینؒ اور ان کے شیخ یعقوب کشمیریؒ خلیفۂ مجاز تھے۔ شیخ محمد اکرام صاحب لکھتے ہیں۔ کہ جب شیعہ چکوں نے سنّیوں پر کثرت سے مظالم شروع کئے۔ تو بابا داؤد خاکیؒ اور شیخ یعقوب صیرفیؒ وغیرہ کا ایک وفد اکبر کے پاس فریاد لے کر گیا۔ اور اکبر نے اسی سال یہ ملک فتح کر کے مقبوضات مغلیہ میں داخل کرلیا * صاحب خزینۃالاصفیاء نے کشمیر کے جن سہروردی درویشوں کا ذکر کیا ہے۔ ہم انہیں شجرہ کی صورت میں درج کر رہے ہیں۔ تاکہ ناظرین کرام کو ان کے روحانی رابطے کا آسانی سے پتہ چل سکے۔ شیخ حمزہ کشمیریؒ کے ارادتمندوں میں بابا روبی ریشیؒ خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ ریشی دراصل ”رشی“ کا بگڑا ہؤا لفظ ہے۔ کشمیری ہندو، مسلمان درویشوں کو بھی رشی کہنے لگے تھے۔ جو بعد میں ”ریشی“ بن کر رہ گیا۔ یہ لوگ نہایت سادہ زندگیاں بسر کرتے تھے۔ اور ہندو اور مسلمانوں دونو میں یکساں قبولیت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ شیخ نورالدین جنہیں ہندو ”نندہ رشی“ کہتے ہیں۔ تمام ریشیوں کے مرشد تھے۔ جیسا کہ ”داؤد خاکیؒ“ فرماتے ہیں

شیخ نورالدین ریشی، پیر جمع ریشیاں

---

* آب کوثر صفحہ ۳۳۶

Marfat.com

- سید جمال الدین بخاری سہروردی رح المتوفی ۹۰۸ھ [دہلی]
  - شیخ حمزہ کشمیری رح ۹۸۴ھ
    - بابا روپی ریشی رح ۱۰۲۴ھ
    - علامہ فیروزالدین مفتی کشمیری رح ۹۷۳ھ
      - ملا عبدالوہاب رح
    - بابا داؤد خاکی رح ۹۹۴ھ
      - بابا نصیب الدین کشمیری رح ۱۰۴۷ھ
        - شیخ عبدالرحیم رح ۱۱۱۵ھ
        - شیخ یعقوب کشمیری رح ۱۱۰۶ھ
        - شیخ بہرام رح کشمیری ۱۱۰۲ھ
        - مولانا حیدرا کشمیری رح ۱۰۵۷ھ
        - شیخ حسن لالو رح ۱۰۹۹ھ
        - بابا جاجہ رح
          - بابا عبداللہ سہروردی رح
            - بابا محمد مہدی کشمیری رح ۱۱۵۰ھ
          - بابا عثمان قادری رح سہروردی ۱۱۱۷ھ
        - شاہ محمد قادری رح ۱۱۱۷ھ
        - میر محمد علی کشمیری رح ۱۰۷۲ھ
          - خواجہ حبیب اللہ کشمیری رح ۱۱۰۵ھ
            - شیخ اسماعیل رح
              - شیخ عبداللطیف رح ۱۱۳۴ھ
          - میر ابوالفتح رح ۱۱۲۵ھ
            - میر شرف الدین کشمیری رح ۱۱۳۵
        - شیخ محمد ہاشم کشمیری رح ۱۱۳۵ھ
          - مولانا عنایت اللہ کشمیری رح
      - خواجہ مسعود پان پور رح ۱۰۲۱ھ
    - شیخ نوروز کشمیری رح ۹۸۸ھ

حضرت شیخ صدرالدین رابع

المعروف

مخدوم شاہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

مخدوم شہراللہؒ کا مختصر سا ذکر شیخ یحییٰؒ کے ضمن میں آچکا ہے۔ آپ کے حالات زندگی مولانا جمالیؒ نے تفصیل سے لکھے ہیں فرماتے ہیں کہ لنگاہوں کے غدر کے باعث جب مخدوم شہراللہ اپنے والد ماجد کے ساتھ دھلی میں مقیم تھے۔ تو میرا ان کے ہاں اکثر آنا جانا ہوا کرتا تھا۔ اور وہ بھی مجھے بڑی محبت سے ملتے تھے۔ جب حالات سازگار ہوئے۔ اور سلطان حسین کی طرف سے انہیں کئی دعوت نامے موصول ہوئے۔ تو وہ دھلی سے بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ ملتان کو روانہ ہوئے۔ ارادتمندوں نے شہر کے باہر آپ کا استقبال کیا۔ اور آبائی مسند پر لابٹھایا۔

مولانا جمالی فرماتے ہیں۔ کہ کچھ عرصہ بعد میں حج کی غرض سے دھلی سے روانہ ہؤا۔ جب ملتان پہنچا۔ تو شیخ الاسلام کے آستانہ پر حاضر ہوکر فاتحہ پڑھا۔ مخدوم شہراللہؒ کا نیاز حاصل کیا۔ وہ مل کر بےحد خوش ہوئے اور رہنے کو وہی تاریخی حجرہ مرحمت فرمایا۔ جس میں حضرت شیخ الاسلام مصروف عبادت رہا کرتے تھے۔ حضرت کی مجھ پر اس قدر شفقت تھی کہ یہیں کھانا طلب کر کے میرے ساتھ تناول فرمایا کرتے* مولانا لکھتے ہیں کہ میں نے اس حجرہ شریفہ میں چہلم پورا کیا ایک رات حضرت شیخ الاسلام زکریا قدس سرہ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے قدمبوس ہوکر عرض کی۔ قبلۂ عالم! آپ کا یہ غلام حج اور زیارت روضۂ رسول کے لئے گھر سے نکلا ہے۔ دعا فرمائیے کہ حق تبارک و تعالیٰ صحت و

* سیرالعارفین صفحہ ٦٦

سلامتی کے ساتھ روضۂ مطہرہ کی زیارت سے مشرف فرمائے۔ اور وہاں سے کعبۃاللہ پہنچائے۔ حضرت نے میرا ہاتھ تھام کر قبلہ کی طرف رخ کیا۔ اور میرے حق میں دعا فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا۔ "جاؤ! بخیریت پہنچوگے۔ اور جب تجھے بخت بیدار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر لے جائے۔ تو میرا بھی سلام عرض کرنا۔ !" *

صبح سویرے شاداں و فرحاں میں حضرت مخدوم شہراللہؒ کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ خواب کا واقعہ پیش کرنے کے بعد عرض کی۔ کہ بڑی سرکار سے اجازت حاصل کرلی ہے۔ اب آپ بھی رخصت فرمائیں۔ تاکہ آپ کی دعاؤں کے سایہ میں بخیر و عافیت منزل مقصود کو پہنچوں۔

حضرت مخدوم نے بے پناہ اشتیاق سے اصرار کرتے ہوئے فرمایا۔ خدا کی قسم! آپ کو ابھی ایک ماہ اور یہاں ٹھہرنا ہوگا۔ ہماری طرف سے قطعاً کوئی رخصت نہیں ہے۔ !!"

اخلاص اور محبت سے بھرے ہوئے اس حکم کا کیا جواب ہوسکتا تھا۔ میں نے حضرت مخدوم کے ارشاد کو سر آنکھوں پر رکھا لیکن عرض کی۔ کہ چونکہ یہاں سے رخصت مل چکی ہے۔ اب دوسرا مہینہ حضرت قطب الاقطابؒ کے آستانہ پر بسر کرنے کی اجازت

---

* یک اربعین دراں حجرہ متبرکہ کشیدم تاشبے حضرت شیخ الاسلام بہاءالدین قدس سرہ رادر خواب دیدم۔ از حضرت ایشان التماس فاتحہ کردم کہ حق تبارک و تعالیٰ بصحت و سلامت بزیارت سرورکائنات مشرف گرداند۔ و از انجا بکعبۃ اللہ رساند حضرت شیخ الاسلام دست گرفتہ رو بقبلہ آوردند و دعا ارزانی داشتند۔ و فرمودند؛ برو! بسلامت خواھی رسید۔ چوں بروضہ رسول اللہ صلی علیہ‌وسلم خواھی برسی سلام من برسانی سیرالعارفین صفحہ ۶۶

بخشئے۔ حضرت نے یہ ترمیم منظور فرمالی۔ اور میں بارگاہ غوثیہ سے بارگاہ قطبیہ میں منتقل ہوآیا۔ حضرت مخدوم از راہ درویش نوازی یہاں تشریف لائے۔ اور ایک فرح بخش مقام میرے لئے مخصوص فرمایا۔ اس کے بعد حضرت اغلب اوقات یہاں تشریف لاتے اور خاکسار سے تبادلہ خیالات فرمایا کرتے* یہاں ایک بزرگ مولانا کمال الدین آچی ایک حجرہ میں معتکف تھے۔ وہ ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ صرف نماز کے لئے باہر تشریف لاتے تھے۔ ذکر میں انہوں نے اس قدر مداومت کرلی تھی۔ کہ اغلب اوقات آن کا دل متحرّک رہتا تھا۔ چنانچہ لوگوں کو باآسانی معلوم ہوسکتا تھا کہ ان کا دل ذکر میں ہے۔ یہ مولانا بڑی عمر کے تھے اور اِسی خاندان سے نسبت رکھتے تھے۔ انہیں احیاءالعلوم سے بڑا شغف تھا۔ یہ کتاب ہر وقت ان کے سرہانے دھری رہتی تھی۔ اور عوارف المعارف کے اکثر مقامات انہیں ازبر تھے۔

خاندانِ غوثیہ کے معمولات کی ایک جھلک

مولانا جمالیؒ اگرچہ سالم اوقات مقابز قدسیہ پر معتکف رہے لیکن اس پر بھی وہ "خاندانِ غوثیہ" کے حالات سے بےخبر نہیں رہے۔ جیسا کہ عام مشائخ میں ہاتھ پاؤں چومنے کا رواج چلا آتا ہے۔ یہ بات خاندان غوثیہ میں نہ اس وقت تھی اور نہ اب ہے۔ میں نے کئی بار سہروردی سلسلہ کے مشائخ اور حضرت غوث العلمین کی اولاد امجاد کو دیکھا ہے۔ کہ اگر کوئی مرید آن کے ہاتھ چومنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ فوراً

* حضرت شیخ صدرالدین شہراللہ رحمۃاللہ علیہ اغلب درآن بقعہ ھمایوں تشریف فرمودند و درویش نوازی مے کردند۔ سیرالعارفین از مولانا جمالی۔

Marfat.com

ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ اور لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں۔ غالباً مولانا جامیؒ نے بھی یہی مشاہدہ کیا ہوگا۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:—

"اکثر مریدان و پیوستگان حضرت شیخ الاسلام صاحب کشف و کرامت بودہ اند و اہل کمال، ودرشریعت و طریقت مستقیم الحال۔ و حضرت ایشانرا رسمے نبود کہ پیوستگان و معتقدان سر بر زمین نہند۔ و یا سجدہ کنند چو پیش ایشان مے آمدند سلام علیکم بروفق سنّت نبوی مے گفتند و ایشان نیز علیکم السلام مے فرمودند" *

شیخ شہراللہ کا مقام

پیر قادر بخش ولد پیر علی اکبر قریشی سکنہ وٹلی پرگنہ نمکسار نے فارسی زبان میں مشائخ سہرورد کے مناقب نظم کئے ہیں۔ ان کا یہ قلمی گلدستہ "گل بہار" کے نام سے موسوم ہے۔ اور اس پر مصنف کے ۱۸ ذی قعدہ ۱۲۱۸ء کے تکمیلی دستخط بھی موجود ہیں۔ اس میں انہوں نے مخدوم شہراللہؒ کے حالات میں ایک واقعہ نظم کیا ہے کہ ایک مرید ان کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی حضرت ا لڑکی جوان ہوچکی ہے مگر سرمایہ نہیں رکھتا کہ اس کی شادی خانہ آبادی کے فرائض سے عہدہ برآ ہوسکوں"۔ فرمایا "کوئی پتھر یا ڈھیلا لے آ!"

غرض مند تڑپ کر نکلا اور لپک کر پتھر کا ایک ٹکڑا لے آیا۔ شیخ نے اسے ہاتھ میں لے کر کچھ پڑھ کر دم کیا۔ وہ فوراً زرِ خالص بن گیا۔ اس شخص نے اس زرپارہ سے نہ صرف لڑکی کی شادی

* سیرالعارفین از مولانا جامی صفحہ ۶۸ ۔

Marfat.com

کے اخراجات پورے کئے۔ بلکہ بقیہ سرمایہ تجارت میں لگا کر آسودہ حال ہوگیا۔

پیر صاحب کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

شیخ شہر اللہ قطب حق پرست - عمّ برہان الحقّ ، ما بودہ است
شہر در شہر است شہرت ہائے او - تو چہ دانی رتبۂ والائے او
یک مریدے آمد اورا عرض کرد - کائے تو ہستی مردان مرد
دخترے دارم کہ اینک شد جوان - فکر عقد اوست پیشم ہر زمان
گفت سنگے یا کلوخے را بیار - وانگہے پیش مصلاّیم بدار
پارۂ سنگ آں مرید زار و ریش - در حضور قطب عالم کرد پیش
چار قل را خواندہ و بروے دمید - زر شد از تقدیر یزدان مجید
گشت فارغ از نکاح و خانہ ساخت - در تجارت مایۂ کاشانہ ساخت
ایں چنیں خیلے عجائب ہا ازواست - سر گذشت بس غرائب ہا ازو است
لیک من تا کے سیر خواہم نوشت - مختصر از مختصر خواہم نوشت

یا الٰہی بند گیہا یم رساں
در جناب قطب والا یم رساں

وفات

شیخ شہر اللہ قدس سرہ نے شب شنبہ بتاریخ ۲۳ ذی الحج ۹۲۰ھ دار فانی سے عالم باقی کو انتقال فرمایا۔ اور ملتان میں اپنے بزرگوں کے پہلو میں محو خواب ہوئے۔ آپ نے تین صاحبزادے چھوڑے تھے۔ مخدوم بہاءالدینؒ شیخ محمد اسمٰعیلؒ اور شیخ محمد صدرالدینؒ۔ چونکہ اوّل الذّکر صاحبؒ سجادہ ہیں ان کا ذکر بعد میں تفصیل سے ہوگا۔ پہلے چھوٹے صاحبزادگان کا ذکر اجمالی طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

شیخ محمد اسمعیلؒ قریشی

یہ حضرت مخدوم شہر اللہؒ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ نہایت عالم، زاہد اور بے پناہ اثر و نفوذ کے مالک تھے ۹۳۲ھ کے اواخر میں جب شاہ حسن ارغون نے دوبارہ ملتان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ تو اہل ملتان نے آپ کو برسمِ رسالت شاہ حسن کی خدمت میں روانہ کیا۔ تاکہ آپ اسے اس ارادہ سے منع کرسکیں۔ حضرت نے سندھ پہنچ کر مرزا کو سفارش کی۔ چونکہ وہ ملتان پر حملہ کرنے کا پختہ ارادہ کرچکا تھا۔ اس لئے صلح کی گفت و شنید کامیاب نہ ہوسکی۔ شیخ نے جب یہ صورت حال دیکھی۔ تو انہوں نے اہل ملتان کو شاہ حسن کے ارادہ سے مطلع کردیا۔ اور خود سندھ کی زیرین وادی میں چلے گئے۔ اور بدین کے قصبہ میں مستقل طور پر آباد ہوگئے۔ خدا کو یہی منظور تھا۔ کہ خاندان غوثیہ کے چند گھرانے یہاں آباد ہوں۔ اور جہاں جہاں نیّرِ اسلام کی ضیا پاشیاں نہیں ہوسکیں اِن کے دم قدم سے وہاں آجالا ہوکر رہے۔ اس لئے قادر قدیر نے آپ کو نہ صرف یہاں آباد کیا۔ بلکہ بے شمار اولاد عنایت کی اور اولاد بھی ایسی کہ ان میں ہر ایک اپنے زمانہ کا عارف اور قطب الاقطاب تھا۔ شیخ نے سندھ میں تبلیغ اسلام کا بڑا کام کیا۔ وہ اس وادی کے ہر گاؤں اور ہر قریہ میں پہنچے اور ہزاروں گم شدگان بادیۂ ضلالت کو صراط المستقیم پر گامزن فرمایا۔ وہ لق ودق صحراؤں، خوفناک جنگلوں اور طوفان خیز سمندروں کو اس طرح طے کرتے تھے جیسے کوئی چمن میں سیر کر رہا ہو۔ ان کے تبلیغی کارنامے اور مجاہدانہ سرگرمیاں آج تک اہل اللہ کے لئے مشعلِ راہ بنی ہوئی ہیں۔

Marfat.com

شیخ اسمعیلؒ سسّی پنوّں کے مزار پر

صاحب تحفۃ الکرام نے حضرت سے متعلق ایک دلچسپ حکایت بیان کی ہے کہ شیخ سسّی پنوں* کی زیارت کے لئے ان کے مدفن پر پہنچے۔ اپنا اونٹ جنگل میں چھوڑ دیا اور خود آن کے مدفن پر معتکف ہوکر بیٹھ رہے۔ طے کیا کہ "جب تک اس عجوبۂ کشور عشق و عاشقی کا بنظرالعین مشاهده نہیں کرونگا۔ کوئی چیز نہیں کھاؤنگا"۔ تین یوم اسی نہج پر گذر گئے۔ اور حضرت بے آب و دانہ اُس مقام پر پڑے رہے۔ چوتھے دن ایک بڑھیا کھانا لے کر آئی۔ اور شیخ کے پیش کیا۔

شیخ نے فرمایا۔ کہ "بی بی میں عہد کر چکا ہوں کہ جب تک سسّی اور پنوں کو نہیں دیکھ لونگا۔ کچھ نہیں کھاؤنگا!"

بڑھیا نے کہا "اے درویش! سسّی میں ہوں اور پنوں کے دیکھنے کا خیال چھوڑ دے۔ کہ زمانہ اعتماد کے لائق نہیں۔ میں نے ابنائے زمانہ سے بڑا دکھ اٹھایا ہے۔ اور یہ قصہ نہایت دردناک ہے"۔

شیخ نے فرمایا کہ "میں کیسے باور کروں کہ تو ہی سسّی ہے۔ وہ تو نوجوان صاحبِ حسن و جمال تھی۔ اور تو عجوزۂ لاغر!

* سسّی پنوں کا معاشقہ محتاج تعارف نہیں۔ سسّی شہر بھنبور کی ایک حسینہ تھی۔ پنوں خان کیچ کا شہزادہ اس پر عاشق ہوگیا۔ بڑی مشکلات کے بعد ان کی شادی ہوئی۔ لیکن عین شب عروسی میں پنوں خان کے بھائی آکر اُسے دھوکہ سے اٹھا لے گئے۔ سسّی پیادہ پاء ان کے تعاقب میں دوڑی اور بیابان میں ہلاک ہو گئی۔ پنوں خان کو جب ہوش آیا تو وہ بھی سسّی کی تلاش میں دوڑا۔ اور اس کی قبر پر آیا اس میں شگاف ہوا۔ اور یہ طالب و مطلوب مل گئے۔ میر مرحوم بھکری نے اس قصہ کو "حسن و ناز" کے نام سے فارسی میں منظوم کیا تھا۔ جو اب نایاب ہے۔ پھر نواب مجیب خان نے ۱۲۷۰ء میں اردو زبان میں بطور مثنوی کے مرتب کیا۔ ممکن ہے یہ قصہ بھارت میں مل سکتا ہو۔ [فریدی]۔

آپ کا اتنا کہنا تھا کہ بڑھیا آنکھوں سے اوجھل ہوگئی اور اس کی جگہ ایک خوبرو حسینہ ظاہر ہوئی۔ جس کے پیروں اور ہاتھوں میں سہاگ کی مہندی لگی تھی اور ہاتھ میں حنا کی چھڑی تھی۔ اس نے کہا "اے مرد دانشور! میں نے تیرا کہا مانا۔ اب کھانا کھا لے!"

شیخ نے فرمایا "اے بی بی! ٹھیک ہے میں نے تجھے تو دیکھ لیا۔ لیکن تیرے محبوب کو دیکھے بغیر کھانا کیسے کھا سکتا ہوں۔ تو جانتی ہے کہ یہ فقیر کا عہد ہے۔ اور درویش لوگ عہد توڑا نہیں کرتے۔"

سسّی آبدیدہ ہوکر بولی "اے بھلے آدمی! میں وادیٔ عشق کی بڑی کلفتیں اٹھا چکی ہوں۔ اپنے آپ کو مٹانے کے بعد محبوب کو پایا ہے۔ اگر تیرے ساتھ اونٹ نہ ہوتا تو باور کرلیتی۔ لیکن میں اونٹ والوں سے ایک دفعہ اپنا محبوب چھنوا چکی ہوں۔ دوبارہ دھوکہ میں کیسے آسکتی ہوں!"

شیخ نے کہا۔ "بی بی میں قریشی اور شیخ الاسلام زکریا ملتانیؒ کا پوتا ہوں۔ نہ بلوچ نہ بلوچوں کا وکیل۔ مجھ سے اس قدر وہم کیوں کرتی ہے۔ جا خان پنل کو لے آ۔ ورنہ میں اسی طرح پڑا رہونگا۔ اور فاقہ سے جان دے دونگا۔"

سسّی نے جب دیکھا کہ درویش اس قدر بضد ہے تو وہ قبر میں گئی۔ اور پنوں خاں کو کمر تک باہر نکال لائی۔ اس کے بعد دونوں روپوش ہوگئے۔ اس واقعہ کو مختلف مؤرخین نے مختلف پیرائے میں لکھا ہے۔ مرزا محمد کاظم برلاس مراد آبادی یہ واقعہ درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ :-

Marfat.com

اسی طرح اکثر بزرگوں نے ان آفتاب و ماہتاب کشور عشق کو مختلف حالتوں میں دیکھا ہے۔ لیکن کوئی مسافر جو اس طرف سے گذرے اور ان کے حال کی تفتیش کرے کسی نہ کسی مصیبت میں ضرور پھنس جاتا ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ جو مسافر اس مقام پر شب بیداری کرے اسے غیب سے طعام پہنچتا ہے*

شیخ کا ''بدین'' میں انتقال ہوا۔ مقبرہ دیھہ سال میں میرواہ کے کنارے واقع ہے۔ ہر وقت زائرین کا تانتا لگا رہتا ہے۔

دل تو اس امر کا آرزومند تھا۔ کہ حضرت کی تمام اولاد کا تفصیل سے ذکر کرتا لیکن افسوس ہے کہ ان بزرگوں کے حالات نہیں مل سکے۔ اور اگر کچھ مواد ملا ہے تو وہ سندھی میں ہے جس سے میں نابلد ہوں۔ اس لئے سرِدست چند مشائخ کا ذکر کرتا ہوں۔ انشاءاللہ اگر زندہ رہا تو اس تذکرہ کے دوسرے ایڈیشن میں حضرت کی تمام اولاد کے حالات تفصیل سے درج کرونگا۔

پیر سخی عثمان علی شاہ

آپ مخدوم شہاب‌الدین بن شیخ اسمعیلؒ کی اولاد سے تھے۔ آپ کے جدامجد پیر اللہ ورایا شاہ صاحب بدین سے ترک سکونت کر قصبہ مؤ میں آبسے تھے۔ یہیں عثمان علی شاہ صاحب پیدا ہوئے۔ آپ کی سخاوت کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔ چند ایک ہدیۂ ناظرین ہیں۔

سواری کا اونٹ ایثار کردیا

ایک دفعہ آپ اپنی برادری کی کسی شادی میں شریک ہونے کے لئے جارہے تھے۔ راستے میں ایک سائل نے خدا کے نام پر اِن سے اونٹ طلب

* تاریخ سندھ از مرزا محمد کاظم برلاس صفحہ ۶۸

کیا۔ آپ نے بلا توقف اونٹ کو روک لیا۔ کجاوہ اتروا کر نیچے رکھوایا۔ اور اونٹ اس کے حوالے کردیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ساربان ایک اونٹ لے کر سامنے سے گذرا۔ آپ نے فرمایا۔ "تم کون ہو اور کہاں جاتے ہو؟"

اس نے عرض کی حضور! فلاں رئیس نے یہ اونٹ پیر عثمان علی شاہ کی خدمت میں پہنچانے کے لئے دیا ہے۔ اس لئے "وہاں جارہا ہوں۔"

لوگوں نے کہا۔ بھلے میاں! پیر عثمان علی شاہ صاحب تو یہی بزرگ ہیں۔ جو تم سے مصروف گفتگو ہیں۔ اس شخص نے اونٹ آپ کے حوالے کیا۔ اور آپ اس پر بال بچوں کو سوار کر کے اپنی منزل کو روانہ ہوئے۔

ایک اور اعجاز

کہتے ہیں کہ آپ کے پاس بکریوں کا بہت بڑا ریوڑ تھا۔ اور حضور سائلوں کو اس میں سے بکریاں عنایت کیا کرتے تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی مخدوم جعفر شاہ نے عرض کی۔ حضور آپ بکریاں خیرات کرتے جا رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ جب پھلنے پھولنے والیاں ہی نہ رہینگی تو ریوڑ ختم ہوجائے گا۔ بہتر ہے کہ آپ بکریوں کی بجائے بکرے خیرات کیا کریں۔ چنانچہ طے پایا کہ اس سال جو بکرے پیدا ہوں وہ خیرات کئے جائیں اور بکریاں مخدوم جعفرشاہ کی ملک تصّور ہوکر ریوڑ میں شامل رہیں۔

قدرت الٰہی سے اس سال ریوڑ میں تمام بکرے ہی بکرے پیدا ہوئے۔ اور آپ نے سب خیرات کردئے۔

* اذکار قلندری از سید علی گوہری

Marfat.com

مخدوم جعفرشاہ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اس نے کہا۔ بھائی جان! اس سال میں آپ کو بکرے نہیں دونگا۔ بلکہ بکریاں دونگا۔ خدا کی قدرت اس سال ریوڑ میں جو بچے پیدا ہوئے وہ سب کے سب مادہ تھے۔ سخی کا یہ اعجاز دیکھ کر آپ کے بھائی نے شرط لگانے سے توبہ کرلی۔

اپنا جگر گوشہ خدا کی راہ میں بخش دیا

بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ نے ایک دفعہ اپنا بڑا فرزند پیر علی شاہ کسی سائل کو بخش دیا۔ آپ کے بھائی صاحب کو علم ہؤا۔ تو وہ اُفتاں و خیزاں دوڑ کر سائل کے پاس پہنچے۔ اور سائل کو معاوضہ دے کر بچے کو واپس لے آئے۔

اپنا لباس آتار کر سائل کو دے دیا۔

ایک دفعہ آپ ٹنڈو غلام علی کے کسی مجمع میں کھڑے تھے۔ کسی سوالی نے آکر کہا۔ سخی عثمان! اپنے بدن کے سارے کپڑے خدا کی راہ میں آتار دیجیے!" آپ نے کسی سے عاریتاً ایک تہمد لے کر باندھا۔ اور سب کپڑے آتار کر سائل کو دیدئے آپ کا وصال ۵ جمادی الاول ۱۳۰۳ھ میں ہؤا۔ اور قصبہ مؤ میں دفن ہوئے۔ جہاں آپ کا عالیشان مقبرہ موجود ہے۔ اس کے قریب ہی آپ کا گاؤں ہے جو گوٹھ سخی عثمان علی شاہ کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ عالیؒ

صاحب تحفۃ الکرام نے آپ کا مجمل سا ذکر اس طرح درج کیا ہے۔ کہ ترخان حکومت کے دوران میں آپ درویشانہ وار تن تنہا ٹہلتے ٹہلتے ٹھٹھ میں وارد ہوئے۔ اور اتفاق سے میر سید علی شیرازی

Marfat.com

کے باغ میں جا نکلے۔ کنواں چل رہا تھا۔ پاس ہی ایک گھنا سایہ دار درخت تھا آپ کو یہ مقام بڑا پسند آیا۔ بقول حکیم شیراز "درویش را ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست" دن اس جگہ بسر ہؤا اور رات کے لئے بھی یہیں پڑ رہے۔ مالی سرِشام کنواں بند کر بیلوں کو باندھ گھر چلا گیا۔ حضرت کو کنویں کی آواز اس قدر پسند آئی کہ اس کا بند ہونا گوارا نہ ہؤا۔ قدرت الٰہی سے رات بھر کنواں بغیر بیلوں کے چلتا رہا۔ صبح کو جب مالی نے آکر دیکھا۔ تو وہ سخت حیران ہؤا۔ ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ اور باغ کے پودے پانی کی زیادتی سے ضائع ہوچکے تھے۔ اس نے سمجھا کہ یہ اس درویش کی حرکت ہے۔ دوڑا دوڑا سید علی شیرازی کے ہاں پہنچا اور یہ صورت حال بیان کی۔ اس نے حکم دیا۔ کہ فقیر کو باغ سے نکال دو۔ اس نے واپس آکر حضرت کو باغ سے نکل جانے کا اشارہ کیا۔

اس وقت حضرت درخت کے نیچے ٹہل رہے تھے اور نظر باغ کے ایک تختہ گل کی طرف تھی۔ خراماں خراماں باغ سے نکلے۔ اور ان کے ساتھ ہی وہ درخت اور پھولوں کی کیاری بھی باغ سے باہر جہاں آپ تشریف فرما تھے۔ وہیں منتقل ہو آئی۔ کئی لوگ جو اتفاق سے وہاں سیر کرنے چلے آئے تھے۔ یہ واقعہ دیکھ کر سید علی شیرازی کے ہاں پہنچے اور یہ عجوبہ بیان کیا۔ شاہ صاحب خود صاحبدل اور فقراء کے عقیدتمند تھے۔ یہ واقعہ سن کر دوڑے دوڑے باغ میں پہنچے اور حضرت سے محققانہ ملاقات کی۔ اور وہ باغ حضرت کی نذر کیا۔ اس واقعہ سے ٹھٹھ میں آپ کی آمد کا چرچا ہونے لگا۔

* تحفۃالکرام جلد سوم صفحہ ۲۱۳

Marfat.com

ہزاروں لوگ آکر آپ کے مرید ہوئے۔ اور فیوض و برکات سے بہرہ وافر حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ نے کوہ مکلی کی طرف توجہ فرمائی۔ اور اکثر اوقات جہاں اب آپ کا روضہ ہے۔ رہنے لگے۔ یہیں آپ نے شادی کی۔ اور چار فرزند جگر بند پیدا ہوئے۔ "ابو محمد" یہ مادرزاد ولی تھے۔ ایک دفعہ کھڑے خدام سے گفتگو کررہے تھے اور آپ نے نہایت صاف ستھرے کپڑے پہن رکھے تھے۔ دفعۃً آپ نے تہمد کو چست کیا اور بیک طرفتہ العین لوگوں نے کیا دیکھا کہ آپ کی دونو پنڈلیاں کیچڑ سے آلودہ ہو رہی ہیں۔ خدام نے عرض کی حضور! یہ کیا ہوگیا۔ فرمایا کچھ نہیں۔ ایک خادم کشتی پر سوار ہماری طرف چلا آتا تھا۔ کہ کشتی کیچڑ میں دھنس گئی۔ اس نے گھبرا کر ہمیں یاد کیا۔ میں فوراً وہاں پہنچا۔ اور ابھی ابھی اسے ورطۂ ہلاکت سے باہر نکال کر آرہا ہوں۔ کچھ وقفہ کے بعد وہ خادم حاضر ہؤا۔ اور اس نے اس واقعہ کی حرف بحرف تائید کی۔ یہ فخر دودمان اپنے پدر بزرگوار کی زندگی میں ہی عالم بقا کو رخصت ہوگیا۔ اسی طرح صالح محمد و ولی محمد بھی والد ماجد کے سامنے ہی انتقال کر گئے۔ شیخ محمد واصل نے بڑی عمر پائی۔ اور والد ماجد کے صاحب سجادہ بنے۔ یہ ہر سال حضرت شیخ عالی کا بڑے اہتمام سے عرس کیا کرتے تھے۔ اور اس کے کچھ عرصہ بعد سیدعلی شیرازی کا عرس ہوتا تھا۔ شیخ عالی کے یوم وصال پر بہت بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ سید جلال ولد سیدعلی شیرازی کو یہ رونق ناگوار گزرتی تھی۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ ہماری تقریب پر زیادہ لوگ جمع ہوں۔ اس لئے انہوں نے سادات کو شیخ عالی کے اجتماع پر جانے سے منع کردیا۔ چنانچہ وہ نہ گئے۔ لیکن

Marfat.com

ساتھ ھی جب سیدعلی شیرازی کا اجتماع منعقد ھؤا - تو یہ فقراء اس میں شریک نہ ھوئے - سید جلال نے فکر مند ھو کر مراقبہ کیا - معلوم ھؤا - کہ چونکہ انہوں نے فقراء کو شیخ عالی کے عرس پر جانے سے منع کیا تھا - اس لئے ان کا اجتماع بھی رونق نہ پاسکا - اس پر وہ بڑے نادم ھوئے - اور انہوں نے شیخ محمد واصلؒ سے معذرت طلب کی - اور سادات فقراء کو ان کے ھاں جانے کی اجازت دی - جس پر دوسرے روز ان کے ھاں بھی بے شمار درویش جمع ھوگئے - اور ان کے اجتماع کو چار چاند لگ گئے - انہوں نے درویشوں سے پوچھا - کہ آخر تمہیں کیا مصیبت پڑگئی تھی کہ تم ھمارے اجتماع میں شریک نہ ھوئے - انہوں نے بالاتفاق عرض کی کہ کل ھم صبح سے شام تک چلتے رہے تھے - لیکن جس جگہ سے چلے تھے - شام کو پھر اسی جگہ پایا - لیکن آج تین دنوں سے زیادہ کا سفر طے کر کے پہنچ گئے - اور کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ھوئی - اس دن سے ان دونو خانوادوں میں اخلاص اور مؤدت نے راہ پائی - اور یہ رابطہ روز بروز پختہ ھوتا چلاگیا - اور ھر دو مشائخ اپنے فقراء سمیت ایک دوسرے کے اجتماعات میں شریک ھونے لگے -

عبداللہ شاہ المعروف شاہ ابنؒ ٹکر والا

یہ حضرت شیخ اسمعیلؒ کے بڑے فرزند تھے - صاحب فضل و کمال، ٹکرابن شاہ میں محوخواب ھیں - ان کی اولاد موضع بہاءالدین پور میں آباد ھے - شیخ امام الدین - ابن شاہ ثانی شیخ امام الدین ثانی ان کی اولاد میں بڑے پایہ کے درویش ھوگذرے ھیں - علی شیر قانع تحفۃالکرام میں لکھتا ھے - کہ "ھر یک صاحب آیات و کرامات بود" شیخ علیم الدین اور ان کے دو فرزند شیخ صدرالدینؒ

Marfat.com

اور شیخ بدرالدین بھی سہروردی سلسلہ کے صاحب اثر بزرگ تھے۔ شیخ پنی لدہ ولد ثالث شیخ علیم الدین علاّمہ قانع کے زمانہ میں زندہ اور اپنے بزرگوں کی مسند پر فائز تھے*۔

سید علی شیر قدس سرّہ

یہ بزرگوار شیخ شہاب الدین المعروف زاجن شاہ کے نامور فرزند اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے صاحب کمال درویش تھے۔ بارھویں صدی میں مریدوں کی درخواست پر کچھ میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے رئیسوں اور زمینداروں نے آباد اور زرخیز اراضی کے ٹکرے نذر کئے۔ ناڑاپی شریف میں آپ نے سکونت کی مستقل طرح ڈالی اور خلق خدا کو زیادہ سے زیادہ فیض پہنچایا۔ ۷ ربیع الاول کو آپ کے مقبرہ پر زبردست میلہ لگتا ہے۔

حضرت پیر محمد باقر شاہ قلندرؒ

آپ مخدوم شہاب الدین بن شاہ سلیمان بن شیخ علی شیرؒ کی اولاد سے ھیں۔ جو پانچ واسطوں سے حضرت شیخ اسمعیل سے مل جاتے ھیں۔ حضرت پیر شہاب الدین اس سلسلہ کے پہلے بزرگ ھیں جو بدین سے نقل مکانی کر کے ریاست کچھ کے قصبہ ناڑاپی میں جاکر آباد ہوئے اس ریاست کے جاگیرداروں اور ٹھاکروں نے حضرت کو بڑی جاگیر بخشی تھی جو اب تک آپ کے خاندان میں متوارثاً چلی آتی ہے۔

* تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۱۷۵

مخدوم باقر شاہ اسی خاندان کے گُلِ سرسبد تھے۔ آپ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں ہوسکی۔ روضۃ السادات میں لکھا ہے کہ آپ جب بارہ برس کے ہوئے تو جذب و سکر کی حالت میں ناڑاپو شریف کو چھوڑ کر کسی طرف چلے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد پیر صاحبان کو پتہ چلا۔ کہ آپ گرنار کے پہاڑ پر مصروف عبادت ہیں۔ یہ پہاڑ مہاراشٹر میں شہر جوناگڑھ سے تین کوس مشرق کی طرف ہے۔ جس پر غار۔ گپھا ہیں اور مندر موجود ہیں۔ اِن میں ہندو جوگی اور سنیاسی آکر پوجا پاٹ کرتے تھے۔ مخدوم باقرشاہ ایک عرصہ تک ان غاروں میں معتکف ہوکر عبادت کرتے رہے ایک دفعہ آپ کو دادا نے خواب میں فرمایا۔ کہ بیٹا۔! اب اپنے وطن کو چلے آؤ۔ صبح کو آپ نے اُٹھ کر دیکھا تو اپنے آپ کو ناڑاپو شریف کے باھر پایا۔ آپ نے ناڑاپو سے دو میل کے فاصلے پر ایک سمندری کھاڑی کے کنارہ پر ایک حجرہ بنوایا۔ یہاں پانی کی بےحد تکلیف تھی۔ کیونکہ اس کے گردوپیش سمندری میدان تھا۔ اس لئے پانی نمکین ہوگیا تھا۔ آپ نے اپنے تکیہ کے نزدیک ایک پہاڑی ٹیلہ پر کچا کنواں کھدوایا۔ جس سے قدرت الٰہی سے میٹھا پانی نکلا۔ یہ چشمہ آج تک موجود ہے۔ جس علاقہ میں شیریں پانی نایاب ہو۔ وہاں میٹھے پانی کے چشمہ سے بڑی نعمت کیا ہوسکتی ہے۔ اس سے مضافات میں آپ کی کرامت کا شُہرہ ہو گیا اور دور دور سے لوگ اکتساب فیض

Marfat.com

کی غرض سے آنے لگے۔ یہاں یہ ظاہر کردینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کرامتوں کے اظہار سے اپنی عظمت کا احساس دلانا مقصود نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ یہ وجدانی صورت حال تھی جو شیخ کے مرتبہ سے عوام کو متعارف کرادیتی تھی۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ عوام شیخ کے مقام سے آگاہ ہوکر استفاضہ کرتے تھے۔ اگر مخدوم باقر شاہؒ کوئی اعجاز نہ دکھاتے تو کون ان کی طرف راغب ہوتا اور لوگ ان کی روحانی صلاحیتوں سے استفاضہ کیونکر کرتے۔ بہرحال آپ کی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں جن میں سے چند ایک بطور مشتے نمونہ از خروارے یہاں درج کی جاتی ہیں۔

جاگیر لینے سے انکار کردیا

ایک مرتبہ آپ اپنے دادا کے مقبرہ پر حاضری دینے کے لئے ریاست کچھ کے دارالخلافہ لکھپت میں تشریف لے گئے۔ راؤ صاحب کو معلوم ہؤا۔ تو انہوں نے اپنا معتمد خاص حضرت کے لانے کے کے لئے بھیجا۔ آپ جب محلّات میں داخل ہوئے۔ راؤ بہت خوش ہؤا۔ اور اس نے آپ سے دعا کی درخواست کی۔ ساتھ ہی گاؤں ایواپور آپ کو نذر کیا۔ راؤ جب سند پیش کرنے لگے۔ تو آپ نے کھڑے ہوکر اپنی خالی جھولی دکھائی۔ اور فرمایا ”ہم قلندر لوگ ہیں گاؤں لے کر کیا کرینگے!“

بیری سے زیوروں کی بارش

ایک دفعہ ایک ہندو چارن نے حاضر ہوکر دست بستہ سوال کیا۔ کہ میں مسکین ہوں لڑکی کی شادی کرنی ہے۔ کچھ دلوادیجئے!“

آپ نے اُسے فرمایا ”بیٹھ جاؤ !۔“ چنانچہ وہ بیٹھ گیا اور تین دن گذر گئے۔ چوتھے روز نماز پڑھنے کے بعد آپ کو یکایک اس چارن کا خیال آیا۔ خادم سے فرمایا کہ یہیں کہیں ایک ہندو بیٹھا ہوگا اسے بلا لاؤ۔ جب وہ حاضر ہؤا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ سامنے والی بیری کے درخت کو ہلاؤ۔ اس نے ہلایا تو پانچ سو نئی ضرب کے سکّے گر پڑے۔ فرط حیرت سے چارن بت بنا کھڑا سوچ رہا تھا۔ کہ کیا اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت نے مسکرا کر فرمایا۔ لالہ جی ! یہ پانچ سو روپے تمہیں کافی ہونگے لے جاؤ !“

کچھ فکر نہ کرو۔

ایک بار ایک راجا اپنے لاؤلشکر کے ساتھ آپ کے تکیہ سے گذرا کسی نے اُسے بتایا کہ یہاں ایک فقیر صاحب رہتے ہیں اور ان کا چشمہ بے حد میٹھا ہے۔ وہ اُتر کر آپ کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ زیارت کی اور چشمہ کا پانی پی کر آپ کی کرامت کا قائل ہؤا۔ دل میں کہنے لگا۔ کہ یہ چھوٹا سا چشمہ میرے لشکریوں اور اونٹ گھوڑوں کے لئے کیسے کافی ہوسکتا ہے۔ حضرت قلندر نے راجہ کا تردّد معلوم کر کے معاً فرمایا۔

”راجہ جیو ! کوئی فکر نہ کرو۔ اگر آپ جیسے بیس راجاؤں کا لشکر آجائے تو بھی اس چشمہ سے سیراب ہوسکتا ہے۔“

راجہ نے مسکرا کر اپنے عملہ کو سیراب ہونے کی اجازت دی۔ پہلے آدمی شاد کام ہوئے۔ پھر اونٹ گھوڑے خچر وغیرہ۔ لیکن چشمہ کے پانی میں کمی نہ ہوئی۔

Marfat.com

جنّ حاضر ہوگئے

ایک دفعہ کچھ کے رئیس نے عرض کی "حضرت! جنّ کتنے قسم کے ہوتے ہیں آپ نے نام لے لے کر چند جنوں کو پکارا۔ اتنے میں چند ہیبتناک شکلیں حاضر ہوگئیں۔ لوگ انہیں دیکھ کر ڈرنے لگے۔ اس پر آپ نے جنوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اب چلے جاؤ کنگھار جی نے تم کو دیکھ لیا ہے۔

ہم آتے ہیں

حضرت بالعموم پیدل چلا کرتے تھے۔ اور بڑے بڑے جاگیردار اور رئیس بھی آپ کے جلو میں پیدل چلتے تھے۔ ایک دفعہ حضور نڑاپو شریف سے اپنے مکان کو چلے جاتے تھے۔ کہ آپ کے عزیزوں میں سے ایک صاحبزادے صوبیدار شاہ صاحب گھوڑا لے کر حاضر ہوئے۔ اور اس پر سوار ہو کر جانے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا برخوردار! تم اس گھوڑے پر سوار ہو کر چلو۔ ہم ابھی آتے ہیں۔ صوبیدار شاہ صاحب مکان پر پہنچے۔ تو دیکھا کہ حضرت مع جماعت پہلے سے تشریف فرما ہیں۔

آپ سے فقراء اور امراء سب کو عشق تھا۔ عقیدتمندوں میں ہندو اور مسلمان سب شریک تھے۔ چنانچہ ایک بہت بڑے ہندو جاگیردار اور رئیس ٹیلاٹ ویسل جی اپنا سب کچھ چھوڑ حضرت کے تکیہ پر رہنے لگے تھے۔ اسی لیل و نہار میں اپنی پاکیزہ زندگی کے باہر کت

Marfat.com

ایّام بسر کر کے ۱۳۱۳ ھ میں حضرت قلندر صاحب رفیق اعلیٰ کو لبیک کہہ گئے۔ مزار نوربار نڑاپو شریف میں ہے۔ اور ہر سال بہت بڑا میلا لگتا ہے۔

حضرت پیر علی محمد شاہ قریشیؒ

آپ کی ولادت باسعادت کی کوئی تاریخ معلوم نہیں۔ آپ کھارا ضلع کراچی کے غوث پوتہ خاندان سے تھے۔ جن کا ذکر تحفۃالکرام میں موجود ہے یہ پیر صاحبان دو قبیلوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ جن میں ایک راجن شاہ کی اولاد کہلاتی ہے اور دوسری جمّن شاہ کی۔ پیر علی محمد شاہ صاحب مؤخرالذکر بزرگ کی اولاد سے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پیر ابّن شاہ صاحب ٹکّر والے کی اولاد کی ایک شاخ یہی پیر صاحبان ہیں۔ ان میں سے پیر غازی شاہ کا مقبرہ کچھ کے دارالخلافہ شہر لکھپت میں موجود ہے قلعہ لکھپت کا ایک دروازہ آپ کے نام پر ناکہ غازی شاہ کہلاتا ہے پیر علی محمد شاہ حضرت پیر احمد شاہ صاحب قلندر سے بیعت تھے۔

آپ کا مشرب قلندرانہ تھا۔ ایک روایت کے بموجب آپ نے حضرت مخدوم بہاءالدین رابع سجّادہ نشین آستانہ غوثیہ سے بھی بیعت کی تھی۔ اور حج کے لئے ارض مقدس کا سفر بھی کیا تھا۔ آپ کی کرامتوں کے بہت سے قصّے لوگوں میں مشہور ہیں۔ انشاءاللہ دوسرے ایڈیشن

میں ہم ان کا ذکر تفصیل سے کرینگے۔ ۵ ذیقعدہ ۱۲۸۱ھ کو آپ کا وصال ہؤا۔ ٹنڈو غلام حیدر ضلع حیدر آباد میں آپ کا پر شوکت مقبرہ زبان بے زبانی سے لوگوں کو حضرت کی عظمت و جلالت کی داستانیں سناتا دکھائی دیتا ہے۔

شیخ محمد صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ

مخدوم شیخ شہراللہ رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے صاحبزادے شیخ محمد صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کی اولاد میں بھی ہزاروں قطب اور ابدال ہوئے ہیں۔ اور ان سب کا رخ بنی اسمعیل کے علی الرغم پنجاب، سرحد اور کشمیر کی طرف ہؤا ہے چنانچہ آج تک میانوالی، سرگودھا، جہلم، لاہور اور گوجرانولہ میں ان کے بے شمار خانوادے آباد ہیں۔ شیخ محمد صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند جگر بند تھے۔ حضرت پیر علی قتال رحمۃ اللہ علیہ، شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ لاھوری اور شیخ ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ [دیوان حضرت رسول کریم]۔ ہم ان کا الگ الگ اجمالاً ذکر کرینگے۔

خاندان پیر علی قتال قدس سرہ

خاندانی ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت پیر علی قتال رحمۃ اللہ علیہ کوٹ کہروڑ میں آباد تھے۔ یہاں سے مریدوں کے رئیس طبقہ کی استدعا پر ضلع شاہ پور کے موضع پیل غازی میں تشریف لے گئے۔ اور وہیں مستقل طور پر آباد ہوگئے۔ آپ فصیح البیان خطیب متبحر عالم اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ پیل اور اس کے ملحقات میں آپ نے وعظ و نصیحت کے ذریعے ہزاروں کافروں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ جب مریدوں اور عقیدتمندوں کی تعداد زیادہ ہوگئی۔ تو اخراجات لنگر

Marfat.com

کے لئے غیر آباد زمینیں آباد کرائیں جو اب تک آپ کی اولاد کے قبضہ میں بطور ملکیّت چلی آتی ہیں۔ اور دوسری اقوام بحیثیت مزارعان کاشت کرتی ہیں۔ اس گاؤں کے حقوق ملکیّت کے علاوہ ذیلداری نمبرداری بھی وراثةً اسی خاندان کے پاس ہے۔ پیر چن شاہ صاحب اپنے بزرگوں کی یادگار اور خانوادۂ عالیہ غوثیہ کے رکن اعظم ہیں۔ ملکوال جنکشن کے قریب ایک موضع چک نوبہار کے نام سے ملتا ہے۔ یہ آپ کے فرزند جگر بند پیر نوبہار شاہ کا آباد کیا ہوا ہے۔ حضرت پیر علی قتالؒ کا مقبرہ پیل غازی میں ہے جو اب پیل پیراں کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت کے دو صاحبزادے تھے۔ پیر محمد شاہ یہ لاولد فوت ہوئے۔ مخدوم الملک پیر خواجہ نوری شاہ صاحب اپنے زمانہ کے شیخ الکل تھے۔ ان کی شادی خانہ آبادی حضرت شیخ شمس الدّین محبوب حقانی قدس سرہ کی معصومہ بی بی سید بانو سے ہوئی اور اس پاکدامنہ کے بطن عفت سے تین صاحبزادے پیر محمد حسین، پیر ابن شاہ پیر عالم شاہ اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ بی بی فاطمہ جو شیخ الاسلام بہاءالدین ولد شیخ شنہر اللہ کے حبالۂ نکاح میں آئی۔ دوسری بی بی صفیہ، جو پیر فتح شاہ سکنہ بھیرہ سے بیاہی گئی۔ خواجہ نوری نے جہیز دیتے وقت مریدوں سے فرمایا۔ کہ کدام مرید در داخِ بی بی صفیّہ باُفتد؟" وہاں راجہ درویش محمد خاں موجود تھا۔ اس نے دست بستہ التماس کی "انشاءاللہ تعالیٰ مایان در داج مے آفتیم*" چنانچہ حضرت نے درویش خاں کے ساتھ بارہ شہر مریدوں کے جہیز میں دئیے۔ پیر فتح شاہ بھیرہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ اولاد نرینہ

* انشاءاللہ ہم جہیز میں جائینگے۔

Marfat.com

میں پیر محمد حسین صاحب بہت مشہور ہیں میں نے سرگودھا اور جہلم کے پیر صاحبان کو اپنے آباءاکرام کا حال لکھ بھیجنے کو کہا تھا۔ بلکہ میں نے اس غرض سے فروری ۶۰ء میں بھیرہ، چکوال اور جہلم کا سفر بھی کیا۔ لیکن سوائے پیر فتح شاہ صاحب رئیس (بھیرہ) اور پیر محمد لطیف صاحب بی اے (چکوال) کے اور کسی سے کچھ مواد حاصل نہ ہوسکا۔ زاں بعد پیر فضل شاہ (دھروگی) اور پیر غلام حیدر شاہ صاحب (کرولی) نے اپنے خاندان کے مختصر حالات لکھ بھیجے۔ اس وقت وہی میرے پیش نظر ہیں۔

کرولی

کرولی کا گاؤں کوھستان نمک پر واقع ہے۔ جس کے ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ ہیں۔ جب حضرت پیر محمد حسین صاحب یہاں تشریف لائے۔ تو اس جگہ پانی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ پیر صاحب نے اپنے ملازم کو پانی لانے کے لئے کہا۔ اس نے عرض کی حضرت! یہاں پانی کہاں؟ آپ نے عصا لے کر ایک پتھر پر ضرب لگائی۔ چوٹ کا لگنا تھا۔ کہ پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ آپ نے وضو کیا اور کلّی کی۔ چونکہ اس علاقے کی زبان میں کلی کو کرولی کہتے ہیں۔ بنابریں اس مقام کا نام کرولی پڑ گیا۔ یعنی اس جگہ حضرت پیر محمد حسین صاحب نے کرولی (کلی) کی تھی۔ یہاں پیر صاحب نے اپنے اہل و عیال کو طلب کر کے آباد کیا۔ اور بقیّہ ایّام یاد الٰہی میں بسر کر کے یہیں فوت ہوکر دفن ہوئے۔

پیر محمد حسین کی شادی راجۂ بہادر خان جنجوعہ سکنہ بلوٹ کی صاحبزادی بی بی خانزادی سے ہوئی تھی۔ آپ کے آٹھ صاحبزادے اور

Marfat.com

دو صاحبزادیاں تھیں۔ ایک بی بی اللہ رکھی جو میاں شاہ بیگ کے حبالۂ نکاح میں آئی۔ اور دوسری بی بی پھاوندی جو عیسن شاہ سکنہ بھیرہ کو مرحمت ہوئی۔ صاحبزادے تعداد میں آٹھ تھے۔ اوز مل کر گذر اوقات کر رہے تھے ان کے پاس ہی بطرف شمال ایک میل کے فاصلے پر ایک شہر تھا۔ جسے چاروں طرف سے پہاڑ نے احاطہ میں لے رکھا تھا۔ اس میں جانے کا صرف ایک ہی راستہ تھا۔ اس کا والی مل نام ایک راجہ تھا۔ یہ بڑا مغرور آدمی تھا۔ اس نے پیر صاحبان کو تنگ کر رکھا تھا۔ کچھ عرصہ تک تو انہوں نے صبر کیا زاں بعد تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق راجہ مل سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ ایک بھائی نے ان سے اتفاق نہ کیا۔ کہ راجہ سے مقابلہ کرنا ہم درویشوں کا کام نہیں۔ وہ کھردر جس کا موجودہ نام خیرپور ہے۔ چلے گئے اور مستقل طور پر سکونت پذیر ہوگئے۔ یہاں پانی بالکل نایاب تھا۔ انہوں نے جاتے ہی حکم دیا کہ گاؤں کے مشرق میں ایک زبردست چٹان ہے۔ اسے اکھیڑ کر کنواں کھودو۔ میں اپنے حصے کا پانی کرولی سے اس جگہ لے آیا ہوں۔ چنانچہ جب چٹان ہٹاکر کنواں کھودا گیا۔ تو چشمہ پھوٹ پڑا یہ کنواں اب تک موجود ہے اور سارے گاؤں کو کافی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ چند ایک دوسرے مقامات پر کنویں کھودے گئے۔ مگر پانی برآمد نہ ہوا۔

کرولی کے پیروں نے مل کر راجہ مل کا مقابلہ کیا۔ بڑے معرکے کا رن پڑا۔ جس میں راجہ کو شکست ہوئی۔ وہ کشمیر کی طرف بھاگ نکلا۔ اور اس کی تمام جائیداد پیران کرولی کے ھاتھ آگئی۔

Marfat.com

کرولی میں داخل ہونے کے چار راستے ہیں۔ مگر ہر ایک راستہ میں ایک ایک فقیر کی قبر ہے۔ جس کے باعث یہ گاؤں وبائی امراض سے محفوظ چلا آتا ہے۔

شاہ جمال رحمۃ اللہ علیہ

پیر محمد حسینؒ کی اولاد میں شاہ کرم اللہ المعروف پیر مٹھہ شاہ شہراللہ* بہت مشہور ہیں۔ مؤخرالذکر کے صاحبزادے شاہ جمال باصرار ارادتمندان کرولی سے ہجرت فرماکر کوہ نمک مار کی بلند چوٹی پر رونق افروز ہوئے۔ یہاں بھی پانی نایاب تھا۔ آپ کی دعا سے خداوند قدیر نے ایک بڑی چٹان کے نیچے سے چشمہ جاری کردیا۔ جو آبشار کی طرح نیچے گرتا ہے۔ پاس ہی ایک لنڈ منڈ درخت کھڑا تھا۔ آپ نے اس کے تنے پر شفقت کا ہاتھ پھیرا جس سے وہ ہرا بھرا ہوگیا۔ شاید کسی نے انہی قدسی نفوس کی نسبت کہا ہے۔؎

زغارت چمنت بر بہار منّت ہاست
کہ گُل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

اسی درخت کے قریب ہی ایک گہری اور طویل غار میں آپ نے کئی سال یاد الٰہی میں بسر کردئے۔ یہ غار آج کل کابل قندھار کے نام سے موسوم ہے حضرت کی تاریخ وفات کا علم نہیں روضۂ اطہر سڑک کے کنارے زیارت گاہ خلائق ہے۔ یہاں سے دریائے جہلم کا نظارہ نہایت دلفریب دکھائی دیتا ہے۔ آپ کے ارادتمندوں کا حلقہ راولپنڈی۔ جہلم۔ گجرات کے علاوہ ہزارہ۔ جموں۔ کشمیر۔ پونچھ۔

* پیر شاہ کرم اللہ کی اولاد کرولی پیراں میں آباد ہے۔ میں نے اس شاخ کے حالات فراہم کرنے کی کافی کوشش کی۔ مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اب اگلے ایڈیشن میں انشاءاللہ اس شاخ کا مفصل حال دیا جائیگا۔ (فریدی)

Marfat.com

بھدرواہ اور میرپور تک پھیلا ہؤا ہے اور آپ کی اولاد وسیع اراضیات کی مالک ہے۔

حضرت شاہ جمالؒ کے چھ صاحبزادے تھے اور سب صاحب اولاد ہوئے۔ ہم ہر ایک کا الگ الگ ذکر کرینگے۔

۱۔ حافظ پیر رکن الدین

یہ اپنے والد ماجد کے بڑے صاحبزادے تھے اور سخاوت و مروت میں خاص شہرت رکھتے تھے۔

اِن کی اولاد میں پیر زمان شاہ صاحب زیادہ مشہور ہیں۔ یہ بزرگ اوائلِ حال میں ریلوے کے ٹھیکیدار تھے۔ سرکار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر آپ نے ٹھیکیداری چھوڑ دی اور خوشاب میں پہنچ کر ایک درویش کی قبر پر معتکف ہو بیٹھے۔ یہاں سے برکات و فیوض حاصل کر کے کرولی آئے۔ اور باقی عمر خلق اللہ کو راہ ھدایت دکھانے میں بسر کر دی۔ قبر شریف سادہ ہے مگر اس سے خاص عظمت اور شوکت ٹپکتی ہے۔ آپ کی اولاد نرینہ نہیں تھی ایک لڑکی تھی وہ بھی فوت ہو گئی۔

دوسرے بزرگ پیر رکن عالم شاہ ہیں۔ یہ پیر لعل شاہ صاحب کے فرزند تھے۔ آپ نے اوائل عمر میں ہی اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا تھا۔ یہاں تک کہ عنفوان شباب میں آپ نے سلوک کی تمام منزلیں طے کر لی تھیں۔ پہلے پولیس میں ملازم ہوئے۔ جب راز فاش ہو گیا۔ تو آپ سرحد کی طرف چلے گئے

Marfat.com

وھیں بیعت ھوئے۔ اور بقیہ لیل و نہار جوار مرشد میں بسر کرنے کے بعد وھیں دفن ھوئے ۔ ھر سال آپ کا وسیع پیمانے پر عرس ھوتا ھے ۔

اس خاندان کے کئی قبائل پونچھ (کشمیر) میں ھجرت کر گئے تھے ۔ ان کا ذکر مولوی محمد دین صاحب فوق نے اپنی کتاب تاریخ اقوام پونچھ کی دوسری جلد* میں کیا ھے ۔ اگرچہ اکثر قبائل ۱۹۴۷ء کے غدر میں واپس پنجاب آگئے ھیں ۔ تاھم فوق صاحب کا یہ معلوماتی نوٹ اس قابل ھے کہ اسے اختصار کے ساتھ ناظرین کرام کے سامنے رکھا جائے ۔ اس سے پتہ چلتا ھے کہ حضرت غوث العلمین کی اولاد کہاں کہاں پھیلی اور اس نے فرمانروایان وقت اور عوام کے سامنے کیا کردار پیش کیا ۔

شاخ پھاگلہ علاقہ سوھرن

اس شاخ کے مورث اعلیٰ حضرت حافظ پیر چمن دین شاہ صاحب ھیں ۔ راجہ موتی سنگھ آپ کا بڑا معتقد تھا اس نے موضع سلوتری لنگر خانہ کے لئے نذر کیا اور موضع پھاگلہ حضرت نے بطور اجارہ کے حاصل کیا ۔ آپ نے غیر آباد رقبہ کو آباد کرنے کے لئے پنجاب اور راجوری سے آدمی بلوائے ۔ جن کی اولاد اس وقت تک ان رقبوں پر قابض ھے ۔ آپ بڑے شکیل اور خوبصورت نوجوان تھے ۔ اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کا آپ کو بڑا شوق تھا ۔ اس وجہ سے آپ کا اصطبل ایک شاھی اصطبل معلوم ھوتا تھا ۔ آپ کے دولت کدہ پر لنگرخانہ قائم تھا ۔ جہاں غربا اور مسافروں کو دونوں وقت کھانا ملتا تھا ۔ آخر عمر

* تاریخ اقوام پونچھ (کشمیر) جلد دوم مرتبہ مولوی محمد دین صاحب فوق ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۳۵ تا ۱۶۳ ۔

میں آپ اپنے وطن ڈھوک پیراں ضلع جہلم میں چلے گئے۔ اور وہیں آپ کا انتقال ہؤا۔ آپ اور آپ کے بھائی منگایا شاہ دونوں کے مقبرے ڈھوک پیراں میں واقع ہیں اور مرجع خلائق ہیں۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ پیر ولایت شاہ، پیر ہدایت شاہ اور پیر سید شاہ۔ مؤخرالذکر عین عالم شباب میں بمقام پھاگلہ وفات پا گئے۔ خاندان غوثیہ کے یہ پہلے بزرگ تھے جنھوں نے پھاگلہ کی آغوش میں استراحت کرنا پسند فرمایا۔ اس کے بعد کم و بیش پچیس دیگر افراد غوثیہ یہاں دفن ہوئے۔

آپ کی وفات کے بعد ابر و باران کے طوفان سے دریا میں اس قدر طغیانی آئی۔ کہ آپ کے مکانات اور زمینیں دریا برد ہو گئیں۔ اور معافیات کے جو احکام سرکار سے ملے ہوئے تھے۔ وہ بھی تلف ہو گئے جس پر جو اراضی بخشش ہوئی تھی وہ ضبط ہو گئی۔ مگر گاؤں اجارہ داری میں رہ گیا۔ پیر ولایت شاہ کے اکلوتے فرزند پیر گلاب شاہ بھی با اثر بزرگ تھے۔ ان کے فرزند پیر فضل شاہ کشمیر میں نمبردار معاف دار، درباری کرسی نشین۔ اسیسر، پنچائیت کے سرپنچ۔ اور کواپریٹو سوسائٹی کے ڈائریکٹر تھے۔ ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں اپنی برادری کے افراد کے ساتھ جہلم میں ہجرت کر آئے اور اب دھروگی میں آباد ہیں۔ انہیں حدیث فقہ اور علم الانساب میں کافی مہارت حاصل ہے۔

پیرانِ اوچھالا و گاھنی

اس شاخ کے بزرگ پیر موج دین شاہ صاحب تھے ان کے دو فرزند تھے۔ پیر بھاون شاہؒ جنھوں نے سب سے پہلے موضع گاھنی میں

مکونت اختیار کی۔ اور پیر رکن الدّین شاہ، جن کے پوتے پیر علی شیرؒ نے جموں اور کشمیر میں تبلیغ اسلام کا بڑا کام کیا۔

پیر بھاون شاہ خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ کشمیر میں ان کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام آباد کے مضافات میں ایک شیر نے خلق خدا کو تنگ کر رکھا تھا۔ آپ کی دعا سے یہ عذاب لوگوں کے سر سے دفع ہو گیا۔

ان کے پوتے پیر مہتاب شاہ اردو فارسی کے بہترین ادیب تھے۔ ان کے کتب خانہ میں مطبوعہ اور قلمی کتب کا قابل قدر ذخیرہ جمع تھا۔ وہ اپنے پیچھے تین فرزند پیر مظہر حسین، پیر نور حسین اور پیر غلام غوث صاحب چھوڑ گئے تھے۔ جو ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں چکوال ہجرت کر آئے۔ پیر رکن الدین کی صرف پیر منور شاہ صاحب واحد یادگار ہیں۔ یہ بھی کشمیر میں وسیع اراضی کے مالک تھے۔ حالیہ فسادات میں سب کچھ چھوڑ پاکستان چلے آئے۔ گوجر خان اور وٹلی پیران میں خاصی جائیداد رکھتے ہیں۔

حافظ پیر رکن الدین نے خود بھی کشمیر میں تبلیغ اسلام کا کام بڑے پیمانے پر کیا تھا نیز ان کے خانوادہ سے پیر نور محمد شاہؒ، پیر شرف شاہ، پیر فتح دین شاہ، پیر چنن دین شاہ، پیر منگایا شاہ، پیر ولایت شاہ، پیر عالم شاہ، پیر بھاون شاہ اور پیر علی شیر نے اپنی زندگیاں اس مقصد عظیم کے لئے صرف کر دیں اور یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ کہ جنوبی کشمیر میں اب بھی اکثریت سہروردی صوفیاء کی ہے۔ ان کے علاوہ ڈنہ شاہ ستار میں حضرت شاہ ستارؒ موضع سیلاں میں پیر باقر شاہؒ موضع ہڑی چوہان

Marfat.com

میں پیر مصر شہیدؒ درہ سانگلہ میں مولانا کریم شاہؒ کوہ گرجن پر پیر رتن شاہؒ اور علاقہ سرھن میں پیر جموں شہیدؒ کے نام سے جو مجاھدین محو خواب ھیں۔ یہ بھی سہروردی سلسلہ کے مطابق اشاعت اسلام کا بڑا کام کر گئے ھیں۔ پیر جموں شہید کا اصل نام شیخ جمال الدین ہے۔ اور ان کا سلسلہ نسب پانچ واسطوں سے حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانی کے ساتھ جا ملتا ہے* کب شہید ہوئے۔ اور کس نے شہید کیا ؟ اس بارے میں تاریخ قطعاً خاموش ہے۔

حافظ پیر رکن الدینؒ کے دوسرے صاحبزادے پیر محمد پناہ صاحب تھے۔ آپ کی اکثر اولاد موضع تمّے میں آباد ہے۔ پیر مبارک شاہ نے سوھاوہ کے نزدیک کوٹ گکھڑ میں جاکر سکونت اختیار کی تھی۔ ان کی اولاد میں پیر شیر شاہ، صدیق شاہ اور ستار شاہ قابل ذکر ھیں۔ پیر یوسف شاہ کی اولاد میں قطب شاہ، جمال شاہ اور فتح شاہ کا نام شجرہ میں ملتا ہے۔

تیسرے صاحبزادے "پیر محمد اشرف شاہ" کی اولاد میں پیر عبداللہ شاہ بڑا مرتبہ رکھتے تھے۔ یہ حضرت بجائے خود صاحب سلسلہ تھے۔ ان کے فرزند جگر بند نورشاہ نے کاروکٹل میں تبلیغ اسلام کی بڑی خدمت انجام دی تھی۔ یہ حضرت متبحّر عالم تھے۔ اور ان کا حلقہ ارادت بڑا وسیع تھا۔ بندوبست کے دوران میں انہوں نے اس موضع میں کافی اراضی حاصل کرلی۔ اور پھر مستقل طور پر یہاں مقیم ہو گئے۔ افسوس ہے کہ ان کی اولاد نہیں تھی۔ ان کی تمام جائیداد

* شیخ جمال الدّین المعروف شیخ جموںؒ بن شیخ قطب الدّین بن شیخ عطاء اللہ بن شیخ نعمت اللہ بن شیخ قطب الدین بن شیخ شہاب الدین نوری بن حضرت غوث العلمین بہاء الدین زکریاؒ رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

Marfat.com

اِن کے بھتیجوں پیر محمد اشرف شاہ پیر محمد غوث اور پیر انور شاہ کو منتقل ہوگئی۔ اور اب وہی اس موضع میں آباد ہیں۔

پیر محمد اشرف کے دوسرے بیٹے پیر علی قتالؒ تھے ان کی اولاد پنڈدادن خان میں آباد ہے جن میں سے حسین شاہ صاحب تو سرابہ میں جاکر آباد ہوئے تھے۔ ان کے فرزندوں کے اسمائے گرامی پیر زمان شاہ اور غلام شاہ شجرہ میں درج ہیں۔ باقی پنڈدادنخان میں آباد ہے۔ ان میں جعفر شاہ صاحب اور ان کے صاحبزادے انور شاہ، منورشاہ اور صنوبر شاہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

٤۔ پیر محمد غوث۔ ان کے تین فرزند جگر بند صاحب اولاد ہوئے۔ پیر محمد زمان کی اولاد میں پیر جلال شاہ اور پیر نادر شاہ اپنے زمانہ کے بااثر بزرگ تھے۔ ان کی پاکیزہ زندگی خلق خدا کو صراط المستقیم پر گامزن کرانے میں بسر ہوئی۔ پیر گل بادشاہ نے نڑول میں تشریف لے جاکر وسیع رقبہ اراضی حاصل کیا۔ پیر حسن شاہ اور پیر قطب شاہ کے صاحبزادے تا حال نڑول میں آباد ہیں۔

پیر گلاب شاہ کے دونوں صاحبزادے پیر بہادر شاہ اور پیر زمان شاہ موضع سندری میں آباد ہیں۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ منڈی۔ رام پور بھدرواہ۔ کشتواڑ اور کشمیر تک پھیلا ہؤا ہے۔ پیر زمان شاہ کو فیاض ازل نے چار چاند بخشے ہیں۔ جو در حقیقت آپ کی شہرت کے چار ستون ہیں۔

٥۔ پیر علی اکبرؒ۔ کے دو فرزند صاحب اولاد ہوئے۔ پیر حافظ سلطان محمود، ان کی اولاد میں پیر شریف شاہ بڑے بزرگ ہوئے

Marfat.com

ھیں ان کا مزار نوربار دھروگی میں ھے ۔ دوسرے پیر قادر بخش تھے جن کی اولاد دوسری پشت کے بعد ختم ھوگئی ۔

پیر شیخ کبیر محمدؒ

ان کے پانچ صاحبزادے تھے ۔ لیکن صرف ایک فرزند پیر محمد چراغ سے نسل چلی ۔ باقی چار لاولد فوت ھوئے ۔ پیر محمد چراغ کے تین فرزند تھے ۔ دو بے اولاد فوت ھوئے ۔ ایک پیر گل محمد صاحب اولاد ھؤا ۔ ان کے تین لڑکے تھے ۔ دو لاولد فوت ھوئے ۔ صرف پیر حیدر شاہ صاحب اولاد ھؤا ۔ ان کے چھ صاحبزادے تھے ۔ تین لاولد انتقال کر گئے ۔ تین صاحب اولاد ھوئے ۔ پیر بہادر شاہ کے فرزند جگر بند پیر مہتاب شاہ تھے ۔ جو اپنے خاندان کے قائد تھے ۔ موضع وعولہ میں سکونت رکھتے تھے ۔ گذشتہ سال آپ کا انتقال ھوگیا رحمۃاللہ علیہ ۔

پیر شیخ محمدؒ

آپ کے پانچ فرزند تھے ۔ جن میں سے پیر اللہ نور اور پیر سلطان احمد صاحب اولاد ھوئے ۔ پیراللہ نورجادو بیان شاعر تھے ۔ دونو بھائیوں کی اولاد موضع تترال تحصیل پنڈدادنخان میں آباد ھے ۔ جن میں پیر فتح دین ، پیر جیون شاہ ، پیر عبداللہ شاہ ، پیر امام شاہ پیر قائم محمد خاص طور پر قابل ذکر ھیں ۔

پیر محمد حفیظؒ

ان کے دو لڑکوں پیر اسمعیل نور اور پیر فتح نور سے نسب کا سلسلہ جاری ھؤا ۔ دونو کی اولاد وٹلی پیران اور گلیانہ میں آباد ھے ۔

پیر عبدالرّسول

آپ کا نسب صرف دو واسطوں تک چلا ۔ پھر ختم ھوگیا ۔

Marfat.com

پیر محمد فاروق

ان کے صرف ایک فرزند تھے۔ شیخ برہان الدین۔ یہ صاحبِ کمال بزرگ تھے۔ انہوں نے کشمیر میں اشاعت اسلام کا کام نہایت عمدہ لائینوں پر کیا۔ ان کے دو فرزند پیر قطب شاہ اور پیر مصطفےٰ شاہ کی اولاد وعولہ میں آباد ہے۔ اور پیر محمد شاہ کا خاندان دیگوار اور تیڑو واہ میں آباد ہے۔ پیر زمان شاہ کا نام کشمیری مبلغین میں شمار ہوتا ہے۔ ان کے صاحبزادے پیر حسنین شاہ اس علاقے میں ایک ممتاز ہستی ہیں۔ علوم شرعیہ اور طبّ کے ساتھ انہیں خاص شغف حاصل ہے۔ آپ اپنے تینوں فرزندوں پیر محمد غوث المعروف چن پیر، پیر محمد شاہ اور پیر فضل شاہ سمیت دیگوار اور تیڑو واہ میں آباد ہیں۔

پیر ابن شاہ بن مخدوم الملک خواجہ پیر نوریؒ

آپ کی اولاد پیل پیراں میں آباد ہے۔ میاں متن شاہ کی اولاد میں پیر جیون شاہ سکنہ کھنوال شریف (تحصیل چکوال ضلع جہلم) بڑے عارف اور ولی‌اللہ تھے۔ ان کے صاحبزادے پیر خواجہ غلام نبی شاہ کا حلقہ ارادت دور تک پھیلا ہؤا ہے۔ آپ کا عرس ہر سال ۸، ۹ نومبر کو نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے جس میں ہزاروں عقیدتمند دامن امید پھیلائے حاضر ہوتے اور دین دنیا کی سعادتوں سے مالا مال ہو کر لوٹتے ہیں۔ ان کے صاحبِ سجادہ پیر فتح حیدر شاہ صاحب ہیں۔ ان کے دو صاحبزادے ہیں الطاف حسین شاہ اور شاہ محمد لطیف بی اے۔ بی ٹی۔ مؤخرالذکر اسلامیہ ہائی سکول چکوال کے ہیڈماسٹر ہیں۔

پیر ابن شاہ صاحب کے دوسرے جگر گوشہ پیر دائم شاہ صاحب

Marfat.com

هیں ۔ ان کی اولاد میں خواجه بهاءالدین سکنه کندوال بڑے خدا یاد درویش تھے ۔

پیر عالم شاه بن مخدوم الملک خواجه پیر نوریؒ

پیر عالم شاه حضرت لعل عیسنؒ کے داماد تھے ان کی شادی خیر آبادی حضرت کی صاحبزادی فاطمه بی‌بی سے انجام پائی تھی ۔ ان کی اولاد ضلع هزاره میں آباد هے ۔ ان میں شیخ عبدالله سکنه پلاسی(ضلع هزاره) کا دنیائے معرفت میں بڑا مقام هے ۔

شیخ شمس الدین لاهوری بن شیخ محمد صدر الدین رحمةالله علیه

ان کے تین صاحبزادے تھےاور تینوں هی بڑے مرتبه کے درویش تھے' پیر برهان الدین کی اولاد میں شاه عنایت اللهؒ اپنے زمانه کے بهت بڑے ولی تھے ۔ روزانه حضرت سرور کائنات فخر موجودات صلی الله علیه و سلم کی زیارت سے مشرف هوتے تھے ۔ بعض کهتے هیں که انهیں روحانی طور پر اس بزم قدس کا انتظام سپرد تھا ۔ اس لئے دیوان رسول کریم کا لقب عنایت هؤا ۔

پیر جمال شاه صاحب نوریؒ

اسی خانواده میں ایک اور بزرگ حضرت پیر جال شاه صاحب نوری دنیائے معرفت میں خاص مقام رکھتے هیں ۔ حضرت کی ساری عمر جهاد بالنفس میں بسر هوئی ۔ مسلسل ستره برس تک یه معمول رها که عشاء کی نماز پڑھ کر دریائے جهلم کے کنارے تشریف لے جاتے ۔ اور ایک مرتفع جگه پر مصلّی بچھا دو رکعتوں میں قران مجید ختم کر کے واپس لوٹ آتے اور صبح کی نماز محله کی مسجد میں جماعت

Marfat.com

کے ساتھ ادا فرماتے ۔ شیخ طریقت* نے جب دیکھا کہ بھیرہ کا مرد مجاھد جہاد اکبر میں کامیاب وکامران ہو چکا ہے تو اس نے آپ کو ونہار کے علاقہ میں عوام کی اصلاح احوال پر متعین فرمایا ۔ یہ خطۂ ارضی ان دنوں جہالت اور فسق کی بیکراں تاریکیوں میں غرق تھا ۔ جب یہ مرد مجاھد رشد و ھدایت کی مشعل تاباں ھاتھ میں لئے کفرستان کی اس ظلماتی دنیا میں داخل ھؤا ۔ تو طاغوتی قوتیں سخت جھنجھلائیں ۔ باطل حق سے ٹکرانے کے لئے دونو بازو پھیلا کر آٹھا ۔ ابلیس نے آپ کے راستے میں جگہ جگہ مکر و تلبیس کے جال پھیلائے ۔ لیکن فیاض ازل نے آپ کو بادیۂ ضلالت کے ان گمراھوں کی اصلاح کے لئے ”نگاہ پر جلال“ کا ایسا تازیانہ عنایت فرمایا تھا ۔ کہ جس سے ان کے سارے نشے ھرن ھو گئے ۔ طاغوتی قوتیں آپس میں ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ھو گئیں ۔ باطل دب کر رہ گیا ۔ اور ابلیس کو سوائے کف افسوس ملنے کے کچھ ھاتھ نہ آیا ۔ ونہار کے مضافات میں جگہ جگہ حضرت کی بیٹھکیں ابتک موجود ھیں ۔ جو اس امر پر دلالت کرتی ھیں ۔ کہ آپ نے کسی خاص مقام پر مستقل سکونت نہیں فرمائی بلکہ پیغام ھدایت پہنچانے کے لئے قریہ بہ قریہ پھرتے رہے ۔ حضرت بالعموم تیر کمان سے شکار کیا کرتے تھے ۔ جو رہ نوردان دشت کی مشترکہ خصوصیت ہے ۔

جب پیک شاھد حقیقی موضع مور جھنگ میں مژدۂ وصال لے کر پہنچا تو آپ نے دار فانی سے رخت سفر باندھنے سے پہلے وصیت فرمائی کہ مجھے بھیرہ میں دفن کیا جائے ۔ ساون کا مہینہ تھا اور جہلم کی طغیانی پورے شباب پر تھی ۔ اسکی بپھری ھوئی موجیں ھر طرف ٹکراتی پھرتی تھیں ۔ اتنی کشتیوں کا انتظام بھی ناممکن تھا ۔ کہ جس سے

* آپ حضرت شیر محمد صاحب غازی رح کے مرید اور خلیفہ تھے ۔

Marfat.com

ایک "جمّ غفیر" کو پار اتارا جا سکتا ۔ اس لئے حضرت پیر کرم شاہ جو "شاہ جمال" کے حقیقی بھتیجے اور خلیفۂ اعظم تھے ۔ کچھ دیر متامل رہے اس کے بعد دفعۃً آپ نے حکم دیا کہ "حضرت کی چارپائی پانی پر رکھ دو اور دریا کو عبور کرنا شروع کر دو!" اذن ملتے ہی لوگ بے دھڑک دریا میں داخل ہو گئے ۔ عمیق دریا اب پایاب تھا ۔ بپھری ہوئی موجیں خاموش تھیں ۔ جب تمام لوگ دریا کو عبور کر چکے ۔ تو چارپائی کو اٹھا لیا گیا ۔ اور دریا پھر اپنی اصلی حالت پر آ گیا ۔ حضرت کا مزار پر انوار اب بھی زیارت گہ خاص و عام ہے ۔

پیر کرم شاہ صاحب قریشی المعروف شاہ کھاراؒ

آپ کا مولد بھیرہ ہے ۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد علوم متداولہ کی طرف متوجہ ہوئے ۔ اور تھوڑے سے عرصہ میں فارغ التحصیل ہو گئے ۔ اس کے بعد آپ نے چچا بزرگوار پیر شاہ جمال نوریؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا ۔ آپ قائم باللّیل اور صائم بالنّہار تھے کہتے ہیں کہ ساری عمر میں حضرت نے صرف ایک دن روزہ افطار فرمایا ۔ جسکی تفصیل یہ ہے کہ پیر محکم الدین صاحب سکنہ کرولی نے جنگل کا ٹھیکہ لے رکھا تھا ۔ ایک دن کسی زمیندار کی بکریاں وہاں چرتی ہوئی پکڑی گئیں اور شاہ صاحب نے اس پر دو صد روپیہ تاوان لگا دیا ۔ وہ زمیندار حضرت کی خدمت میں فریاد لے کر آیا ۔ آپ نے اسکی دلجوئی اور سفارش کے لئے روزہ کے باوجود کرولی کا قصد فرمایا ۔ جب پیر محکم الدین صاحب کو اطلاع ہوئی تو وہ گھبرا کر استقبال کو دوڑے اور عرض کی "حضور نے اتنے معمولی کام کے لئے کیوں تکلیف فرمائی ۔ اگر حضرت کا کُتا آ جاتا ۔ تو بھی میں تاوان معاف کر دیتا ۔ چنانچہ اس نے زمیندار کا تاوان معاف کر دیا ۔ اور حضرت سے ماحضر قبول کرنے کی درخواست کی جس

Marfat.com

پر حضرت نے پیر صاحب کی دلجوئی کے لئے روزہ افطار فرما لیا ۔ حضرت کے جُود و سخا کا یہ عالم تھا ۔ کہ موسم سرما کی آمد پر ایک مکان کمبلوں اور ایک جوتوں سے بھر لیتے ۔ اور جو مسکین و نادار حاضر ہوتا اُسے کمبل اور ایک جوڑا جوتوں کا عطا فرماتے ۔ لنگر خانہ پر خاص توجہ رہتی ۔ اور عشاء کی نماز سے پہلے دریافت فرما لیتے کہ کوئی مسافر بھوکا تو نہیں رہا ۔

اس شاہانہ فیاضی سے گاہے گاہے فاقوں پر بھی نوبت آ جاتی تھی ۔ ایک دفعہ آپ کے بھتیجے پیر صدیق شاہ نے عرض کی ۔ " قبلہ اتنا خیال رہے کہ ضرورت کے وقت گھر سے کفن کا انتظام تو ہو سکے ۔ ایسا نہ ہو کہ شریک طعنہ دیں " ۔ فرمایا " میاں صدیق شاہ ! میرا کوئی شریک نہیں ہے ۔ میرے کفن کا کوئی فکر نہ کرو ۔ کڑوے پانی سے غسل دے کر اسی گودڑی میں دفن کر دینا ، مجھے اتنا ہی کافی ہے " ۔ گویا کسی نے آپ جیسے بزرگوں کے لئے ہی کہا ہے ؎

گر مرد ہے خدا کا گوڑی نہ رکھ کفن کو

مرشد طریقت کے وصال کے بعد آپ نے کوہستان نمک کے دامن میں ایک مقام پر مستقل طور پر سکونت اختیار فرمالی تھی ، جواب " پیر کھارا " کے نام سے مشہور ہے ۔ تقریباً ساڑھے چوراسی سال اس دار فانی میں بسر کرنے کے بعد آپ نے عالم بالا کو انتقال فرمایا ۔ پیر کھارا میں ہی آپ کا مزار نوربار مرجع خاص و عام ہے جہاں ہر سال ماہ چیت میں بیشمار خلق خدا حاضری کا شرف حاصل کرتی ہے ۔ حضرت کی کرامات تحریر کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے ۔ جسکی یہاں گنجائش کہاں ۔ لیکن ایک ظاہر کرامت جو مادیت کے پرستاروں اور روح کی اعجاز آفرینیوں کے منکروں کا آج بھی منہ چڑا رہی ہے یہاں درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں ۔ یہ آئے دن کا مشاہدہ ہے ۔ کہ جس شخص کو

Marfat.com

سنگ مثانہ کی تکلیف ہو ۔ وہ حضرت کے آستانۂ اقدس کی زیارت کا ارادہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اسکی تکلیف کو رفع فرما دیتا ہے ۔ اور بغیر کسی عمل جراحی کے سنگ مثانہ خارج ہو جاتا ہے ۔ اس خاندان میں پیر عالم شاہ، پیر چراغ شاہ اور پیر اعظم شاہ بھی فقر و ولایت میں خاص مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے اس نواح میں تبلیغ اسلام کا بڑا کام کیا اور ہزاروں گمراہوں کو نیکی کا راستہ دکھایا ربّ غفور کی ان گنت و بےشمار رحمتیں ہوں ان نفوسِ قدسیہ پر جن کے ذکر جمیل سے اقدارِ عالیہ کو حیاتِ نو ارزانی ہوتی ہے۔

پیر امیر شاہ قریشی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شمس الدین لاہوری کے دوسرے صاحبزادے شیخ نظام الدین تھے ۔ ان کی اولاد میں شیخ محمد رفیع، شیخ وسدی، شیخ آبادانی، پیر عبداللہ شاہ سروبہ والے، محمد غوث شاہ اور پیر قلندر شاہ بڑے پایہ کے درویش تھے۔ افسوس ہے کہ ان بزرگوں کا حال نہیں مل سکا۔ تہی دامن ہوں اس لئے قاصر ہوں اور ان کی ارواح صادقہ سے معذرت طلب کرتا ہوں ۔ حضرت محمد غوث صاحب کی اولاد میں پیر امیر شاہ صاحب سے متعلق جو کچھ معلوم ہو سکا ہے۔ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں آپ بھیرہ میں پیدا ہوئے اور ایام طفولیت میں ہی آپ سے ایسے اقوال صادر ہونے لگے ۔ جو نہاں خانۂ دل میں کسی خاموش تلاطم کا پتہ دیتے تھے۔ اپنی دایہ سے معصومانہ انداز میں پوچھتے ”مائی بھاگے! اللہ کتھے ہے؟“ یعنی میرا محبوب حقیقی، میرا پروردگار، کہاں ہے؟ ذرا ہوش سنبھالا تو دل کو نگار خانہ ہستی کی لذتوں سے دامن کشاں پایا ۔ شب و روز زہد و ریاضت میں بسر ہونے لگے ۔ متعدد اولیائے کرام کے مزارات پر چلّہ کشی کی اور حد بلوغ سے پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیا یہ سلسلہ

دم واپسیں تک منقطع نہ ہؤا - جہاں کہیں کسی مرد کامل کا پتہ چلا ، اسکی خدمت میں حاضر ہوئے - حضرت بہادر شاہ رحمتہ اللہ علیہ جو بھیرہ کے خاندان غوثیہ کے ایک مشہور عارف گذرے ہیں - کچھ عرصہ ان کی خدمت میں گذارا اور جب قدرت کی کرم گستریوں نے سیال شریف کے مقدس خطہ کو سرفراز فرمایا - اور قطب العارفین حضرت مولانا شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ نے بادہ نوشان توحید کو صلائے عام دی - اور اس ساقی "میخانہ بدست" کے جود و کرم کی دھوم مچی تو طالع بیدار نے ادھر کی راھنمائی کی - پیر سیال نے شرف بیعت بھی بخشا اور خلعت خلافت سے بھی سرفراز فرمایا - حضرت کا قد درمیانہ ، جسم دبلا ، چہرہ کشادہ اور گل گلاب سے زیادہ شگفتہ و شاداب تھا - جس کو صوری و معنوی دلفریبیوں نے 'نظارہ گہ عالم ' بنا دیا تھا - ھمیشہ سفید لباس زیب تن فرماتے جو سادگی اور لطافت میں اپنی مثال آپ ھوتا - آپ ھر روز عصر کی نماز کے بعد جہلم کے کنارے تشریف لے جاتے - اور رات وھیں ذکر الہی میں بسر فرماتے - دسمبر اور جنوری کی طویل اور برفانی راتیں بھی اسی دریا کے کنارے ختم ھوتیں - سوز محبت اور گداز عشق سردی کا احساس ھی نہ ھونے دیتا - ان کڑکتے جاڑوں میں آپ کے پاس صرف ایک گرم چادر ھوتی - اور اسی میں رات یاد الہی میں بسر کر دن کے دس بجے واپس بھیرہ پہنچ جاتے - مشتاقان دید کو جو مضافات سے جمع ہو جاتے تھے اپنا جمال جہان آرا دکھاتے - انکی داستان درد سنتے ، اور بارگاہ مستجیب الدعوات میں ان کے لئے دعا کرتے - جسے وہ کریم و رحیم خدا ضرور قبول فرماتا - تقریباً ۷۲ سال کی عمر میں بروزسہ شنبہ ۱ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ حضرت نے دار فانی سے عالم باقی کو رخت سفر باندھا تاریخ وصال اس شعر سے نکلتی ہے -

چوں پا بیروں کشید از دار دنیا
مقامے یافت در فردوس اعلیٰ
۱۳۳۶ ۱۳۳۷

غوثِ زمان

حضرت شیخ بہاؤالدّین ثانی علیہ الرحمۃ

شیخ بہاء الدین ثانی قدس سرہ العزیز اپنے والد ماجدؒ کے وصال پر ۹۲۰ھ میں صاحبِ سجّادہ بنے۔ علی شیر قانع لکھتے ہیں کہ

"وصفش بروں از حد و عد، اکثر مشائخ و عامئی سندھ مختص مریدی خود کردہ۔ از اولادش بسا بزرگوار بسیرو سیاحت و رشد وارشاد سائر سندھ پر داختہ بحسب مشیّت ازلی مطابق فحوائے "لا تدری نفس بایِّ ارض تموت" در سائر قراء و بلاد سند آسودہ اند*

سندھ کے اکابر خلفاء میں شیخ جیّہ، راجسی سومرانی، جرکس ڈنانی، ابراہیم ناگورانی، گاڑھو صدر اور شیخ برکیہ کے اسمائے گرامی زیادہ مشہور ہیں۔ یہ حضرت غوث العلمین قدس سرہ کے پہلے سجّادہ نشین ہیں۔ جنہوں نے ارادتمندوں کی تربیت باطنی کے لئے سندھ کی طرف زیادہ توجہ فرمائی۔ ان دنوں جبکہ آپ ٹھٹھ میں منزل انداز تھے۔ سندھی جاہل مریدوں کے دل میں خیال پیدا ہؤا۔ کہ ہم ہر سال ہزاروں مصائب اور آلام برداشت کرکے زیارت کے لئے ملتان پہنچتے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ حضرت غوث زماں کو شہید کرکے یہاں مقبرہ بنا لیں۔ اور پھر یہیں زیارت کر لیا کریں اس طرح خلق خدا کو ملتان کے سفر کی صعوبتوں سے نجات مل جائیگی!

---

* یعنی انکی تعریف کا حیطۂ تحریر میں لانا نا ممکن ہے۔ وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ سندھ کے اکثر مشائخ اور عامۃ المسلین ان کے مرید تھے۔ ان کی اولاد میں سے بے شمار نفوس قدسیہ نے سیر و سیاحت اور رشد و ارشاد کی غرض سے سندھ کو نوازا ہے۔ اس ملک کے اکثر قصبات اور شہروں میں ان کے پر شکوہ مقبرے گردن نکالے خراج عقیدت وصول کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ فریدی

چنانچہ بات طے پا گئی۔ اور فیصلہ ہؤا ۔ کہ رات کو جب حضرت بستر خواب پر تشریف لے جائیں۔ یکبارگی حملہ کرکے حضرت کو شہید کر دیا جائے۔

شیخ جیّہ ولد شیخ نعمت اللہ آپ کے مرید اور قریبی رشتہ دار تھے۔ اور وہ سلاطین سمّہ کے زمانہ سے ٹھٹھ میں رہتے تھے۔ جب انہیں اس خوفناک سازش کا علم ہؤا۔ تو انہوں نے شیخ پر سے تصدق ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

وقوعہ کی رات کو حضرت دیر تک مصلّیٰ پر بیٹھے رہے اور جب خوابگاہ کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا۔ تو شیخ جیّہ آگے بڑھ کر قدمبوس ہؤا۔ اور عرض کی ”حضرت! عرصہ سے ایک آرزو دل میں لئے پھرتا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو عرض کر دوں!“ فرمایا۔ ہاں بھئی شوق سے کہو۔ انشاء اللہ ہم تمہیں راضی کرنے کی کوشش کرینگے!“ عرض کی۔ حضرت سرور عالم(ص) نے جب مکہ سے ھجرت فرمائی تھی۔ تو اپنے بستر پر حضرت علی(رض) کواستراحت کرنے کا شرف عطا کیا تھا۔ میں چاھتا ہوں کہ مجھے بھی یہ سعادت حاصل کرنے کا موقع بخشا جائے۔!“

حضرت کی جبین مبارک پر شکن کے آثار ظاہر ہوئے۔ اور کچھ دیر کے غور و فکر کے بعد فرمایا۔

”شیخ جیّہ! کیا تم نے اس کے نتائج و عواقب پر غور کر لیا ہے؟“
”ہاں حضور! غلام اچھی طرح سوچ بچار کرچکا ہے“ فرمایا ”بہتر!“

اس کے بعد پیرو مرید نے اپنی اپنی خوابگاہیں تبدیل کر لیں آدھی رات کو چند سائے حضرت غوث زماں کی خوابگاہ کی طرف بڑھے۔

بیک وقت چند تلواریں چمکیں ۔ اور شیخ جیہ اپنے مرشد پر سے تصدق ہوگیا۔ *

صبح کے دھندلکے میں حضرت غوث زماں شیخ جیّہ کی خوابگاہ میں داخل ہوئے اور پیکر اخلاص کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے۔ ادھر سندھیوں نے جب حضرت کو بخیریت دیکھا ۔ تو دم بخود حیران رہ گئے ۔ لیکن خطاپوش ذات نے انہیں گلہ تک نہ دیا ۔ فرمایا

''شیخ جیّہ کی قسمت کی یاوری دیکھئے کہ شہادت کا مرتبہ لے گیا''

شیخ جیّہ کو خود قبر میں آتارا ۔ اور قبر پرآبِ رحمت کے چھینٹے دیتے ہوئے فرمایا ۔ ''شیخ جیو مکلی جو ڈیو'' شیخ جیہ مکلی کا چراغ ہے چنانچہ وہ بخت بیدار آج تک اسی لقب سے مشہور چلا آتا ہے ۔

حضرت غوث زماں نے سندھیوں کے اس اقدام سے یہ اثر لیا کہ وہ ملتان آنے میں دقّت محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے کوکبۂ اجلال جب واپس ملتان پہنچا ۔ تو حضرت نے ایک اعلان عام کے ذریعے سندھیوں کو ملتان آنے سے منع کر دیا ۔ اس سے ہر طرف

* یہ واقعہ ہمیں حضرت غوث العالمین قدس سرہ سے متعلق بتایا گیا تھا ۔ لیکن تحفتہ الکرام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ جیہ حضرت بہاء الدین ثانی کے معاصر تھے ۔ اذکار قلندری میں یہ واقعہ تفصیل سے درج ہے۔ شیخ جیہ کا مزار پرانوار مکلی کی پہاڑی پر واقع ہے ۔ اگرچہ یہاں بے شمار سلاطین ' امراء اور مشائخ کے مقبرے موجود ہیں ۔ لیکن شیخ جیہ کو ان سب میں خاص امتیاز حاصل ہے ۔ صاحب تحفتہ الکرام لکھتے ہیں۔ شب دوشنبۂ اول ہر ماہ مجمع بزرگ بدرگاهش منعقد مے شود در تمام کوہ مکلی این درگاہ بفرط نورانیت مستثنی است' اورا بفرط اشعۂ کرامت و وفور نور ہدایت چراغ مکلی خطاب است صفحہ ۲۴۸ -

رنج اور غم کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ٹھٹھ کے چند جاھلوں کی حماقت کا تمام سندھیوں کو خمیازہ بھگتنا پڑا۔ وہ قدسی نفوس جو ہر سال غوث العلمینؒ کے آستانۂ عالیہ پر قلبی محبت اور دلی اخلاص سے حاضری دیا کرتے تھے۔ اس خبر سے بے چین ہو گئے۔ کسی تاریخ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ کتنے عرصہ تک سندھی ملتان آنے سے رُکے رہے۔ بہر حال جب ان ارادت کیشوں کا اشتیاق حد سے بڑھ گیا تو انہوں نے سندھ کے خدا رسیدہ درویشوں راجسی سومرانی، جرکس ڈنانی، ابراھیم ناگورانی اور گاڑھو صدر کی طرف رجوع کیا۔ اور انہیں اس امر پر آمادہ کیا۔ کہ ملتان پہنچ کر سندھیوں کی خطا معاف کرائیں۔ چنانچہ انہوں نے وادیٔ سندھ کو ابراھیمؒ کی امان میں چھوڑا۔ اور خود نعرۂ غوثیہ لگاتے ملتان کو روانہ ہو گئے، جب شہر کے قریب پہنچے تو ایک ندی حائل ہوئی۔ کشتی موجود تھی لیکن ملاح نے سوار کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ کشتی سندھی پیر کُشوں کے لئے نہیں ہے۔ اس پر ایک درویش کشکول کو کشتی بنا اس پر سوار ہو گیا۔ کپڑے کی یہ کشتی صحیح سلامت محلسرائے غوثیہ کے پاس جا پہنچی۔ غوث زماں کو کشف کے ذریعے معلوم ہؤا۔ کہ اُن کا ایک مرید اس ہیئت سے فصیل کے قریب آپہنچا ہے۔ تو حضرت نے محل کا دریچہ کھولا اور نیچے جھانک کر ایسی غضب آلود نظر ڈالی کہ سندھی فقیر کی کشتی ہچکولے کھانے لگی۔ فقیر نے چلّا کر کہا۔ حضرت! اگر پیرومرشد کا غصہ فقیر کے غرق ہونے

سے فرو ہو سکتا ہے تو زہے سعادت! لیکن خدا کے لئے سندھی غلاموں کو معاف فرما دیجئے ۔!"

حضرت نے مسکرا کر فرمایا ۔ "ہم نے معاف کیا ۔" اس پر ملتان کا داخلہ سندھیوں کے لئے کھل گیا ۔ اور وہ حسب دستور قافلے در قافلے ملتان کو آنے لگے ۔ مؤلف اذکار قلندری لکھتا ہے کہ بخشش و عطا مرشدانِ کریم کا کام ہے ۔ لیکن اس صادق درویش کو بھی آفرین ہے جس نے مرشد کا رنج دور کر کے ملتان کا داخلہ شیخ الاسلام کے ارادتمندوں کے لئے کھلوا دیا ۔ چنانچہ آج تک یہ آمدورفت جاری ہے ۔ اور انشاء اللہ تا قیام قیامت جاری رہیگی ۔

میر عماد گردیزی ملتان میں

فرشتہ لکھتا ہے کہ شاہ محمود لنگاہ کے زمانہ میں میر عماد گردیزی مع اپنے دو لڑکوں میر شہید اور میر شہداد کے سیوی کی طرف سے ملتان آیا ۔ نظام الدین احمد بدخشی کا بیان ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے ملتان میں شیعہ مذہب کی اشاعت کی وہ یہی میر شہداد تھا ۔ میر سہراب خاں دودائیؒ ابھی زندہ تھا ۔ اور اس کا سلطان محمود پر بڑا اثر تھا ۔ اس نے اختلافِ عقائد کی بنا پر میر شہداد کے پاؤں ملتان میں ٹکنے نہ دئیے اور وہ جام با یزید کے پاس شور کوٹ چلا گیا ۔ جہاں اسے گذر اوقات کے لئے جاگیر مل گئی ۔

شاہ حسن ارغون کا حملہ

شاہ حسن ارغون نے ۹۳۱ھ میں ملتان کا عزم کیا اور سیوراهی

کو فتح کرتا ہؤا قلعہ مَو کے قریب آ پہنچا۔ شیخ روح اللہؒ (جو سلطان التارکین شیخ حمید الدین حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے) کو علم ہؤا تو وہ مرزا کے استقبال کو نکلے۔ اور اہل قلعہ کے لئے امان طلب کی۔ شاہ حسن نے شیخ کی سفارش منظور کی اور مرزا مسکین ترخان کو حکم دیا۔ کہ فوج کا ایک دستہ ہمراہ لے کر قلعہ میں جائے اور اجناس کے ذخیروں کا جائیزہ لے کر رپورٹ کرے۔ نیز اگر کوئی بلوچ یا لنگاہ اس قلعہ میں ہو۔ تو اسے باہر نکال دے۔ اور جو شخص سلطان التارکین کی خانقاہ میں پناہ لے جائے۔ اس سے کچھ تعرّض نہ کرے۔ چنانچہ مرزا مسکین شیخ روح اللہؒ کی معیّت میں قلعہ کا گوشہ گوشہ دیکھ کر باہر نکل آیا۔ اور کسی کو تکلیف نہ پہنچائی۔ اس کے بعد شاہ حسن بغرض سیر قلعہ میں داخل ہؤا۔ اور حاکمی مشائخ سے اس امر کا عہد لیا۔ کہ وہ اس کے آدمیوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کرینگے اور اس کے مخالفوں سے کچھ رابطہ نہ رکھینگے۔ زاں بعد وہ اُچ کی طرف متوجہ ہؤا۔ اگرچہ لنگاہوں اور بلوچوں کا لشکر جرار مقابلے کو تیار تھا۔ لیکن مرزا کا بخت اُن پر غالب آیا۔ اور انہیں سخت شکست ہوئی۔ یہاں سے لشکر شاہی نے ملتان کا رخ کیا۔ سلطان محمود لنگاہ کو اطلاع ہوئی تو وہ بلوچوں اور دوسری اقوام کے اسی ہزار (۸۰،۰۰۰) نبرد آزما نوجوان ہمرکاب لے کر ملتان سے روانہ ہؤا۔ اسے اپنے ساز و سامان اور لشکر کی کثرت کی بنا پر یہ یقین تھا۔ کہ شاہ

Marfat.com

حسن ایک ہلّے کی تاب بھی نہ لاسکے گا۔ تاہم اس نے مسلمانوں کے کُشت و خون سے بچنے کے لئے حضرت غوث زمان شیخ بہاءالدین قریشی سجّادہ نشین آستانہ غوثیہؒ کو مرزا کے پاس بھیجا کہ جس طرح بھی ممکن ہو۔ آسے صلح کی طرف راغب کریں۔ ساتھ ہی مولانا بہلول کو جو اس دور کے جید عالم تھے۔ ہمراہ کردیا۔ یہ بزرگوار مرزا کے لشکر میں پہنچے تو وہ بڑے ادب سے پیش آیا۔ اور اس نے کہا کہ میں تو سلطان محمود کی تربیت اور حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانی قدس سرہ کی زیارت کے لئے آیا ہوں* مولانا بہلول نے فرمایا۔ کہ کیا ہی بہتر ہو۔ کہ آپ سلطان کی بمثل اویس قرنیؒ کے تربیت فرمائیں جیسا کہ حضرت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ باقی رہی شیخ الاسلام زکریا کی زیارت، تو اس کے لئے جب شیخ بہاءالدین خود حاضر ہیں آپ کو ملتان جانے کی کیا ضرورت ہے؟** ابھی یہاں یہ مذاکرات جاری تھے۔ کہ لنگاہوں کے لشکر سے اطلاع ملی کہ سلطان محمود کا انتقال ہوگیا حضرت شیخ بہاءالدین سرعت سے واپس پہنچے۔ سلطان محمود کا جنازہ پڑھ کر اسکی لاش کو ملتان روانہ کیا۔ اور مادرسلطان

* ''آمدن من بغرض تربیت سلطان و زیارت شیخ بہاءالدین زکریا ست''

** مولانا بہلول گفتند ''چہ شود کہ تربیت سلطان بطور تربیت اویس قرنی باشد کہ حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم بروحانیت تربیت او نمودہ بود و دیگر آنکہ شیخ بہاءالدین بخدمت آمدہ چہ احتیاج تصدیع کشیدنست''
[ماثر رحیمی از ملا عبدالباقی نہاوندی]

Marfat.com

اور امرائے سلطنت کے مشورہ سے شہزادہ حسین کو مسند حکومت پر بٹھایا - چونکہ لوگوں میں یہ مشہور ہورہا تھا کہ شجاع بخاری نے سلطان کو زہر دی ہے - اس لئے بلوچ آپے سے باہر ہو رہے تھے - وہ مرزا سے پہلے اس کافر نعمت کو ٹھکانے لگانا چاہتے تھے - لیکن حضرت نے سمجھا بجھا کر اُن کا غصہ فرو کیا - اور صلح کے مذاکرات کی تکمیل کے لئے علماء اور مشائخ کی ایک جماعت کو ہمراہ لے کر پھر مرزا کے پاس پہنچے اور فرمایا -

"سلطان محمود ، جس سے آپ کو شکایت تھی فوت ہوگیا - اب آپ یتیم بچے سے لڑ کر کیا لینگے - بہتر ہے کہ آپ واپس تشریف لے جائیں - اور مسلمانوں کے دو فریقوں کا خون اپنے سر پر نہ لیں" -

مرزا نے آپ کی سفارش قبول کرلی - دریائے ستلج کے کنارے ایک عہد نامہ لکھا گیا - جس کی رو سے ارغون اور لنگاھوں کی سلطنتوں میں اس دریا کو حد فاصل قرار دیا گیا - جب آپ روانہ ہونے لگے - تو مرزا نے ۹ گھوڑے ، ایک قطار شتر اور نقد و جنس نذر کے طور پر پیش کئے - اور یقین دلایا کہ کل ہی اس کا لشکر یہیں سے واپس لوٹ جائے گا -

لنگاھوں کا زوال

۹۳۳ھ کے اواخر میں لنگاھوں کے خاندان میں زوال کے آثار شروع ہوگئے ، سلطان حسین ایک کمسن بچہ تھا - جس طرح اسے ماں یا خاندان کی دوسری عورتیں کہتیں ، اسی طرح کرتا تھا -

شجاع بخاری اتنی بڑی خیانت * کے مرتکب ہونے اور سلطان کو شہید کرنے کے باوجود وزارت عظمیٰ پر فائیز تھا۔ وہ سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ جس طرح چاہتا۔ کرتا۔ اس لئے لنگاھوں کی وہ عظیم الشان ریاست جو شور کوٹ سے سکھر تک پھیلی ہوئی تھی۔ اب چراغ سحری نظر آنے لگی تھی۔ اور امراء اپنے اپنے مامن تلاش کرنے پر مجبور ہوگئے تھے۔ چنانچہ اقبال خاں سلطان محمود کا کوکہ قوام خاں اور لنگر خاں جو صاحب اقتدار امیر تھے۔ ادھر سے کٹ کر شاہ حسن ارغون سے جاملے۔ لنگاہ امیروں کا حوصلہ اتنا بڑھ چکا تھا۔ کہ جسے چاہتے مار ڈالتے۔ اور کوئی اُن سے اتنا نہ پوچھ سکتا۔ کہ مقتولوں کا قصور کیا تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے دو امیر سیدوں** کو جن میں سے ایک خالو اور دوسرا بھانجا تھا بےوجہ شہید کردیا۔ ان کے مزارات چوک شہیداں کے پاس جانب غرب اب تک موجود ھیں۔ ان دنوں بابر بادشاہ ھندوستانؒ کی فتح کے ارادہ سے پنجاب میں داخل ہوچکا تھا۔ اھل ملتان نے ان کی خدمت میں کئی قاصد اور خطوط بھیجے۔ کہ خدا کے لئے ملتان کو لنگاھوں کے ظلم و تعدی سے نجات دلائیے۔ جس پر بادشاہ نے شاہ حسن ارغون کو لکھا۔ کہ

* مولانا ذکاؤاللہ اور شاہ معصوم بکھری دونو کا بیان ہے کہ شجاع بخاری نے سلطان حسین اول کا داماد ہونے کے باوجود اھل حرم خاصہ خیل میں سے کسی کے ساتھ خیانت کی تھی اور قبل اس کے کہ شاہ محمود اس سے انتقام لیتا اس نے زھر ھلا ھل سے اس کا کام تمام کردیا۔

** تذکرۂ ملتان فارسی غیر مطبوعہ مؤلفہ شیخ محمد یوسف صاحب گردیزی مرتّبہ در ۱۲۷۸ھ

Marfat.com

بڑھ کر ملتان پر قبضہ کرلو!" اس حالت میں جبکہ اس کے پاس بھی ملتان کے مقتدر امیر پہنچ چکے تھے۔ اور پھر مفت میں ایک سرسبز و شاداب ریاست اور ایک نادرۂ روزگار شہر ہاتھ آتا تھا۔ کون سی چیز حملہ کرنے سے روک سکتی تھی۔ چنانچہ وہ ۹۳۳ھ میں ایک دفعہ پھر ملتان کی طرف متوجہ ہؤا۔ صاحب تذکرہ ملتان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"قوم لنگاہ چیرہ دستی نمود و دست جور و تعدی برخلائق دراز کردند۔ بلکہ ظلم آنہا از حد در گذشت، خون نا حق مے کردند حتی کہ دو سیدان را کہ رؤسا و در نسبت با یکدیگر خالو و ہمشیرزادہ بودند۔ بے وجہ شہید کردند۔ بنا بران اکابر و اشراف از صحبت سلطان دُوری جستہ۔ چون دران ہنگام ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ بقصد ہندوستان از کابل نہضت آوردہ درنواحی پنجاب رسیدہ بود بزرگان این دیار حالات ظلم و تعدی لنگاہان بوساطت نوشتجات و وکلاء گذارش نمودہ استدعا قدوم بادشاہ کردند۔ لہذا محمد بابر بادشاہ بنام مرزا حسن ارغون کہ از توابعش و در ٹھٹھ حاکم بود نوشت کہ در ملتان رسیدہ بجبر تسخیر در آرد و در جاگیر خود مقرر سازد"۔

[صفحہ ۳۱]

Marfat.com

ارغون کا دوسرا حملہ

اهل ملتان کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی۔ کہ شاہ حسن اس طرف متوجہ ہے۔ تو وہ قتل و غارت کے تصوّر سے کانپ اٹھے۔ اور انہوں نے حضرت شیخ اسمعیل قریشیؒ کو جو غوث زماں شیخ بہاءالدینؒ کے چھوٹے بھائی اور ”عمدۃ المشائخ“ کے لقب سے ممتاز تھے۔ برسم رسالت شاہ حسن کے پاس روانہ کیا۔ مرزا نے شیخ کی بڑی تعظیم و تکریم کی * اور مہمانی کے طور پر کچھ روپیہ بھی نذر کیا۔ لیکن جب حضرت نے صلح کی غرض سے سلسلہ جنبانی کی۔ تو اس کا کچھ نتیجہ مترتب نہ ہؤا۔ مرزا نے کہا۔ اہل شہر کی مسلسل درخواستوں پر بابر بادشاہ نے یہ حکم دیا ہے۔ میں اس سے انحراف کیونکر کرسکتا ہوں۔ جب شیخ مایوس ہوئے۔ تو انہوں نے اہل شہر کے لئے امان طلب کی۔ کہا۔ ہاں اگر وہ میرے مقابلہ میں نہ نکلے۔ تو میں ان سے تعرّض نہ کرونگا۔ اس کے بعد شیخ تو بدین کی طرف چلے گئے۔ اور مرزا منزل بمنزل مارا مار کرتا ملتان آپہنچا۔

سلطان حسین نے اپنے ایک بھائی کو شیخ شجاع بخاری کے ساتھ مرزا کی خدمت میں بھیج کر اطاعت کا اظہار کیا۔ شاہ حسن نے شہزادے کی بڑی عزت کی اور فرمایا کہ تو اپنے بھائی سے کہہ کہ قلعہ سے نکل کر ہماری ملاقات کرے ہم اسے پندو نصیحت کر کے

* تاریخ ہند از مولانا ذکاؤاللہ

Marfat.com

واپس لوٹ جائینگے * اور یہ ریاست آسے واپس کر دینگے۔ جب شہزادے نے یہ پیغام اندر جاکر سنایا۔ تو لنگاھوں نے سلطان کو باھر بھیجنے سے انکار کردیا۔ کہ خدا معلوم مرزا اس سے کیا سلوک کرے۔ جنگ مکر و فریب کا دوسرا نام ھے۔ دشمن کے قول کا کیا اعتبار! اس کے ساتھ وہ قلعہ کے دروازے کھول باھر نکل آئے۔ اور مرزا کے لشکر سے سخت جنگ کی۔ مرزا نے بھی غصہ میں آکر تیر و تفنگ کا ایسا مینہ برسایا۔ کہ لنگاھوں کو قلعہ میں سر چھپانے کے سوا اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ شہر میں قحط پڑ گیا۔ یہاں تک کہ گائے کی سری دس ٹنکہ کو اور ایک من گندم سو ٹنکہ کو بکتی تھی۔ اور اکثر آدمی گائے کا چمڑا کھا کر گذارہ کرتے تھے۔ اس پر شجاع بخاری نے یہ ظلم کیا کہ جس شخص کے گھر میں گندم کا گمان ھوتا۔ آسے لوٹ لیتا تھا۔ اس نہج پر ایک سال گذر گیا۔ خلق خدا تنگ آگئی۔ انجام کار ربیع الاول ۹۳۳ھ میں ارغون کے بہادروں نے ایک فیصلہ کن حملہ کر کے لوھاری دروازہ توڑدیا۔ اور شہر میں داخل ھوکر لوٹ مار شروع کردی سات سال سے ستر سال کی عمر تک کے آدمی قید کر لئے گئے۔ لیکن جو لوگ حضرت غوث العلمین بہاءالدین زکریا اور شیخ الاسلام مخدوم شاہ یوسف گردیزی رضوان اللہ علیہم کی خانقاھوں میں پناہ لے گئے محفوظ رھے** حضرت غوث زمان کو اطلاع ملی کہ

* تاریخ ہند از مولانا ذکاؤاللہ

** مگر کسانیکہ در قلعہ ارک بخانقاہ مخدوم شیخ بہاءالدین زکریا قریشی رحمۃاللہ علیہ و در شہر پناہ بخانقاہ حضرت مخدوم شاہ یوسف گردیزی پناہ جستند، امان یافتند۔

لنگاہ خانداق مع مال و اسباب اور خزانہ کے حضرت قطب الا قطاب کے مقبرہ میں چھپا بیٹھا ہے - اور محب خاں ترخان فوج کا ایک دستہ لئے انہیں نکالنے جارہا ہے - حضرت فوراً موقع پر پہنچے - اور محب خان کو حملہ کرنے سے روک دیا - شاہ حسن ارغون سے پناہ گزینوں کے لئے سفارش کی - اس نے کہا حضرت ! یہ لوگ ہمارے دشمن ہیں - اور پھر تمام خزانہ اور سامان اندر چھپائے بیٹھے ہیں - اگر وہ تمام مال اسباب اور خزانہ دے دیں - تو آپ کی رعایت سے اُنہیں معافی دے دونگا - اس پر حضرت مطمئن ہوگئے - آپ کو یقین تھا کہ لنگاہ مال و اسباب اپنے اوپر سے تصدق کر کے باہر پھینک دینگے - لیکن افسوس کہ لنگاہوں نے مال و دولت کا دینا گوارا نہ کیا - اور مقبرہ کی قلعہ نما فصیل کو مضبوط کر کے ڈٹ کر بیٹھ گئے -

محب ترخان نے بلطائف الحیل لنگاہوں کو نکالنے کی کوشش کی - اور جب اس طرح کامیابی نہ ہوئی - تو اس نے منجنیقوں کے ذریعے احاطۂ خانقاہ میں نواڑ اور بوریوں کو تیل میں تر کر کے اور ان میں آگ لگا کر پھینکنا شروع کیا - جب لنگاہوں کے سامان کو آگ لگی - تو مقبرہ میں کہرام برپا ہوگیا - کسی نے گھبرا کر دروازہ کھول دیا - جس سے مغل اندر گھس گئے - اور انہوں نے پناہ گزینوں سے کہا - کہ وہ اپنی تلاشی دے دیں انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا - لیکن لنگاہوں نے لڑنے مرنے کے لئے تلواریں سونت لیں - جس سے خانقاہ کے احاطہ میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا - بے شمار لنگاہ قتل ہوئے - اور جو بچے اسیر کر لئے گئے - اور اب جو سامان کا جائیزہ لیا - تو جواہرات کی

چمک دمک اور زرق برق کے پارچات کی بھڑک سے مغلوں کی آنکھیں چندھیا گئیں ۔ محب ترخان نے تمام مال و اسباب دربار عام میں لے جا کر شاہ حسن ارغون کے آگے ڈھیر لگا دیا ۔ اس میں نفیس جواہرات بھی تھے اور سونا چاندی کے انبار بھی ۔ قیمتی پارچات کے اتنے صندوق پیش ہوئے۔ کہ مرزا حیران رہ گیا ۔ اب شاہ حسن کا غصہ فرو ہوچکا تھا ۔ اس نے عفو عام کا اعلان کرکے شہر میں امن قائم کرا دیا ۔ شہر اور قلعہ میں جگہ جگہ لاشیں پڑی سڑ رہی تھی ۔ حکم دیا کہ انہیں اٹھا کر غاروں اور کھڈوں میں دفن کردیا جائے اور آئندہ کوئی شخص کسی کے مزاحم نہ ہو ۔ سلطان حسین لنگاہ اپنی ہمشیرہ سمیت حضرت غوث زماں کے محل میں جا کر پناہ گزیں ہوا تھا ۔ ہر طرف اس کی ڈھنڈیا پڑ رہی تھی اور وہ بچارے سہمے جاتے تھے ۔ حضرت نے انہیں تسلی دی اور مرزا سے کہلا بھیجا ۔ کہ فاتح سلاطین مغلوب شہزادوں سے ہمیشہ اچھے سلوک سے پیش آئے ہیں ۔ اگر آپ بھی اس یتیم اور کمسن سلطان کو جان کی امان دے سکیں ۔ تو میں انہیں پیش کردوں ورنہ وہ میرے ہاں آکر پناہ گزیں ہوئے ہیں ۔ میں ان کی ہر قیمت پر حفاظت کرونگا ۔ مرزا نے جواب میں یقین دلایا ۔ کہ مجھے حضرت کی سفارش کا احترام ہے ۔ انہیں کوئی تکلیف نہیں دی جائیگی ۔

حضرت سلطان حسین اور اس کی ہمشیرہ کو محل سرائے سلطانی میں مرزا کے پاس لے گئے ۔ خدا کی قدرت جہاں چند یوم پہلے سلطان حسین بیٹھ کر حکم چلایا کرتا تھا ۔ اب وہاں مرزا کا طوطی بول رہا تھا ۔ محل کی ہر چیز پرائی نظر آتی تھی ۔ سلطان ہزاروں تفکرات کے ساتھ مرزا کے

Marfat.com

سامنے پیش ہوا۔ مرزا نے ان پرشفقت کا ہاتھ پھیرا۔ اس وقت اتفاق سے اس کا مشہور سردار مسکین ترخان پاس بیٹھا تھا۔ مرزا نے ان دونو کو اس کے حوالے کرکے سفارش فرمائی۔ کہ ان کی بمثل اولاد کے تربیت کرنا مسکین ترخان نے شہزادی سے تو شادی کرلی اور سلطان کو اپنا فرزند بنا لیا۔ لیکن سلطان اس ذلت کی تاب نہ لاسکا اور چند سالوں کے اندز ملک عدم کو رخصت ہوگیا۔ *

مرزا شاہ حسن نے دولت آخور، خواجہ شمس الدین اور لنگر خان کو ملتان کے انتظام کے لئے چھوڑا اور خود بکھر کو روانہ ہوگیا۔ خواجہ نے شیخ شجاع بخاری کو خوب جھنجھوڑا اور اس نے اپنے ولی نعمت سے جو نمک حرامی کی تھی اور جو بدسلوکی اس نے اہل ملتان سے کی تھی ایک ایک کا حساب چکایا اور جو مال و نقد اس نے خلق خدا کو تنگ کرکے جمع کیا تھا۔ وہ سب وصول کر لیا۔ اسی طرح لنگاہ امراء کا بھی اچھی طرح سے صفایا کیا۔ گیارہ مہینے ملتان ان تین حاکموں کے نیچے دبا رہا۔ پھر لنگر خان بابر بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ مرزا کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے ملتان شہنشاہ بابر کی پیشکش میں دے دیا اور بابر نے یہ صوبہ اپنے بیٹے محمد کامران کو عنایت کیا۔

* تذکرہ ملتان۔ تاریخ ہند مولوی ذکاؤاللہ۔ تاریخ سندھ از مرزا محمد کاظم برلاس۔ دختر و پسر سلطان محمود را بمسکین ترخان دادہ تا ہر دو را بہ پیوند جگری و فرزندی مختص ساخت۔ تحفۃ الکرام

Marfat.com

لنگاھوں کے عہد پر اک نظر

لنگاہ غاصبانہ حیثیت سے اس ملک کے مالک بنے تھے۔ لیکن جب ان کا تسلّط قائم ھوگیا ۔ تو انہوں نے اپنے آپ کو نہایت مدبّر اور منتظم ثابت کیا۔ سلطان قطب الدین اور سلطان حسین اوّل میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو کامیاب سلاطین میں ھونا ضروری ھیں۔ انہوں نے اپنے اخلاق سے رعایا کا دل موہ لیا تھا اور وہ لوگ جو انہیں غاصب اور اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ بہت جلد ان پر اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ھوگئے تھے۔

سلطان حسین نے کالا باغ سے بکھر تک بلوچوں کی ''بفرسٹیٹ'' قائم کردی تھی۔ جس سے وہ نہ صرف مغربی حملوں سے محفوظ ھوگیا تھا۔ بلکہ ایک ایسی شجاع اور جنگ آزما قوم اس کے ھاتھ آگئی تھی جو ضرورت کے وقت سینہ سپر ھو جاتی تھی اور یہ قوم لنگاھوں کے آخر عہد تک مخلص اور وفادار رھی۔ ھم دیکھتے ھیں کہ جب محمود لنگاہ مرزا سے ٹکرانے کے لئے ملتان سے روانہ ھوا ھے تو اسّی ھزار تیغ زن کا لشکرِ جرّار اس کے جِلَو میں تھا اور ان میں زیادہ تر رند۔ جت۔ کورائی۔ دودائی اور چانڈیہ بلوچ تھے۔ انسوس ھے کہ اس خاندان میں سلطان حسین اول جیسا پھر کوئی مدبر پیدا نہ ھوا اور لنگاہ امراء نے اپنے فرض کا احساس نہ کیا۔ نہ صرف یہ کہ وہ عیاش تھے۔ بلکہ انہوں نے ظلم اور طغیان کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ دن دھاڑے قتل کر دینا ان کا عام شیوہ تھا۔ ساتھ ھی ان کے دماغ میں کبرِ اور نخوت کی ھوا بھر گئی تھی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا

Marfat.com

کہ یہ خاندان جس سرعت سے ابھرا تھا۔ اسی سرعت سے فنا ہوگیا۔ آج ملتان اپنے وسیع و عریض قبرستانوں کے باوجود اس خاندان کی قبریں دکھانے سے بھی قاصر ہے۔ اس وقت لنگاھوں کی آبادیاں ضلع ملتان کے جنوب مغربی گوشے میں قائم ھیں۔ جو اس امر کا ثبوت ھیں کہ مغلوب ہونے کے بعد یہ لوگ پائہ تخت سے دور اپنی جاگیروں میں منتقل ہو گئے ہونگے۔

بارش کے لئے دُعا

حضرت غوث زماں شیخ بہاء الدین قدس سرہ کی ذات گرامی صفات اپنے آباء کرام کی طرح اھل ملتان کے لئے رحمت و برکت کی سرمایہ دار تھی۔ حضرت کی بقیہ زندگی جدِ اعلیٰ حضرت غوث العلمین کے آستانۂ عالیہ پر بسر ہوئی اور ہزاروں سعید روحوں نے جناب سے استفاضہ کیا۔ پیر قادر بخش صاحب سکنہ وٹلی نے اپنی منظوم کتاب گُلِ بہار میں حضرت کی زندگی کا ایک درخشاں واقعہ نظم کیا ہے۔ جسے ہم علی حالہ یہاں درج کرتے ھیں۔ لکھتے ھیں

پیرِ پیران قطبِ اقطاب زماں — آں بہاء الدین ثانی درجہاں
درمیانِ شہر ملتاں از قضا — گشت چوں امساکِ باراں رونما
نورچشمِ شیخِ شہراللہ ماست — روشن ازوے نورآیات خداست
بہر استسقا برآمد خلق و آں — حضرت مخدوم نیز از امتناں
گشت استادہ چو درپیشِ نماز — فاتحہ درخواند وباحق گفت راز

کاے خدائے مہرباں! باراں فرست! ! — ابر سیرابی بریں ملتان فرست !

در همیں بود او که نا گه از فلک — ابر را آورد آں رعد ملک

گشت باراں نازل از فضلِ خدا — متّصل تا چار شب بے انقضاء

جمله ملتان خرّم و سیراب شُد — پرگنات و قریه ها شاداب شُد

تا بکے گویم کرامات و را

از من اورا صد تحیّت اے خدا

انتقالِ پر ملال

حضرت غوث زماںؒ نے ۱۲ ربیع الاول ۹۵۰ھ کو سرائے فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا ۔ حضرت کی شادی خانه آبادی پیر خواجه نوریؒ ولد پیر علی قتالؒ کی معصومه بی‌بی فاطمهؒ سے هوئی تھی ۔ جس کے بطن عفّت سے دو صاحبزادے تولّد هوئے ۔ ایک شیخ کبیرؒ اور دوسرے شیخ محمد یوسف الملقّب به لعل عیسنؒ ان کے حالات دوسری جلد میں پیش کئے جارھے ھیں ۔

پہلی جلد یہاں ختم هوتی ہے ۔ اس کا دوسرا حصه کافی ضخیم اور اهم هوگا ۔ کیونکه ابھی هم نے اس خاندان جلیله کے چار سو سال کے حالات لکھنا ھیں ۔ جو خانواده چار صدیوں تک اسلام کی اشاعت اور اهل اسلام کی حفاظت کے فرائض انجام دیتا چلا آیا هو ۔ اس کی تفصیلات یقیناً دلچسپ اور ایمان افروز هونگی ۔ بہرکیف ؎

اب تو جاتے ھیں میکده سے میر

پھر ملینگے اگر خدا لایا

خاکسار

نور احمد خان فریدی

یکم جنوری ۱۹۵۸ء

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴	۹	چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد	چراغے را کہ ایزد بر فروزد
۲۲	۱۲	گوہر	گہر
۲۳	مشجر	فضل	فاضل
"	"	صدر آنکہ	صدر ۔ آنکہ
"	"	زمین	امین
"	"	جمع	جملہ
"	"	دراست	است
۴۹	۱۰	جبکہ موتی بن جائے تجھ میں طعام	جبکہ موتی تجھ میں بن جائے طعام
۱۱۹	۱۵	مولانا جامی لکھتے ہیں	مولانا جمالی لکھتے ہیں
۱۲۳	۱	۱۳۳	۱۲۳
۱۳۹	۱۴	سنجر پور	صادق آباد
"	۲۰	کے خاندان	کے ریکارڈ
۱۴۲	نمبر صفحہ	۱۴۳	۱۴۲
۱۴۳	حاشیہ	حضرت کی اولاد کے قبضہ میں	حضرت کی خانقاہ سے متعلق
۱۴۹	۱۸	چنانچہ	چنانچہ
۱۶۶	۴	گاذرونیوں	گاذرونیوں
۱۸۳	۱	صورت حالات	صورت حال
۱۹۹	۲۳	بیحرمتی	بے حرمتی
۲۰۰	۱	محمد علی خاں	اختر علی خاں
۲۳۶	۸	چراغ مقبلاں الخ	چراغے را کہ ایزد بر فروزد
۳۲۴	۹	قبلہ ا عالم	قبلۂ عالم
۳۲۸	۴	عمّ برہان الحق، ما بودہ است	عمّ برہان الحق ما بودہ است
۳۳۶	۷	طرفتہ العین	طرفۃ العین
۳۳۷	۱۹	ابّن شا ثا	ابّن شاہ ثانی
۳۴۶	۲	آباء اکرام	آباء کرام

Marfat.com

Marfat.com

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

76

تذکرہ

شیخ الاسلام والمسلمین، امام الاولیاء، عمدۃ الاصفیاء، سلطان السالکین

حضرت

صدر الدین عارف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جلد اوّل

از

مولانا نور احمد خان فریدیؒ

ناشر

قصر الادب جگو والہ، براہ لودھراں ضلع ملتان

ہدیہ فی نسخہ دس روپے

Marfat.com